

# صراط الجنان في تفسير القرآن

جلد دوم  
پارہ 4 تا 6

بَقِيضَانِ كَرَمِ

امام احمد رضا خان

رحمۃ اللہ علیہ

بَقِيضَانِ كَرَمِ

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ



(دارالعلوم دہلوی)

جدید و قدیم تقابیر اور دیگر علوم اسلام پر مشتمل  
 ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالبہ و حالی پوریان سے حاصل ہونے والے  
 دلائل و مسائل کا مجموعہ ہونے کے قاصدوں کے مطابق انتہائی اہل بیان، زیرِ سلاخوں کے عقائد، دینِ اسلام  
 کے اوصاف و خصوصیات، ماسدہ کے نظریات و معمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، پانسی ہر ارضیہ اور  
 معاشرتی ہر مائیں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوال صحابہ کرام، مفسرین اور دیگر بزرگان دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تحریر  
 مع درجہ ہوں کے

كَتَبْنَا لِمَنْ كَانَ فِي تَرْجُمَةِ الْقُرْآنِ

از: اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ

اور

كَتَبْنَا لِمَنْ كَانَ فِي تَرْجُمَةِ الْقُرْآنِ  
 مع

صراط الجنان في تفسير القرآن

از شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوالصالح محمد قاسم القادری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ المدینہ باب المدینہ کراچی







## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : **تفسیر القرآن** (جلد ۵)

مصنف : شیخ الحدیث و اشیر حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالصلح محمد قادیانی رحمہ اللہ

پہلی بار : محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، نومبر ۲۰۱۳ء

تعداد : 12000 (بارہ ہزار)

ناشر : مکتبہ المدینہ فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

## مکتبہ المدینہ کی شاخیں

|              |   |              |
|--------------|---|--------------|
| 021-34250188 | شہید سید محمد ادریس باب المدینہ کراچی           | کراچی        |
| 042-37311679 | داتا گنج بخش روڈ                                | لاہور        |
| 041-2832625  | اشمن پور بازار                                  | سرحد (پشاور) |
| 058274-37212 | چوک شہید ابراہیم                                | کشمیر        |
| 022-2620122  | فیضانِ مدینہ آٹھویں ٹاؤن                        | ہیدر آباد    |
| 061-4511192  | نزد قبیلہ والی مسجد، اندرون یو بڑگٹ             | ملتان        |
| 044-2550767  | کالج روڈ، القادسیہ، قریب سید محمد فضل کونسل ہال | اوکاڑہ       |
| 051-5553765  | فضل راولپنڈی، چوک، اقبال روڈ                    | راولپنڈی     |
| 066-5571686  | ورمانی چوک، قریب کمارہ                          | خان پور      |
| 024-44382145 | پکرا بازار، نزد MCB                             | نواب شاہ     |
| 071-5619195  | فیضانِ مدینہ، پیراج روڈ                         | سکسٹر        |
| 055-4225653  | فیضانِ مدینہ، شہنشاہ روڈ، گورنمنٹ کالج          | گوہرانوالہ   |
|              | فیضانِ مدینہ، گبرگ، نمبر ۱، انور سٹریٹ، احمد    | پشاور        |

E.mail: [ilmia@dawateislami.net](mailto:ilmia@dawateislami.net)  
www.dawateislami.net

مدنی النجاء کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تفسیر "صراط الجنان" تفسیر القرآن کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: "بَيْتُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ" مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔  
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

## دومذنی پھول

✽ بغیر انھی نیت کے کسی بھی عمل خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

✽ جتنی انھی نیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

- (1) ہر بار کھڑوہ (2) تہنیت سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الہی کیلئے اس کتاب کا اول تا آخر مطالعہ کروں گا۔
- (4) ہادوضوار (5) قبلہ زور مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست تفسیر کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآن کریم سمجھنے کی کوشش کروں گا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے کرام کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو "اپنی رائے سے تفسیر کرنے" کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔
- (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعتیہ گئی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ غزو غن کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔
- (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ غزو غن کی خطیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں "اللہ" کا نام پاک آئے گا وہاں غزو غن اور (15) جہاں جہاں "سرکار" کا اسم مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتاب وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اصلاح صرف لسانی یا مادی خاص مفید نہیں ہوتا)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
أَعْلَانًا قَاعُودًا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّؤُوفِ الرَّحِيمِ

(شیخ طریقت امیر اہلسنت پاپی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ العالی کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

### تفہیم صراط الجنان جلد دوم

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتی دعوت اسلامی الحاج محمد فاروق مدنی غنیہ زینۃ اللہ الغنی "جمل مدینہ" کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفر حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والی اس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عظمت میرے دل میں گہر کر گئی۔ محکمۃ المکرمہ وادع اللہ خرفا و نفعنا میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت دہلی امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان غنیہ زینۃ الزعمین کے ترجمہ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، الحمد للہ مفتی دعوت اسلامی فہنس سؤۃ الشامیہ اس بابرکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہو گئے۔ تجلّٰ ذلک التفسیر کا نام صراط الجنان (یعنی بہتوں کا راستہ) طے ہوا۔ قَبْرُکَا محکمۃ المکرمہ وادع اللہ خرفا و نفعنا ہی میں اس عظیم کام کا آغاز کروایا گیا، افسوس! مفتی دعوت اسلامی فہنس سؤۃ الشامیہ کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے

وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ رب العزت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِنْ بِحَاجَةِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہذا قادیان کی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوصالح محمد قاسم قادری مدظلہ العالی نے اس کام کا از سر نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتی دعوت اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی محکمۃ المکرمہ وادع اللہ خرفا و نفعنا کی ہر بہار

نفاذ میں ہوا تھا اور ”صراط الجنان“ نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہذا حصولِ برکت کیلئے جی نام باقی رکھا گیا ہے۔  
 کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے سبب شمار الفاظ ایسے ہیں جو اب ہمارے  
 یہاں رائج نہ رہے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت ذغفہ اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمہ مقرران  
 کنز الایمان شریف کو سن و عن باقی رکھتے ہوئے اسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرت علامہ مفتی  
 محمد قاسم صاحب مدظلہ نے مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ایک اور ترجمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام کنز الخیر فان رکھا ہے۔ اس  
 کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس، المدینۃ العلمیہ کے مدنی علمائے بھی حصہ لیا بالخصوص مولانا  
 ذوالقرنین مدنی سلمۃ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراط الجنان کی 3 پاروں پر مشتمل پہلی جلد  
 (کے بعد اب پارہ نمبر 4، 5 اور 6 پر مبنی دوسری جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحب مدظلہ  
 سمیت اس کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن و صراط الجنان فی تفسیر القرآن کے مبارک کام میں اپنا اپنا  
 حصہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔  
 آمین بحمدِ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد



۹ صدیقی لاہوری ۱۴۳۳ھ

20-04-2013

## قدیم سرت

| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان  |
|------|--|------|--|
|      | آیت مبارکہ "يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْتَاهِ الْكَلِمِ" سے معلوم ہونے والے احکام   | 1    | نتیجہ  |
| 36   | کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات  | 2    | کچھ سرائف الجہان کے بارے میں                         |
| 41   | جنگجو کا بیان  | 10   | مختصر بیان   |
| 44   | اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ذکر کرنا اور حقیقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے            | 10   | راوی خدا میں اپنا بار مال خرچ کرنے کے 5 واقعات       |
| 46   | واقعہ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل   | 14   | کچھ معجزات کی خصوصیات                                |
| 47   | صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت  | 16   | بزرگوں سے نسبت کی برکت                               |
| 49   | سود سے حلق و عیدیں   | 17   | حرم سے کیا مراد ہے؟                                  |
| 51   | راوی خدا میں خرچ کرنے کی ترفیہ   | 17   | حج فرض ہونے کے لئے زاہد اور کی مقدار                 |
| 54   | نہیے پر قابو پانے کے 4 فضائل   | 21   | صلح کیلئے کار  |
| 55   | ظہور و زور کے فضائل  | 22   | "عَنْ اللَّهِ" کی تفسیر                              |
| 56   | علم و فضل کے دو عظیم واقعات  | 22   | جماعت سے کیا مراد ہے؟                                |
| 56   | احمال کے ثواب کا واردہ اور نسبت پر ہے  | 23   | جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ                      |
| 65   | آیت "وَكَايْنِ لِيْنِ لِيْنِ" سے حاصل ہونے والا درس                                  | 24   | سب سے اعلیٰ نعمت                                     |
| 67   | آیت "لَمْ يَأْتِ الْكَلِمَ لِيْنِ لِيْنِ لِيْنِ لِيْنِ لِيْنِ" سے حاصل ہونے والا درس | 25   | حلیف دین کا حکم                                      |
| 75   | تاہم اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی برکت کی ایک جھلک           | 25   | حلیف دین سے متعلق 5 احادیث                           |
| 80   | مشورہ اور توکل کے معنی اور توکل کی ترفیہ   | 28   | اتفاق کا حکم اور اختلاف کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت |
| 83   | خیانت کی مذمت  | 30   | قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ                       |
| 85   |  | 32   | اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے                         |
|      |  | 32   | بنی اسرائیل اور مدینہ محمدیہ کی افضلیت میں فرق       |
|      |  | 33   | نیک کی دعوت دینے کی ترفیہ                            |

| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان   |
|------|--|------|---|
| 131  | دنیا کی راحتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟ | 91   | شہداء کی شان  |
| 134  | اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل                 | 93   | شہداء کے 6 فضائل  |
| 135  | <b>سورۃ النساء</b>                                   | 99   | بسی مرہانا کیا ہے؟                                      |
| 135  | سورۃ نساء کا تعارف                                   | 101  | علم غیب سے متعلق 10 احادیث                              |
| 135  | مقام نزول  | 104  | ذکوہ وادارہ کرنے کی وعید                                |
| 135  | آیات، کلمات اور حروف کی تعداد                        | 104  | نفل کی تعریف  |
| 135  | ”نساء“ نام رکھے جانے کی وجہ                          | 104  | نفل کی خدمت   |
| 135  | سورۃ نساء کے فضائل                                   | 105  | نفل کا علمی اور عملی علاج                               |
| 136  | سورۃ نساء کے مضامین                                  |      | انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اللہ تعالیٰ |
| 137  | سورۃ آل عمران کے ساتھ مناسبت                         | 106  | کی گستاخی ہے  |
| 139  | انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی؟                        | 106  | ایک اہم نکتہ  |
| 141  | رشتے داری توڑنے کی خدمت                              | 109  | موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب              |
| 142  | بچوں سے متعلق چند اہم مسائل                          | 112  | حقیقی کامیابی کیا ہے؟                                   |
| 144  | تلاخ سے متعلق 2 شرعی مسائل                           | 113  | دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے                         |
| 146  | مہر سے متعلق چند مسائل                               | 116  | علم دین چھپانا گناہ ہے                                  |
| 150  | دراخت تقسیم کرنے سے پہلے غیر وارثوں کو دینا          | 116  | خود پسندی اور حبِ ہوا کی خدمت                           |
| 152  | قیصوں کا مال باحق کھانے کی وعیدیں                    | 119  | اللہ تعالیٰ کی شان                                      |
| 153  | جیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟                     | 120  | ساتسی علوم حاصل کرنا کب باعث ثواب ہے                    |
| 153  | جیم کی اچھی پرورش کے فضائل                           | 122  | حکماء لوگوں کے اہم کام                                  |
| 157  | وراثتیں، دراخت کا مال تقسیم کرنے کی صورتیں           | 123  | کائنات میں نگرانی ضرورت                                 |
| 158  | اس کے علاوہ 2 اہم اصول                               | 125  | نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب                  |
| 160  | زنا کے ثبوت کے لئے گواہی کی شرائط                    | 127  | دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل                            |
| 160  | زنا کی خدمت  | 126  | حجرت اور جہاد سے متعلق احادیث                           |

| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان                                    |
|------|--|------|--|
| 196  | نیک بیوی کے اوصاف اور فدا گس                               | 162  | توبہ کے معنی                             |
| 196  | نکاح کیسے عورت سے کرنا چاہئے؟                              | 164  | کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا شرعی حکم |
| 197  | نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ                             | 166  | بیویوں پر ظلم و ستم کرنے والے خود کریں   |
| 197  | شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں        | 167  | ثبت ذاتی سوچ کے فوائد                    |
| 198  | بیوی جب اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے معاف کر دینا چاہئے | 168  | زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے              |
| 200  | بندوں کے باہمی حقوق  | 169  | خلوتِ بیوی کی تعریف اور اس کا حکم        |
| 204  | ریا کاری کی مذمت   | 173  | بیچ بھلائی                               |
| 205  | شیطان کے بھگانے کا انداز                                   | 174  | جنگی قیدیوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات    |
| 210  | اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے                | 175  | مہر کے چند ضروری مسائل                   |
| 212  | نفقہ کی حالت میں کھدے کفر بولنے کا حکم                     | 175  | عورت سے نفقہ اٹھانے کی چار صورتیں        |
| 213  | جنم کا طریقہ   | 177  | باندی سے نکاح کرنے کے متعلق 2 شرعی مسائل |
| 213  | جنم کے 12 حکام   | 178  | نکاح کا شرعی حکم                         |
| 218  | حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام    | 181  | ملک کی خوشبو میں رہے ہوئے بزرگ           |
| 218  | حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام          | 182  | حرام مال کمانے کی مذمت                   |
| 219  | مغفرت کی امید پر گناہ کرنا بہت خطرناک ہے                   | 183  | تجارت کے فضائل                           |
| 219  | حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام               | 184  | تجارت کے آداب                            |
| 221  | خود پسندی کی مذمت  | 185  | خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں               |
| 223  | طاغوت کا معنی  | 188  | کبیرہ گناہ کی تعریف اور تعداد            |
| 227  | اسلامی تعلیمات کے شاہکار                                   | 189  | گناہوں سے متعلق 3 احادیث                 |
| 227  | قاضی شریح ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کا عادلانہ فیصلہ       | 189  | کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث      |
| 229  | نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامتِ قرعہ ہے       | 190  | چالیس گناہوں کی فہرست                    |
|      | بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامتِ قرعہ ہے  | 192  | دل کے مہر قرار کا نسخہ                   |
| 235  | ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات                    | 195  | مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات       |

| صفحہ | عنوان   | صفحہ | عنوان  |
|------|---|------|--|
| 283  | ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام   | 238  | مزانہ انوار پر ماضی ہو کر حاضری اور مقتدرت طلب کرنے کے واقعات  |
| 286  | نگلی کا ارادہ کر کے نگلی کرنے سے عاجز ہو جانے والا                                | 238  | آیت "وَلَوْ اَنَّكُمْ اَوْفَقْتُمْ" سے معلوم ہونے والے احکام   |
| 286  | اس نگلی کا ثواب پانے کا   | 240  | آیت "فَلَا تَكُن مِّنَ الْكَافِرِينَ" سے معلوم ہونے والے مسائل |
| 286  | کن کا مسوں کے لئے وطن چھوڑنا ہجرت میں داخل ہے                                     | 243  | صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شوقِ رفاقت                  |
| 287  | نماز قصر کے بارے میں ۱۴ مسائل   | 244  | صدق کے معنی اور اس کے مراتب                                    |
| 289  | آیت میں بیان کیا گیا نماز خوف کا طریقہ  | 247  | جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایات                                   |
| 291  | اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق ۲۷ شرعی مسائل   | 249  | خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت                                |
| 292  | سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم   | 250  | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ شہادت             |
| 295  | حکام فیصلہ کرنے میں کوئی ایذا نہ کریں   | 251  | آیت "وَمَا تَكُن مِّنَ السَّاعِيْنَ" سے معلوم ہونے والے مسائل  |
| 295  | تصحب کا رد  | 258  | قرآن مجید میں غور و فکر کرنا عبادت ہے لیکن!                    |
| 296  | خیزات کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت   | 260  | زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول                                 |
| 298  | تقویٰ و طہارت کی بنیاد  | 262  | سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شجاعت                |
| 300  | شجاعت کا ثبوت   | 264  | سلام سے متعلق شرعی مسائل                                       |
| 301  | گناہ جاریہ کا سبب بننے والے گناہ کرنے والے  | 265  | امکانِ کذب کا رد   |
| 301  | کے گناہ سے بھی حصہ لے گا  | 270  | آیت "وَمَا تَكُن مِّنَ السَّاعِيْنَ" سے معلوم ہونے والے احکام  |
| 302  | بے گناہ پر تہمت لگانے کی مذمت   | 276  | مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی مذمت                                |
| 303  | اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول  | 276  | مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟                        |
| 304  | نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمِ غیب سے متعلق چند ضروری باتیں         | 277  | مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟                                    |
| 306  | آیت "لَا تَتَّبِعُوا فِي الْقَتْلِ مَن لَّمْ يَحْكَمْ بِآيَاتِنَا" کے چند پہلو    | 280  | نیت کی حکمت اور جہاد کا ثواب                                   |
| 306  | مسلمانوں کا اجتماعِ جہت اور دلیل ہے   | 281  | جنت میں امجاد ہیں کدو ربات اور مجاہدین کی بخشش                 |
| 309  | آیت "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ" سے معلوم ہونے والے مسائل | 283  | ہجرت کب واجب ہے  |
| 311  | نبی امیر رکھنے کی مذمت  |      |  |



| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان  |
|------|--|------|--|
| 386  | نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کا بیان  | 312  | اللہ تعالیٰ کی عباد کی ہوائی چروں میں مختلف شرع تدبیریں کرنے کا شرعی حکم |
| 370  | کمال کی درافت کے احکام   | 316  | اللہ تعالیٰ کے غلیل و حبیب   |
| 371  | <b>سورۃ الصافات</b>  | 317  | غلیل اور حبیب کا فرق   |
| 371  | سورہ مائدہ کا تعارف  | 320  | عورتوں اور کزوروں کو ان کے حقوق والا نا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے            |
| 371  | مقام نزول  | 322  | دل لالچے کے چند سے میں پیسے ہوئے ہیں                                     |
| 371  | آیات اور حرف کی تعداد  | 324  | عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے مخالف نہیں                               |
| 371  | ”مائدہ“ نام رکھے جانے کی وجہ   | 328  | حق نیلے کی تعلیم ترین مثال   |
| 371  | سورہ مائدہ کے فضائل  | 333  | بری صحبت کی مذمت   |
| 372  | سورہ مائدہ کے مضامین   | 335  | لزام میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے                                   |
| 373  | سورہ نساء کے ساتھ مناسبت   | 336  | لزام میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ                              |
|      | نگلی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم         | 339  | <b>چھٹا باب</b>  |
| 378  | دین کا مہمانی کے دن خوش منانا چاہئے  | 339  | ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت   |
| 382  | آیت ”وَرَفِضْتُمْ لَكُمْ الْإِسْلَامَ وَفِيكُمْ“ سے معلوم ہونے والے احکام                | 340  | مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت                                |
| 382  | ظہار کے دوسرے طریقے کا شرعی حکم  | 341  | خاتم کے ظلم کو بیان کرنا چاہئے   |
| 385  | اہل کتاب سے نکاح کے چند احکام  | 342  | معاف کرنے کے فضائل   |
| 386  | رضو کے فرائض   | 343  | ظہار خدام شفقت کے فضائل  |
| 388  | رضو کے چند احکام   | 345  | کبیرہ گناہ کرنے والا کا قرینیں   |
| 388  | جناہت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم  | 355  | سودا و رشوت کی مذمت  |
| 389  | آیت ”وَإِذْ لَوْ كُنَّا إِلَهُكُمْ لَمَكُنَّا قَوْمًا فَاسِقًا“ سے معلوم ہونے والے مسائل | 357  | راغب فی العلم کی تعریف   |
| 390  | عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے  | 363  | میسائیں کے فرقے اور ان کے عقائد  |
| 391  |  |      |  |

| صفحہ | عنوان   | صفحہ | عنوان  |
|------|---|------|--|
| 428  | چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں  | 393  | نیک اعمال کی ترغیب   |
| 429  | چوری کی تعریف   | 398  | گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں                        |
| 429  | چوری سے متعلق 2 شرعی مسائل  | 404  | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اللہیت کی تردید                  |
| 434  | رشوت کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں   | 405  | خود کو اعمال سے مصطفیٰ جانتا یہودیوں کا عقیدہ ہے           |
| 436  | رشوت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم   | 406  | زمانہ فترت سے کیا مراد ہے؟                                 |
| 439  | کلیلیہ بیعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے حقیقی اہم مسئلہ                                  | 407  | میلاد منانے کا ثبوت  |
| 443  | انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب   | 408  | اقتدار ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ |
| 448  | کفار سے دوستی و ملاقات کا شرعی حکم  | 408  | حکمرانوں کے لئے نصیحت آموز 4 احادیث                        |
| 452  | کامل مسلمان کا منہ  | 409  | اقتدار کے بوجھ سے انگلیاں                                  |
|      | آیت ”وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْحَنِيفِ“ سے معلوم ہونے                              | 412  | صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت                  |
| 456  | والے مسائل  |      | آیت ”قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَلْخَلَّطَ“ سے معلوم ہونے     |
| 457  | دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا رد  | 413  | والے مسائل   |
| 481  | یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالت قرار   | 416  | ہاتھ اور ذوق تیل کا واقعہ                                  |
| 482  | علاء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے  | 418  | ہاتھ اور ذوق تیل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے مسائل          |
|      | آیت ”وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّاسَ أَنْ يَقْتُلُوكَ إِذَا قَالُوا رَبُّكَ“ سے معلوم ہونے | 418  | حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت                             |
| 465  | والے مسائل  | 419  | قلن بائق کی 2 وعیدیں                                       |
|      | دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت و رزق                                     | 420  | امن و سلامتی کا مذہب                                       |
| 467  | کاذب وعید ہے  | 420  | قلن کی چار صورتیں  |
| 477  | اولیاء کرام اور ان کے حضرات کے حوالے سے غلو   | 422  | ڈاکو کی سزا کی شرائط                                       |
| 479  | گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے                                     | 422  | ڈاکو کی 4 سزائیں   |
|      | کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے  | 423  | اسلامی سزاؤں کی حکمت                                       |
| 481  | نازیات بھرت   | 424  | نیک بندوں کو سزا ملنا نا جائز ہے                           |
|      |   | 427  | ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بہت ضروری ہے                    |

# چوتھا پارہ

(لَنَتَنَالُوْا)

لَنْ تَسْأَلَ الْوَلَدَ حَتَّى تَشْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُشْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ  
اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿لَنْ تَسْأَلَ الْوَلَدَ حَتَّى تَشْفِقُوا﴾ تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔ اس آیت میں بھلائی سے مراد تقویٰ اور فرائض و عبادت ہے اور خرچ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ”یہاں خرچ کرنے میں واجب اور نفل تمام صدقات داخل ہیں۔ امام حسن اصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اسے رضائے الہی کے لیے خرچ کرنے والا اس آیت کی فضیلت میں داخل ہے خواہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔ (سازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲۷۲/۱)

راہِ خدا میں اپنا یا مال خرچ کرنے کے ۵ واقعات

اس آیت مبارکہ پر عمل کے سلسلے میں ہمارے اسلاف کے ۵ واقعات ملاحظہ ہوں:

(۱)..... صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے میں بڑے مالدار تھے، انہیں اپنے اموال میں ”بیوہ خا“ نامی ایک باغ بہت پسند تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہو کر عرض کی: مجھے اپنے اموال میں ”بیوہ خا“ باغ سب سے پیارا ہے، میں اسی کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر حضرت ابو طلحہ رضی

اللہ تعالیٰ غنّے نے سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر وہ باغ اپنے رشتے داروں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ علی الاقاربہ ۴۹۳/۱، الحدیث: ۱۴۶۱، مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقة والصدقة علی الاقربین... الخ، ص ۵۰۰، الحدیث: ۴۷ (۹۹۸))

(2)..... حضرت عرفا روق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ایومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ”میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو۔ جب وہ آئی تو آپ رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آئی، لیکن پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ عزوجل کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔

(بخاری، آل عمران، تحت الآية: ۹۲، ۲۵۳/۱)

(3)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اس آیت ”لَنْ يَسْتَأْذِنُوا الْيَوْمَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْكُمْ اَوْ بِمَا تُحْيِيوْنَ“ کی تلاوت کی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں غور کیا (کہ کون سی نعمت مجھ سے زیادہ پیاری ہے، جب غور کیا) تو میں نے اپنی باندی کو اپنے نزدیک سب سے زیادہ پیارا پایا، اس پر میں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جس چیز کو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کر دیا، اس کی طرف نہ لوٹوں گا تو میں اس باندی سے نکاح کر لیتا۔ (مسند دارک، کتاب معرفة الصحابة، رضي الله تعالى عنهم، ذكر عبد الله بن عمر... الخ، كان ابن عمر ارعد الغوم واصوبه رايه ۷۲۸/۴، الحدیث: ۶۴۳۵)

(4)..... حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ”لَنْ يَسْتَأْذِنُوا الْيَوْمَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْكُمْ اَوْ بِمَا تُحْيِيوْنَ“ نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے (پسندیدہ) گھوڑے کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! اے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ اس گھوڑے کو صدقہ فرمادیں۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ گھوڑا ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے اس گھوڑے کو بخش (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک تیرا صدقہ قبول کر لیا گیا ہے۔“ (ابن عساکر، ذکر من اسعد قلبه في قدس حارث بن شراحيل، ۳۶۷/۱)

(5)..... حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ شمر کی پوری اس خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا: اس کی قیمت صدقہ کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے، میں چاہتا ہوں کہ راوی خدا عزوجل میں اپنی پیاری چیز خرچ کروں۔

(مدارک، آل عمران، تحت الآية: ۹۲، ص ۱۷۲)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزیں راوی خدا میں دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (۱)

✽

۱... صدقات کے فرائض و احکام اور ان سے حقوق و دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”فیائے صدقات“ (سلوٹر مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔

﴿وَمَا شَفَعُوا ابْنَ أَخِي عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ سَأَلُهَا النَّاسُ عَنْ آلِهَتِهِمْ فَاتَّقَتْ﴾ اور تم جو کہ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ نہیں اور اپنی پسندیدہ چیز خرچ کر رہے ہو یا روٹی، ناکارہ اور اپنی ناپسندیدہ چیز خرچ کر رہے ہو، تو جیسی چیز تم خرچ کرو گے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطا فرمائے گا۔ (روح البیان: ۱/۲۳۰، ۲۳۱)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ الشُّرُوءُ ۖ قُلْ نَأْتُوا بِالْبُرُوءِ فَيُؤْتَوْنَهَا ۖ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۷﴾

توحید کا نفاذ: سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو ریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ تو ریت لا کر پڑھا کر چے ہو۔

توحید کا نفاذ: تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھا کر چے ہو۔

﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے۔ کچھ شان نزول: مذہب منورہ کے یہودیوں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو منجبت ابراہیمی پر خیال کرتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اونٹ کا گوشت اور وہ نہیں کھاتے تھے جبکہ آپ کھاتے ہیں، تو آپ منجبت ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حلال تھیں۔ یہودی کہنے لگے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام پر بھی حرام تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں بتایا گیا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے، بلکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اخیل اور حضرت یعقوب علیہم السلام پر حلال تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی سبب سے ان کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، مگر تمہیں اس سے انکار ہے تو تورات لاؤ اور اس میں سے نکال کر دکھا دو کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھیں۔ اس پر یہودیوں کو اپنی ذلت و رسوائی کا خوف ہوا اور وہ تورات نہ لائے، ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا اور انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۹۳، ۲۷۳/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے۔ لہذا قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر تفصیلی کلام سورہ بقرہ کی آیت 106 میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انجیل سے خبردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی علوم عطا فرمائے ہیں۔

فَمَنْ أَقْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۰۶﴾

تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

﴿فَمَنْ أَقْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ﴾: پھر جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یعنی اس بات کی وضاحت تو ہو گئی کہ نبی اسرائیل پر جو یہ کھانے حرام ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام سے نہیں ہیں بلکہ بعد میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے حرام کرنے سے ہوئے تو جو اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ ”مسلط ابراہیمی میں انگوٹھ کے گوشت اور دوہ اللہ تعالیٰ نے حرام کئے تھے“ وہ ظالم ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے، نیز حلال کو اپنی طرف سے بلائیں حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۷﴾

توجہ! کہتا الایمان: تم فرماؤ کہ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے۔

توحید کائنات عرفان: اے محبوب اتم فرما، اللہ نے کج فرمایا لہذا اتم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ شرکوں میں سے نہ تھے۔

﴿فَاتَّبِعُوا أَوْلَادَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ لہذا اتم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے۔ اس آیت میں دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ”دین محمدی کی پیروی کرو، کیونکہ اس کی پیروی ملجہ ابراہیمی کی پیروی ہے، دین محمدی اس ملت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔“

إِنْ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾

توحید کائنات عرفان: پہلے سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔

توحید کائنات عرفان: پہلے سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔

﴿إِنْ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ پہلے سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔ یہ پیرو یوں نے کہا تھا کہ ”ہمارا قبلہ یعنی یہی المقدس کعبہ سے افضل ہے کیونکہ یہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے، نیز یہ خانہ کعبہ سے پرانا ہے۔ ان کے رد میں یہ آیت کریمہ اتری

اور بتا دیا گیا کہ روئے زمین پر عبادت کیلئے سب سے پہلے جو گھر تیار ہوا وہ خانہ کعبہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”کعبہ معظمہ یہی المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا۔“ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۱۱-باب، ۴/۲۷، الحدیث: ۳۳۶۶)

اور فرشتوں کا قبلہ یہی المعجور ہے جو آسمان میں ہے اور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فی فضائل الامکنۃ، ۴/۷، الجزء الرابع عشر، الحدیث: ۳۸۰۸۱)

### کعبہ معظمہ کی خصوصیات

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کعبہ معظمہ کی بہت سی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔



- (1)..... سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی طرف نماز پڑھی۔
- (2)..... تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا جبکہ یہی المقدس مخصوص وقت میں خاص لوگوں کا قبلہ رہا۔
- (3)..... مکہ معظمہ میں واقع ہے جہاں ایک ٹنگی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔
- (4)..... اس کا حج فرض کیا گیا۔
- (5)..... حج ہمیشہ صرف اسی کا ہوا یہی المقدس قبلہ ضرور رہا ہے لیکن کبھی اس کا حج نہ ہوا۔
- (6)..... اسے امن کا مقام قرار دیا۔
- (7)..... اس میں بہت سی نشانیاں رکھی گئیں جن میں ایک مقام ابراہیم ہے۔

فِيهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۚ وَبَلِّغُوْهُ عَلٰى  
النَّاسِ حَبْرُ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ  
عَنِّيْ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٤﴾

توجہ: کنز الایمان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہوا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو مگر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پروا ہے۔

توجہ: کنز العرفان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پروا ہے۔

﴿فِيهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ﴾ اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ﴿حَبْرُ الْبَيْتِ﴾ عتبات و شان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں فرمایا کہ ”خانہ کعبہ میں بہت سی نشانیوں اور نشانیاں ہیں جو اس کی عزت و حرمت اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے

آتے ہیں تو ادھر ادھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرندے پیار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج بھی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں، اسی سے انہیں بھغا ہوتی ہے اور وحشی جانور ایک دوسرے کو حرم کی حد میں ایذا نہیں دیتے، حتیٰ کہ اس سرزمین میں کتے ہرن کے شکار کیلئے نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے نیز لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھینچے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آفسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شب جمعہ کو ارواح اولیاءِ ماس کے ارد گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی و بے ادبی کا ارادہ کرتا ہے پر باد ہو جاتا ہے۔ انہیں آیات میں سے مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔

(عزازہ، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ۲۷۶/۱ تفسیرات احمدیہ، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ص ۲۰۶-۲۰۷، ملخصاً)

﴿مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ﴾ ابراہیم کے کمرے ہونے کی جگہ ہے۔ ﴿مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ﴾ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ پر شریف کی تعمیر کے وقت کمرے ہوئے تھے۔ یہ پتھر خانہ کعبہ کی دیواروں کی اونچائی کے مطابق خود بخود اونچا ہوتا جاتا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے کمرے کے نشان تھے جو طویل زمانہ گزرنے اور بکثرت ہاتھوں سے مس ہونے کے باوجود ابھی تک کچھ باقی ہیں۔ (عزازہ، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ۲۷۶/۱، ملخصاً)

### بزرگوں سے نسبت کی برکت

اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر سے پیغمبر کے قدم چھو جائیں وہ منبر کعبہ اور شَعَائِرُ اللہ اور آيَةُ اللہ یعنی اللہ عزوجل کی نشانی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ

ترجمہ کنز العرفان: یہ کعبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

(سورہ بقرہ: ۱۵۸)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں پہاڑ حضرت ہاجرہ زحرا علیہا السلام نے کعبہ کے قدم پڑ جانے سے شَعَائِرُ اللہ بن گئے۔

﴿وَمِنْ حِلَّةِ كَانَ إِبْرَاهِيمَ﴾ اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔ ﴿خانہ کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورے حرم کی حدود کو امن والا بنادیا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل و جرم کر کے حد و حرم میں داخل ہو جائے تو وہاں شمس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ حضرت عمر زحرا علیہا السلام نے فرمایا کہ ”اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے۔“ (مذاکرۃ، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ص ۱۷۴)

## حرم سے کیا مراد ہے؟

حرم سے مراد خانہ کعبہ کے ارد گرد کئی کھو-مٹر پھیلا ہوا علاقہ ہے جہاں باقاعدہ نشانات وغیرہ لگا کر اسے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ حج و عمرہ کرنے جاتے ہیں انہیں عموماً اس کی پہچان ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں جا کر جب لوگوں کا عمرہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو عمرہ کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آتا ہوتا ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے۔ ﴿اِنَّ آيَاتِ مِجِّ كِ فَرِيضَةٍ كَا بَيَانِ هِيَ اَوْرَاسُ كَا كِه اِسْجَلَا عَت شَرْطُ هِ۔ حدیث شریف میں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر ”زاوراء“ اور ”سواری“ سے فرمائی ہے۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ال عمرانہ ۶/۵، الحدیث: ۳۰۰۹)

## حج فرض ہونے کے لئے زاوراء کی مقدار

کہانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے۔ راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (۱)

﴿وَعَنْ نَفَرًا﴾ اور جو منکر ہو۔ ﴿اَرشَاد فرمایا کہ ”حج کی فرضیت بیان کر دی گئی، اب جو اس کا منکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض غلشی کا منکر کافر ہے۔

قُلْ يَا هَلَالِ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِالْبَيْتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ﴿۵﴾

توجہ! کتاب الایمان: تم فرماؤ اے کتاب اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔

توجہ! کتاب الایمان: تم فرماؤ اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال پر گواہ ہے؟

آسان انداز میں حج کے مسائل سمجھنے کے لئے امیر اہلسنت و احکام حضرت علامہ مفتی رفیع الرحمن (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿لَمْ تَلْعَنُوا﴾ یا لیت اللہ: تم اللہ کی آجوں کا انکار کیوں کرتے ہو۔ یہاں اللہ غزوہ خندق کی آجوں سے مراد توریت کی وہ آیات ہیں جن میں سلطان بنو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کا بیان ہے اور وہ عقلی دلائل مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَمْرٍ تَبْعُونَهَا  
عَوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۖ وَمَا لِلَّهِ بِعَافٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتاب کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو؟ جو ایمان لائے اے نیز حاکم کیا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے لوگوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ: اے اہل کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان میں بھی نیز حاکم کیا چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾: تم فرماؤ: اے اہل کتاب! اس آیت میں بھی اہل کتاب ہی سے خطاب ہے کہ ”اے اہل کتاب! تم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں ابھی ایمان مضبوط نہیں ہوا، انہیں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توریت کی آیتیں چھپا کر اور یہ کہہ کر کیوں بہکاتے ہو کہ ”یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر توریت و انجیل میں ہے۔ یہ کہہ کر تم انہیں اللہ غزوہ خندق کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ سیدو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان توریت میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ غزوہ خندق کی بارگاہ میں جو دین مقبول ہے وہ صرف دین اسلام ہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ  
يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ﴿۱۲﴾

توبۃ کثر الايمان: اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔

توبۃ کثر الايمان: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُخٰذِلُوْنَکُمْ فِیْ دِیْنِکُمْ اَکْثَرُ اَیْہِمُ یَہُوْدَیْ مُسْلِمُوْنَ﴾ کی مجلس کے قریب سے گزر رہا جس میں انصار کے دونوں قبیلے اس اور خزرج نہایت محبت سے باتیں کر رہے تھے، اسلام سے پہلے ان کی آپس میں بہت جنگ تھی اس یہودی کو ان کے اتفاق سے بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ اس نے ایک نوجوان یہودی سے کہا کہ تم ان کی گزشتہ جنگیں یاد دلا کر انہیں لڑا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ قیدیے پڑے جن میں ان کی گزشتہ جنگوں کا ذکر تھا۔ ان قصائد کو سن کر انصار کو اپنی گزشتہ جنگیں یاد آگئیں اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ قریب تھا کہ خون ریزی ہو جائے، مہینے کے تاجدار رضی اللہ تعالیٰ عنہما و سلم فوراً موقع پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا چاہتے ہو کہ تمہیں ملے؟ یہودیوں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔

(در مختور، ال عمران، تحت الآیۃ ۱۰۰، ۲۷۸/۲-۲۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں آیت میں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی ”ہا“، کیلئے آپس میں جنگ کرنا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا یہودیوں کا کام اور آپس میں یہ رحمت پیدا کرنا اور صلح کروانا سراسر پا زحمت، محکم شفقت، شفیق امت رضی اللہ تعالیٰ عنہما و سلم کی سنت ہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۱﴾

توبۃ کثر الايمان: اور تم کیوں کفر کر رہے ہو کہ تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

توحیدۃ کذا یعرفان: اور (ایمان والو! اب) تم کیوں کفر کرو گے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تمام لیا تو اسے یقیناً سیدھا راستہ دکھادیا گیا۔

﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ﴾: اور تم کیوں کفر کرو گے؟ یہاں ابتداءً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے کہ اسے جماعت صحابہ! (رضی اللہ عنہم) تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم حضور رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت یافتہ ہو اور ان کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتے ہو۔ اس آیت میں عام مسلمانوں کو بھی اس اعتبار سے صیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن موجود ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں انسانی لڑائی کس طرح ہو سکتی ہے؟

﴿وَعَنْ يَعْصِيَهُمْ بِاللَّهِ﴾: اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تمام لیا۔ جس نے اللہ غزو غل کا سہارا تمام یعنی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اس کے دین کو مضبوطی سے تمام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ غزو غل کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۶﴾

توحیدۃ کذا یعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرتا مگر مسلمان۔

توحیدۃ کذا یعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾: اللہ سے ڈرو۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ غزو غل سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بکدر طاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے جس میں فرمایا گیا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۃ نساء: ۱۶) توحیدۃ کذا یعرفان: تو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔

نیز آیت کے آخری حصے میں فرمایا کہ اسلام پر ہی تمہیں موت آئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے زندگی کے ہر لمحے میں اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تا کہ جب تمہیں موت آئے تو حالت اسلام پر ہی آئے۔

وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اور اللہ کی رسی مضبوط تمام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فروق میں نہ بٹ جانا) اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں ہر تمہارا نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک عار و روض کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تمام لو اور آپس میں پھڑکومت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا آپس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

﴿وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا﴾ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تمام لو۔ کہ اس آیت میں اُن افعال و حرکات کی ممانعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”تم سب مل کر اللہ غوثِ غزل کی رسی کو مضبوطی سے تمام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرے بنائے۔“

سلیکٹ کارڈ

یاد رہے کہ اصل راستہ اور طریقہ مذہب اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے

اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ یہ آیت لے کر اہلسنت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آ رہے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاری ہے اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہل سنت و جماعت تو سنت رسول اور جماعت صحابہ کے طریقے پر چلتے آ رہے ہیں تو سمجھایا تو ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹنے نہ کہ اصل طریقے پر چلتے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک خاندان اتفاق و اتحاد کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی گزار رہا ہو، ان میں سے ایک فرد غلط راہ اختیار کر کے انحصار پیدا کرے تو اس جدا ہونے والے کو سمجھایا جائے گا کہ نہ خاندان والوں کو بھی اتحاد ختم کر کے غلط راہ چلنے کا کہنا شروع کر دیا جائے۔ نتیجہ یہی صورت حال اہلسنت اور دوسرے فرقوں کی ہے۔ اصل حقیقت کو سمجھے بغیر صریح کفایت کی رٹ لگا کر اور سب کو ایک ہی لاشی سے بانٹنا سراسر جہالت ہے۔

### ”خَبْلُ اللَّهِ“ کی تفسیر

”خَبْلُ اللَّهِ“ کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآن پاک خَبْلُ اللَّهِ ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اُسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہے۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابة، روى الله تعالى عنهم، باب من فضائل علي بن ابي طالب رضى الله عنه، ص ۱۳۱۳، الحديث: ۳۷ (۸۰۸))

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”خَبْلُ اللَّهِ سے جماعت مراد ہے

(معجم الکبیر ۲/۹، الحديث: ۲۱۲/۹۰)

اور فرمایا کہ ”جماعت کو لازم کر لو کہ وہ خَبْلُ اللَّهِ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔

(معجم الکبیر ۲/۹، الحديث: ۱۹۹/۹۰)

### جماعت سے کیا مراد ہے؟

یہ یاد رہے کہ جماعت سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے، نہیں کہ تین آدمی مل کر ”جماعت المسلمین“ نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے، اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر کل کوئی اپنا نام ”رسول“ رکھ کر بولے گا کہ قرآن نے جہاں بھی رسول کی اطاعت کا حکم دیا اس سے مراد میری ذات ہے لہذا میری اطاعت کرو۔ اَعْقُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ خَبْلِ الْخٰهَلِیْنِ میں جاہلوں کی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔



﴿وَإِذْ كُنَّا نَمُوتُ ۖ وَأَنفُثْنَا عَلَيْكَ دَمَ الْوَحْيِ﴾ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ ﴿اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن میں سے ایک موت یہ بھی ہے کہ اسے مسلمانوں پر یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کو دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے کی جنگیں جاری تھیں حتیٰ کہ اس اور خوارج میں ایک لڑائی ایک سو بیس سال جاری رہی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی لیکن اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں اور جنگ کی آگ بجھادی کر دی اور جنگجو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے، تاہم اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا ورنہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مرنے والے تو خوارج میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے و دلچایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچالیا۔

### جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے خوارج سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: آپ کے ان صاحب کی مثال ہے لہذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک نے کہا: وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا ورنہ دسترخوان سے کھانا کھا سکا۔ فرشتوں میں سے ایک نے کہا: اس کا مطلب بیان کیجئے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔

(بخاری، کتاب الاصحام والکتاب والنسب، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۴۹۹، الحدیث: ۷۲۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے ارد گرد کی جگہ کو روشن کر دیا تو اس میں پختے اور حشرات الارض کرنے لگے، وہ شخص ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آ کر آگ میں دھڑا دھڑ کر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کرکڑ کر تمہیں جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم لوگ میری بات نہ مان کر (پتھروں کے آگ میں گرنے کی طرح) جہنم میں گرے چلے جا رہے ہو۔“  
(مسلم، کتاب القصاص، باب شققتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ ... (الح، ص ۱۲۵، الحدیث: ۱۸ (۲۲۸۴))

### سب سے اعلیٰ نعمت

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب کریم غزوہ خندق کی سب سے اعلیٰ نعمت ہیں۔ آیت کے شروع میں فرمایا کہ اللہ غزوہ خندق کی نعمت کو یاد کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ غزوہ خندق کی نعمتوں کو یاد کرتا اور ایک دوسرے کو یاد دلاتا بہت عمدہ عبادت ہے۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیلئے جو محفل منعقد کی جائے خواہ وہ میلاد شریف کی ہو یا معراج کی یا کوئی اور وہ سب بہت عمدہ ہیں اور حکم الہی پر عمل ہی کی صورت ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْبَعْرِوفِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ خلاص پانے والے ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں۔ یہ آیت مبارکہ میں فرمایا گیا کہ چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام کے تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اختصار ضرور ہونا چاہیے

کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، انہیں نیکی کی دعوت دے، اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے۔

### مبلغ دین کا حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجموعی طور پر مبلغ دین فرض کفایہ ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے معصومین کا تعینف کرنا، مقررین کا تقریر کرنا، مبلغین کا بیان کرنا، انفرادی طور پر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا وغیرہ۔ یہ سب کام مبلغ دین کے ذمے میں آتے ہیں اور بقدر اخلاص ہر ایک کو اس کی فضیلت ملتی ہے۔ تبلیغ قول بھی ہوتی ہے اور عمل بھی اور ایسا اوقات عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو قول میں برا جانے اور یہ کفر و ایمان والا ہے۔“

(مسلم، کتاب الايمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان... الخ، ص ۴۴، الحديث ۷۸ (۴۹))

### مبلغ دین سے متعلق ۵ احادیث

(۱)۔۔۔ حضرت حفصہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اس ذات کی قسم! جس کے دسب قدرت میں میری جان ہے، تم یا تو ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تم پر عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا مانگو گے مگر تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔“

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء في الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، ۶۹/۴، الحديث ۲۱۷۶)

(۲)۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا اللہ تعالیٰ تم پر تم ہی میں سے برے لوگوں کو مسلط کر دے گا۔ پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔“

(معجم الاوسط، باب الاثف، من اسماء احمد، ۳۷۷/۱، الحديث ۱۳۷۹)

(۳)۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص کسی مقام پر کھڑے ہو کر حق بات کہہ سکا ہے تو اس کیلئے درست نہیں کہ حق بات نہ کہے کیونکہ حق بات

کہنا اس کی موت کو مقدم کر سکتا ہے نہ اس کے لکھے ہوئے رزق سے اسے محروم کر سکتا ہے۔

(شعب الایمانہ الثانی والخصوص من شعب الایمانہ ۹۶/۶، الحدیث: ۷۰۷۹)

(4)..... حضرت عرس بن عیمرہ کنفی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے وہ اس کی مشی ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے وہ اس کی مشی ہے جو وہاں حاضر ہے۔“

(ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، ۱۶۶/۴، الحدیث: ۴۳۴۵)

(5)..... حضرت علی المرتضیٰ عظیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیکوں کا حکم کرنا اور برائوں سے روکنا بہترین جہاد ہے۔

(منازلہ ال عمرانہ تحت الآیۃ: ۱۰۴ ص ۱۷۸)

ہمارے معاشرے میں نیک کام کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے، حکام اپنی رعایا کے اعمال سے صرف نظر کئے ہوئے ہیں۔ عدل و انصاف کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کے منصب پر فائز حضرات عدل و انصاف کی دجیال اڑانے اور مجرموں کی پشت پناہی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین اپنی اولاد، آساتہ واپسے شاگردوں اور افسرانے کو کربوں کے برے اعمال سے چشم پوشی کرتے نظر آ رہے ہیں، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو، بیوی اپنے شوہر کو، بھائی بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود انہیں برے افعال سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں جس ذلت و رسوائی کا شکار ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی اور اسی وجہ سے رفتہ رفتہ یہ قوم تباہی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس حقیقت کو درج ذیل حدیث میں انتہائی احسن انداز کے ساتھ سمجھایا گیا ہے، چنانچہ

حضرت نعمان بن بشیر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداخلت کرنے والے (یعنی خلاف شرع چیز دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے والے) اور حدود اللہ میں واقع ہونے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک قوم نے جہاد کے بارے میں قرعہ ڈالا، بعض اوپر کے حصہ میں رہے بعض نیچے کے حصہ میں، نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے اور پانی لے کر ان کے پاس سے گزرتے تو ان کو تکلیف ہوتی (انہوں نے اس کی حکایت کی تو) نیچے والے نے کھانڈی لے کر نیچے کا تختہ کاٹنا شروع کر دیا۔ اوپر والوں نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے کہ تختہ توڑ رہے ہو؟ اس نے کہا میں پانی لینے جاتا ہوں تو تم کو تکلیف ہوتی ہے اور پانی لینا مجھے ضروری ہے۔“

(لہذا میں جنت تو ذکر نہیں سے پانی لے لوں گا اور تم لوگوں کو تکلیف نہ دوں گا) پس اس صورت میں اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور جنت کا منہ سے روک دیا تو اسے بھی نجات دیں گے اور خود کو بھی بچالیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الشهادات، باب الفرقة فی المشکلات، ۲۰۸/۲، الحدیث: ۲۶۸۶) (۱)

دیکھتے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت      سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے  
جو کچھ بھی ہے سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرکوت      شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلا ہے  
فریاد ہے اسے کشتی امت کے سمیپاں      بڑا یہ جانی کے قریب آن لگا ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ  
وَإُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آ چکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہو گئے اور انہوں نے اپنے پاس روشن نشانیاں آ جانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہو گئے۔ کچھ ارشاد فرمایا کہ آپس میں متفرق نہ ہوں اور اختلافات میں نہ پڑ جانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ آپس میں اختلافات میں پڑ گئے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ عناد اور دشمنی رائج ہو گئی یا آیت کا یہ معنی ہے کہ آپس میں اس طرح اختلاف و افتراق میں نہ پڑ جانا جیسے تم زمانہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے وقت میں متفرق تھے اور تمہارے درمیان بغض و عناد تھا۔

● تبلیغ دین کی ضرورت و اہمیت اور اس سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے اہل اہلسنت و اہل تہذیبہ اللہ کی تعظیم و تہنیت کی دعوت (مطبوعہ مکتبہ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

### اتفاق کا حکم اور اختلاف کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت

اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واجتماع کا حکم دیا گیا اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا وسعہ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ۶/۸۴، الحدیث: ۲۱۷۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۳۲۷/۴، الحدیث: ۳۹۵۰)

آج کل جو فرقہ پیدا ہوتا ہے وہ اس حکم کی مخالفت کر کے ہی پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے جرم کا شرکب ہوتا ہے اور محدث کے مطابق وہ شیطان کا لشکر ہے۔ (معجم لکھنؤ، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ج ۱، ص ۱۸۶، الحدیث: ۱۸۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ خیال رہے کہ اتفاق اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہوگا جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے، جو اسلام کی راہ پر قائم ہے وہ مجرم نہیں۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ  
أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۶۱﴾

توبہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

توبہ کنز الایمان: جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ﴾: جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے۔ ﴿یہاں آیات میں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہل ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ ”کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا حزرہ چکسو۔ یہاں فرمایا کہ ”ایمان کے بعد کافر ہوئے تھے“ اس سے اگر تمام کفار کو خطاب ہے تو اس صورت میں ایمان سے روزِ یثاق کا ایمان مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں“ تو سب نے ”ہلی“ ”یہی“ ”کیوں نہیں“ کہا تھا اور ایمان لائے تھے۔ اب جو دنیا میں کافر ہوئے تو ان سے فرمایا جاتا ہے کہ ”روزِ یثاق ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو گئے۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا تھا اور ان کے دل منکر تھے۔ حضرت بکر بن عبد ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ظہور کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے مخاطب مُرتزین ہیں جو اسلام لا کر پھر گئے اور کافر ہو گئے۔

(حازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۰۶/۲۸۷)

ان سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا حزرہ چکسو۔

وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وَجُوهُهُمْ فَبِإِحْسَانٍ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جن کے منہ اونچا لے (روشن) ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

﴿فَبِإِحْسَانٍ﴾: تو اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے طاعت گزار مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ

جنت میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(حازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۰۶/۲۸۷)

اللہ تعالیٰ اپنے طاعت گزار اہل ایمان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

ترجہ: لکن اجماعاً: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر سیاہی چھائی ہوگی اور نڈالت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لَكَذٰلِكَ اَحْسَلُوا الصُّفٰى وَزَيَادَةُ لَا يَزِيْرُهُمْ وَجُوْدُهُمْ فَتَرَوْا ذٰلِكَ اَوَّلِيْكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴿٣٨﴾ (يونس: ۲۶)

اور ارشاد فرمایا:

ترجہ: لکن اجماعاً: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہتے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے۔

وَجُوْدُهُمْ يَوْمَئِذٍ مُّسْفَرَةٌ ﴿٣٩﴾ صَاحِبَةُ مُسْتَبِيْهِسَ ﴿٤٠﴾ (عس: ۳۹، ۴۰)

### قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ

روشن چہرے والوں سے مراد کون لوگ ہیں، درج ذیل روایات کی روشنی میں دیکھیں۔

تفسیر و مثنوی میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ ”تَبَيُّضُ وُجُوْهِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهِ“ کے بارے میں فرماتے ہیں ”تَبَيُّضُ وُجُوْهِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهِ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالضَّلَالَةِ“ یعنی قیامت کے دن اہلسنت کے چہرے چمکتے ہوں گے اور بدعتی و کمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اسی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث شریف روایت ہے کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”تَبَيُّضُ وُجُوْهِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهِ“ کے بارے میں فرمایا ”تَبَيُّضُ وُجُوْهِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهِ أَهْلِ الْبِدْعِ“ قیامت کے دن اہلسنت و الجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور کمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ ”تَبَيُّضُ وُجُوْهِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهِ“ تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا ”تَبَيُّضُ وُجُوْهِ أَهْلِ الْجَمَاعَاتِ وَالسُّنَّةِ ، وَتَسْوَدُّ وُجُوْهِ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالْأَهْوَاءِ“ یعنی قیامت کے دن اہلسنت و جماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور بدعتی و کمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(در منثور، آل عمران، نعت الآقا، ۷، ۱۰۷/۲۹۱)

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ وَمَا اللَّهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِيْنَ ﴿٣٩﴾



وَاللّٰهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۱۰

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے جاتے ہیں۔

﴿وَمَا لِلّٰهِ يَوْمَئِذٍ ظُلُمٌ اِلَّا لِّلْكَافِرِيْنَ﴾: اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ یعنی لوگ جہنم میں لے جانے والے اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور کسی کو بے جرم مذہب نہیں دیتا اور کسی کی نیکی کا ثواب کم نہیں کرتا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَلَوْ اَمَّنْ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا  
لَّهُمْ ۚ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۱

ترجمہ کنزالایمان: تم بہتر ہوا ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

ترجمہ کنزالعرفان: (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب (بھی) ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾: تم بہترین امت ہو۔ یہودیوں میں سے مالک بن صفیہ اور وہب بن یہوآہ حضرت عبد اللہ

بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا کہ ”ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔

(بخاری، ال عمران، نعت النبی: ۱۱۰/۲۸۷)

اس پر یہ آیت نازل ہوئی

اور اللہ تعالیٰ نے امت مجازیہ کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ عنہ الخیرین سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ”رعب کے ساتھ میری مدح کی، مجھے زمین کی نیکیاں عطا کی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، میرے لئے مٹی کو پاکیزہ کرنے والی بنا دیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنا دیا گیا۔“

(مسند امام احمد، ومن مسند علی بن ابی طالب: ۱/۲۱۰، الحدیث: ۷۶۳)

### اس امت کا اتحاضری دلیل ہے

چونکہ یہ بہترین امت ہے، اس لئے اس امت کا اتفاق و اتحاد بہت بڑی دلیل شرعی ہے۔ جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا  
تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ  
الْمُؤْمِنِينَ تُولِيهِم مَّا كُوِّنَ لَہُمْ  
وَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۱۰﴾

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستور رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ۶/۲۸۴، الحدیث: ۲۱۷۳)

### نبی اسرائیل اور اسٹ محمدی کی افضلیت میں فرق

اس آیت میں ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں نبی اسرائیل کو بھی عظیم مقام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، لیکن ان کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا افضل ہونا دائمی ہے۔

## نگی کی دعوت دینے کی ترغیب

یاد رہے کہ نگی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب اور عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کریمت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو اس منصب سے سرفراز فرمادیا اور اس عظیم خوبی کی وجہ سے انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا، لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بقدر توفیق نگی کی دعوت دیتا اور برائی سے منع کرتا رہے۔ احادیث میں نگی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس سے متعلق ۱۲ احادیث درج ذیل ہیں

(۱)۔۔۔ ایک حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی گئی: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ”اپنے ربؐ خذخل سے زیادہ ڈرنے والا، ارشدہ داروں سے صلہ رحمی زیادہ کرنے والا، سب سے زیادہ نگی کا حکم دینے والا اور سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا (سب سے بہتر ہے)۔“

(شعب الایمان، السادس والعمسون من شعب الایمان... الخ، ۶/۲۲۰، الحدیث: ۷۹۵۰)

(۲)۔۔۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہیں نہ شہداء میں سے، لیکن قیامت کے دن انہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء اللہ تعالیٰ کی پارگاہ میں ان کا مقام یکے کر رشک کریں گے، وہ لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں اور وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے زمین پر چلتے ہیں۔ میں نے عرض کی: وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں (یہ بات کون کھش آ رہی ہے) لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ کیسے بنا دیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں تو جب لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے لگتا ہے۔“ (۱)

(کنز العمال، کتاب الاصلاح، قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۲۷۳/۲، الجزء الثالث، الحدیث: ۸۹۰۰)

۱۔۔۔ نگی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کا جذبہ ترغیب پانے اور اس کے فضائل حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا فریضہ ”دعوتِ اسلامی“ کے ساتھ وابستہ ہو جانا ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ اور اگر اہل کتاب (یعنی ایمان لے آئے۔ یعنی اگر اہل کتاب بھی سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ان کیلئے بھی بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان والے ہوئے، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔

لَنْ يُضِرُّكُمْ إِلَّا أَذًى طَوَّافٌ إِنَّ يَأْتِيَكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارُ ثُمَّ لَا يُضُرُّونَ ۝۱۱۱

ترجمہ کنفائض الایمان: وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

ترجمہ کنفائض العرفان: یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿لَنْ يُضِرُّكُمْ إِلَّا أَذًى﴾: یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہودیوں میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، یہودیوں کے سرداران کے دشمن ہو گئے تھے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے، اس پر یہاں آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآية: ۱۱۱، ۱۳۵/۲، الجزء الرابع)

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کر دیا کہ بانی طمن و تفتیح اور وحیدوں کے علاوہ یہ ان مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا اور یہودیوں کا انجام ذلت و رسوائی ہوگا۔ اور اگر یہ اہل کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لائیں گے۔ یہ غیبی خبریں ایسی ہی واقع ہوئیں۔ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی اور یوں یہ غیبی خبر پوری ہوئی۔

صُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الدَّلِيلَةُ أَئِنَّ مَا تَقِفُوا إِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنْ

الثَّالِثُ وَبَاءٌ وَبَغْضٍ مِّنَ اللَّهِ وَضَرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ  
بِأَنَّهُمْ كَانُوا يُكْفَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ  
بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٦﴾

توجہ لکنا لایعنی: ان پر جہادی گئی خواری جہاں ہوں انان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضب  
الہی کے مزار دار ہوئے اور ان پر جہادی گئی محتاجی یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید  
یہ اس لئے کہ نافرمان بردار اور سرکش تھے۔

توجہ لکنا لایعنی: یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مسلط کر دی گئی سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے  
سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی۔  
یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے، اور اس لیے کہ وہ  
نافرمان اور سرکش تھے۔

وَضَرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ: ان پر ذلت مسلط کر دی گئی۔ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی  
لازم کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثناء بھی ہے ”إِلَّا مَنِ اتَّبَعَ“ اللہ وحبلی قن الثَّالِثُ“ سوائے اس  
کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ استثناء کے آنے سے معنی یہ بن گیا  
کہ (یہودیوں پر ذلت و خواری سے کسی صورت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللہ غوثِ غنی کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے  
ساتھ۔ اللہ غوثِ غنی کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل  
کر سکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد و پیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذی بن جائیں یا کافر حکومتوں  
سے بیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔  
فی زمانہ اگر دنیا کی کسی خطے میں کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت وجود میں آئی ہے تو اس حکومت کا قائم ہونا قرآن کریم

یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے کہ بحسب استثناء ”وَحَبْلِ قَوْمٍ ثَلَاثِينَ“ صدیوں سے ذلیل و خوار یہودیوں کی ایک جماعت کو نیا دی عزت مل گئی۔ (لہٰذا یورپ ۱۹۳۵ء بلخا)

لَيْسُوا سَوَاءً ۖ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتَ اللَّهِ أَنْتَ أَتَىٰ  
وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿۳۷﴾

توجیہ کنزالایمان: سب ایک سے نہیں کتا ہیں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گزریوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔

توجیہ کنزالعرفان: یہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ رات کے لمحات میں اللہ کی آیتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

﴿لَيْسُوا سَوَاءً﴾: یہ سب ایک جیسے نہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودی علماء نے جل کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہم میں سے جو ایمان لائے ہیں وہ برے لوگ ہیں، اگر یہ برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔

(تفسیر قرطبی، آل عمران، تحت الآية: ۱۱۳، ۱۳۶/۲، الجزء الرابع)

اور بتایا گیا کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آنے والے ہی تو کام کے آدمی ہیں بقیہ کا حال تو انتہائی بدتر ہے۔ حضرت عطاء و غنہ اللہ تعالیٰ علیہما السلام کا قول ہے کہ یہاں جن لوگوں کی تعریف کی گئی ہے اس سے علاقہ نجران کے 40 آدمی، حبشہ کے 32 آدمی اور روم کے 8 آدمی مراد ہیں کہ جو دین عیسوی پڑھتے، پھر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

(بخاری، آل عمران، تحت الآية: ۱۱۳، ۱/۱، ۲۹-۲۹۱)

آیت مبارکہ ”يَتَّبِعُونَ آيَاتَ اللَّهِ“ سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز و تہجد بہت اعلیٰ عبادت ہے کہ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطور خاص تعریف کی گئی ہے، اس سے نماز و عشاء و تہجد دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان

میں سجدہ بہت افضل ہے کہ سجدے کا بھی بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی ان عبادات سے افضل ہے کیونکہ جو مل کی یکسوئی رات میں ٹیکر ہوتی ہے، دن میں نہیں ہوتی۔ ہمارے بزرگان وین اپنی راتیں عبادت و تلاوت میں گزارا کرتے تھے، چنانچہ حضرت حسین بن علیؑ کرامتیں دیکھنے والے تھے، فرماتے ہیں: میں نے کئی بار حضرت امام شافعیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رات گزاری اور میں نے دیکھا کہ آپ زحبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے اور پچاس آیات سے زیادہ تلاوت نہ کرتے، مگر کبھی زیادہ پڑھتے تو بھی 100 آیات تک لکھتے۔ جب کسی آیت رحمت کی تلاوت کرتے تو بارگاہ الہی غزوٰ غزل میں اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے رحمت ملنے کی دعا کرتے اور جب آیت عذاب پڑھتے تو اس سے پناہ طلب کرتے اور اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات کی دعا کرتے۔

(تاریخ بغداد، ذکر من اسامہ محمد واسم ابیہ الدوس، محمد بن الدوس بن العباس ابو عبد اللہ الشافعی، ۶۱/۲)  
حضرت قاطرہ بنت عبد الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرماتی ہیں ”ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہو لیکن میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص کبھی نہیں دیکھا جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ اپنے رب غزوٰ غزل سے ڈرتا ہو۔ آپ زحبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (رات کے وقت) جب گھر تشریف لاتے تو سجدے میں سر رکھ کر دوتے اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ خیر آپ زحبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھوں پر غالب آجاتی اور رات میں بھر جب بیدار ہوتے تو اسی طرح کرتے۔ (حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبد العزیز، ۲۹۴/۵، رقمہ: ۷۱۷۹) (۱)

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

①۔۔۔ عبادت کی گنجین و شوق پانے اور اس میں یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہمیر الہیست ثابت بنو تہتم اللہ کے تجویز کردہ فی انعامات پر عمل کرنا اور وصیت اسلامی کے ملکی قانون میں مقرر کیا گیا ہے۔

توبۃ کذا یعرفان: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں۔

﴿يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿كَرِهُوا آيَاتَ اللّٰهِ وَآيَاتِ رَسُوْلِهِ﴾: مجموعی طور پر ایمان والوں کے یہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) رات کو عبادت میں قیام کرنا، (۲) نماز پڑھنا، (۳) رات کا ایک حصہ عبادت میں گزارنا، (۴) رات کے وقت قرآن کی تلاوت کرنا، (۵) اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل ایمان رکھنا، (۶) نیکی کا حکم دینا، (۷) برائی سے منع کرنا، (۸) نیکیوں میں سبقت لیجانا، (۹) نیکی کو اختیار کرنا۔ ایک کامل ایمان والے کے بھی ایسی اوصاف ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کاملین میں داخل فرمائے۔

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ ۖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالسَّقِيْنِ ﴿۵﴾

توبۃ کذا یعرفان: اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈروالے۔

توبۃ کذا یعرفان: اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔

﴿فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ﴾: ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ ﴿يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ وہ توبہ گاہ و اٹمی عز و جل میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور وہ تو اپنی نیکیوں کی جزائیں گے جبکہ یہودیوں کی تشنگو بے معنی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ سَيَا ۤءٌ وَّ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۶﴾

توبۃ کذا یعرفان: وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔



توجہ دیکھو: وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچا نہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

لَنْ تَغْنِي عَنْكُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا: ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچا نہ سکیں گے۔ یہ شانِ نزول: یہ آیت بنی ثریذہ اور بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہودی سرداروں نے مال و دولت کی خاطر سرکارِ عالمی و قاریہ کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مال و اولاد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں ناحق اپنی عاقبت پر باد کر رہے ہیں۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية ۱۱۶، ۲۹۱/۱)

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکینِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ابوجہل کو اپنی دولت پر بڑا فخر تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے متعلق عام ہے۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآية ۱۱۶، ۳۳۵/۳-۳۳۶)

ان سب کو بتایا گیا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی کام آنے والا اور عذابِ الہی سے بچانے والا نہیں۔ صرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے وابستہ ہونے ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ  
أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتُهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ  
وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

توجہ دیکھو: کہات اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی بھٹی پر پڑی جو اپنا ہی بھرا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔

توجہ دیکھو: اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید شعلہ ہو، وہ

ہو کسی ایسی قوم کی کہیں کو چاہیے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو تو وہ ہوا اس کہتی کو ہلاک کروے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

﴿مَثَلُ مَا يُبْذَرُ فِي تِلْكَ الْأَرْضِ﴾ اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرنے والوں کی مثال۔ ﴿الْحَبِّ﴾ اس آیت میں کافر کے خرچ اور یاری کاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریا کاری ایسے جاہ کرویتی ہے جیسے برفانی ہوا کہی کو بر باد کرتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ کوئی ظلم و زیادتی نہیں بلکہ یہ ان کے کفر یا نفاق یا ریا کاری کا انجام ہے تو یہ خود ان کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ اس خرچ سے یہودیوں کا وہ خرچ مراد ہے جو وہ اپنے علماء اور سرداروں پر کرتے تھے، وہ خرچ بے فائدہ ہے، اس کا انہیں کوئی ثواب نہ ملے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں اس سے کفار کے تمام صدقات مراد ہیں کہ ان کا کوئی ثواب نہیں اور وہ صدقات ضائع ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں ریا کار کا خرچ کرنا مراد ہے

(محاذ، ال عمران، تحت الآیہ ۱۱۷، ۱/۲۹۹-۲۹۸)

کیونکہ اس کا خرچ کرنا دنیاوی نفع کے لئے ہوگا یا آخرت کے نفع کے لئے۔ اگر صرف دنیاوی نفع کے لئے ہو تو آخرت میں اس سے کیا فائدہ اور ریا کار کو تو آخرت اور رضائے الہی مقصود ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مل تو دکھاوے اور نمائش کے لئے ہوتا ہے ایسے عمل کا آخرت میں کیا نفع ہوگا جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ اگرچہ آخرت کی نیت سے بھی خرچ کرے تو نفع نہیں پاسکتا، ان لوگوں کے لئے وہ مثال بالکل مطابق ہے جو اس آیت میں ذکر فرمائی جا رہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَاغَةٍ مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْتُونَكُم بِآلٍ وَلَا  
وَدٍّ وَلَا مَاعٍ إِنَّكُمْ قَدْ بَدَدْتُمُ الْبَعْضَ مِمَّنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفُونَ  
صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٥٠﴾

توجہ لکھنا ایمان: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں گئی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی  
ایذا تمہیں پہنچے ان کی باتوں سے جھلک اٹھاؤ وہ جو سچے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں  
اگر تمہیں عقل ہو۔

توحیدۃ کلمۃ العزفان: اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ چٹک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ چٹک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آئیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

﴿لَا تَتَّبِعُوا الْاَیْمَانَ ذُوْیَ ظُلُمٍ﴾: غیروں کو راز دار نہ بناؤ۔ بعض مسلمان اپنے قربت دار اور رشتہ دار یہودیوں وغیرہ سے قربت پانڈوں کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیت کریماتی۔

(صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸، ۱/۳۰۶)

### کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات

اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستانہ تعلقات، ولی محبت و اخلاص حرام ہے اور انہیں اپنا راز دار بنانا بھی ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کی نہیں کرتے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حکمران کافروں اور مرتدوں کو ہم ترین مہمدوں پر نہ لگائے جس سے یہ لوگ غداری کرنے کا موقعہ پائیں کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں نیز ان کی دشمنیاں ان کے الفاظ اور کردار سے ظاہر ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتا رہتا ہے۔ جب زبانی دشمنی بھی سامنے آتی رہتی ہے تو جو دشمنی اور مسلمانوں سے بغض و عداوت ان کے دلوں میں ہوگی وہ کس قدر ہوگی؟ یقیناً ان کے دلوں میں موجود دشمنی ظاہری دشمنی سے بڑھ کر ہے۔ لہذا اے مسلمانو! ان سے دوستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔ قرآن پاک کی جامعیت اور حقانیت کو اگر سمجھنا ہو تو ان آیات کو سامنے رکھ کر تمام دنیا کے مسلمان اور کافر ممالک کے حالات کا جائزہ لیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ نہیں ہے؟ یقیناً سچ ہے۔ تاریخ عالم، تاریخ اسلام اور موجودہ حالات تمام کے تمام قرآن کی ان آیات کی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ابھی بھی ہماری آنکھیں خواب غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہی کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مان رہے ہیں جنہیں اپنے راز بتانے سے بھی اللہ تعالیٰ ہمیں منع فرما رہا ہے۔

هَآئِنتُمْ اُولَآءِ تَتَّبِعُوْنَهُمْ وَلَا يُجِوْنُكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا

لَقَوْمٌ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ  
 قُلْ مُؤْتُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ مَا كَفَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۹

توجہ دیکھنا ایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چاکیں غصہ سے تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی ٹھٹھن (تھی ملن) میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

توجہ دیکھنا العرفان: خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تمہاری میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو، اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔

﴿ثُمَّ يُخَوِّفُهُمْ وَلَا يَجِدُهُمْ تَكْتُمُ﴾: تم انہیں چاہے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بناء پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور بنی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہو اور ان کی کتابوں پر بھی لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اسے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان میں سے جو منافقین ہیں ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تمہاری میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو اے مسلمانو! تم ان سے بچو۔ ان کے اس غیض و غضب پر اے حبیب! اُصَلِّ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلِّمْ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ آپ ان سے فرمادیں کہ تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اس ملن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو کہ اس وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑے گا البتہ تمہارے لئے یہ غصہ عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔

إِنْ تَسْأَلُكُمْ حَسَنَةٌ تَسْأَلُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُكُمْ سَيِّئَةٌ تَفَرُّوا بِهَا وَإِنْ  
تَضَرُّوا أَوْ تَظْهَرُوا أَلَيْسَ لَكُمْ كَيْدٌ هُمْ سَيِّئٌ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کیے رہو تو ان کا دامن تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ بلکہ ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔

ترجمہ کنزالایمان: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا کمر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بلکہ اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔

وَإِنْ تَسْأَلُكُمْ حَسَنَةٌ تَسْأَلُكُمْ: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے۔ کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں لہذا مسلمانوں کو کافروں سے محبت و دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔ ان کے مقابلے میں مسلمان اگر صبر اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالیں تو کافروں کا کوئی دامن مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔

وَإِذْ عَدُوٌّ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَيِّئٌ عَلِيمٌ ﴿١٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو اے حبیب! جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ متانتا جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

وَإِذْ عَدُوٌّ مِنْ أَهْلِكَ: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکلے۔ یہاں سے غزوہ احد کا بیان ہو رہا ہے اور اس کے بعد غزوہ بدر کا تذکرہ ہے۔

## جنگ احد کا بیان

یہاں رکوع کی ابتداء میں جنگ احد کا بیان ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جب بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا، اس لئے انہوں نے انتقام کے ارادے سے مسلمانوں سے جنگ کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کر لیا۔ جب سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکر کفار احد میں پہنچا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام و جنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشورہ فرمایا، اس مشورے میں منافقوں کے سرور عبداللہ بن ابی بن سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے پہلے کبھی کسی مشورے کے لئے نہیں بلایا گیا تھا۔ اکثر انصار کی اور عبداللہ بن ابی کی یہ رائے تھی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب ان سے مقابلہ کیا جائے۔ یہی سرکارِ بدو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی تھی لیکن بعض صحابہ کرام و جنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے اور اس پر انہوں نے اصرار کیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولتِ کدہ میں تشریف لے گئے اور اس طرح زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اب تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ان صحابہ و جنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمت ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی، اس کو معاف فرمائیے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ ہو وہی کیجئے، ہم حاضر ہیں۔“ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”تمہی کی شان کے لائق نہیں کہ تمہارا بہن کر جنگ سے پہلے آتا رہے۔“

مشرکین دو تین دن سے احد میں پہنچے ہوئے تھے۔ سلطانِ حزبِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال 3 ہجری بروز اتوار احد میں پہنچے اور پہاڑ کا ایک درہ جو لشکرِ اسلام کے پیچھے تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پشت پرے آکر حملہ کرے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مجمر و جنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مقرر فرمایا کہ اگر تمہوں اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ دفع کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست ہو۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف کیے جانے کی وجہ سے برہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تو عمر لڑکوں کا کہنا تو مانا اور میری بات کی پروا نہ کی۔ اس عبداللہ بن ابی کے ساتھ تین مومن تھے ان سے اس نے کہا کہ جب دشمن لشکرِ اسلام کے مقابل آجائے اُس وقت بھاگ جانا تاکہ لشکرِ اسلام میں اتاری پھیل جائے

اور تمہیں دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد ان منافقین سمیت ایک ہزار تھی اور مشرکین تین ہزار تھے۔ مقابلہ شروع ہوا تو ہی عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سونافقوں کو لے کر بھاگ نکلا اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سات سو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کثرت قدم رکھا یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی۔ مسلمان مشرکوں کے پیچھے بھاگے تو پہاڑی درے پر موجود صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں قائم رہنے کے لئے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھا دیا کہ بدر میں اللہ غزوئی کو اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی جبکہ یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور کر دی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ فیلکھا و مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت رہ گئی جس میں حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اسی جنگ میں دندانہ اقدس شہید ہوئے اور چہرہ اقدس پر ذمہ آیا۔ اسی کے حقیق بیامیہ کریم نازل ہوئی۔

(بخاری، ال عمران، تحت الآية ۱۶۱، ۱۶۲-۱۶۱)

**اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ اَنْ تَفْشَلُوا۟ وَاللّٰهُ وَلِيُّهَا ۖ وَعَلَى اللّٰهِ**  
**فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾**

ترجمہ کنزالایمان: جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ غامدی کر جائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمہ کنزالعرفان: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ یزولی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ اَنْ تَفْشَلُوا۟﴾: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ یزولی دکھائیں۔ یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خزرج سے تھا اور ایک بنی حارث جس کا تعلق آؤس سے تھا۔ یہ دونوں لشکر کے بازو تھے، جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق بھاگا تو ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم

فرمایا اور انہیں اس سے محفوظ رکھا اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ یہاں اس نعمت و احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کے آخر میں توکل کی عظمت کو بھی بیان فرمایا۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا کام کسی کے سپرد کر کے اس پر اعتماد کرنا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ (احیاء العلوم، کتاب التوحید و التوکل و الشطر الثانی، بیان حال التوکل، ۳۲۱/۴، ملخصاً)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۷﴾

توجہ کثرت الایمان: اور جبکہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم ہائل تھے تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار نہ ہو۔

توجہ کثرت البصائر: اور جبکہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم ہائل تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار رہ جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ﴾ اور جبکہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ ﴿یہاں اللہ غزو غزائے عظیم احسان کو بیان فرما رہا ہے کہ غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ہتھیاروں اور سواروں کی بھی کمی تھی جبکہ کفار تعداد اور جنگی قوت میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کفار پر فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان ۳۱۳ تھے جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار۔ ہر ایک کنواں ہے جو ایک شخص بدر بن عامر نے کھودا تھا، اس کے نام پر اس علاقے کا نام "بدر" ہو گیا۔ (یہ علاقہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے)

(صاوی، الی عمرانہ تحت الآیہ: ۱۲۳، ۱/۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مدد کرنا ہے

اس آیت مبارکہ سے اہلسنت کا ایک عظیم عقیدہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب بدر میں مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتے نازل ہوئے جیسا کہ انگی آیتوں میں موجود ہے، جنگ میں فرشتے لڑے، انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی لیکن ان کی مدد کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ غزو غزائے عظیم کے پیارے جب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدد فرماتے ہیں تو وہ اللہ غزو غزائے عظیم کی مدد ہوتی ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء مخلصینہ اللہ تعالیٰ غلبہم جو مدد فرمائیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد قرار پائے گی اور اسے کفر و شرک نہیں کہا جائے گا۔



اَذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُبَدِّلَكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ  
مِّنَ الْمَلَكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿٦٠﴾ بَلَىٰ ۚ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَاْتُوكُم مِّنْ  
فَوْرِهِمْ هٰذَا يُبَدِّلْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿٦١﴾

توجہ دیکھا اللہ: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے  
تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار  
فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

توجہ دیکھا العرفان: یاد کرو اے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین  
ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ  
آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ: جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے۔ ﴿فَيُهَاجِرُوا وَبَيْنَهُمُ الْمَلِكُ فَتَالِي عَلَيْهِ ذَا﴾ و سَلَّمَ نے صحابہ کرام  
ذہبیؓ کے ساتھ کو حوصلہ دیتے ہوئے اور ان کی ہمت بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”تم اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں  
یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔ اس کے بعد فرمان ہے کہ تین ہزار فرشتوں  
کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور اس وقت دشمن تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار مسافر فرشتوں  
کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ ایک قیمتی خبر تھی جو بعد میں پوری ہوئی اور صحابہ کرام ذہبیؓ اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر و تقویٰ  
کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں کو نازل فرمایا جنہوں نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔

واقعہ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت اور واقعہ سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)..... بدر میں سرت سرت لڑنے والے تمام مہاجرین و انصار صابر اور تقیٰ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اتار کے بھیجے

صبر اور تقویٰ کی شرط رکھی تھی اور چونکہ فرشتے بعد میں نازل ہوئے تو اس سے معلوم ہوا کہ شرط پائی گئی تھی، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صبر و تقویٰ کا مظاہرہ کیا تھا، لہذا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر اور تقویٰ پر قرآن گواہ ہے۔ (2)..... بدر میں شکر طیف لائے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں کہ رب عز و جل نے ان پر خاص نشان لگا دیئے تھے جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہو گئے اور احادیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے کہ بدر میں اترنے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

(3)..... سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اور مجاہدین کی مدد اعلیٰ عبادت ہے کہ یہ فرشتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد کیلئے نازل ہوئے اور دوسرے فرشتوں سے افضل قرار پائے۔ لہذا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام مسلمانوں سے افضل ہیں کہ یہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں حضور رب الملائک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت نصیب ہوئی۔ حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ نے صحابہ بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرمایا ”تم جو چاہے مل کر تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔“ (بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدر، ۱۶/۳، الحدیث: ۳۹۸۳)

شہداء بدری کی فضیلت پر ضحاک دلات کرنے والی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”غزوہ بدر کے دن حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ مجھے حارث کتنا پیارا تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں مبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اور اگر خدا نخواستہ معاملہ برعکس ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تجھ پر افسوس ہے، کیا تو بچی ہو گئی ہے؟ کیا خدا کی ایک سی جنت ہے؟ اس کی بہتیں تو بہت ساری ہیں اور بے شک حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت الفردوس میں ہے۔“ (بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدر، ۱۶/۳، الحدیث: ۳۹۸۲)

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۖ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا  
مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۶﴾

توبہ کذا الذین: اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس ہے۔

توبہ کذا الذین: اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو ہر دست ہے حکمت والا ہے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ: اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا۔ کھرایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد فرمائی وہ صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا اور دشمن کی کفرت اور اپنی جھٹ سے تمہیں پریشانی اور بے قراری نہ ہو۔ مسلمانوں کو دیسے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اللہ غزو غزائی کی طرف سے ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ بندہ صرف اسباب پر نہیں بلکہ مستحب الاسباب پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔

صحابہ کرام رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی صلت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ ان کی خوشی کیلئے ان کی مدد کی گئی۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿۱۷۵﴾

توبہ کذا الذین: اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔

توبہ کذا الذین: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل و رسوا کر دے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے۔ کھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار رکھے جائیں اور اس کے ذریعے کافروں کی قوت ختم ہو، چنانچہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ  
ظَالِمُونَ ﴿٣٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يُعْذِرُ مَن يَشَاءُ  
وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توپ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، اللہ چاہے تو انہیں توپ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ کچھ ہجرت کے جو تھے سال سفر کے مہینے میں سرکار عالی و قار ضلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ستر قاری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مکہ اور حجاز کے درمیان ایک جگہ بزمِ معونہ کی طرف بھیجا تاکہ وہاں لوگوں کو قرآن پاک اور وحیِ مساکل کی تعلیم دیں، عامر بن طفیل نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا، ان کافروں کے خلاف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بربادی کی دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو روک دیا، اس کے متعلق یہ آیت کریمہ ستر ہے۔

(مسعودی، ال عمران، تحت الآیہ: ۱۲۸-۳۱۱/۱-۳۱۲، مدارک، ال عمران، تحت الآیہ: ۱۲۸، ص ۱۸۱، ملقط)

اور فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ان کیلئے کوئی دعا نہ کریں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توپ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی وہ مبارک تربیت ہے جو رب العالمین عز و جل نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کمال رہنمائی فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمُ الرِّبَا أَوْضَاعًا مُّضَاعَفَةً ۖ

## وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! ڈرنا ڈرو گناہوں سے اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بَاطِلًا مِّنْ دُونِهَا سَوْءٌ مَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾: ڈرنا ڈرو گناہوں سے اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔  
قراردیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں سود کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ جب سود کی ادائیگی کی مدت آتی، اگر اس وقت مقروض ادا نہ کر پاتا تو قرض ہو سود کی مقدار میں اضافہ کر دیتا اور یہ عمل مسلسل کیا جاتا رہتا۔ اسے ڈرنا ڈرو گناہ کہا جا رہا ہے۔

### سود سے متعلق وعیدیں

سود حرام قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت 275-276-278 میں بھی سود کی حرمت کا بیان موجود ہے اور حدیث میں ہے۔

(1)..... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة باب لمن أكل الربوا مؤكله ص ۸۶۲، الحدیث: ۱۰۶ (۱۵۹۹))

(2)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سود کا گناہ 73 درجے ہے، ان میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔“

(مستدرک، کتاب البیوع، ۱۱ لری الوما عرض الرجل المسلم، ۳۳۸/۲، الحدیث: ۲۳۰۶)

(3)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مرد و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سود کا ایک درہم جو آدمی کو ملتا ہے اس کے 36 بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔“

(شعب الایمان، الثامن والثلثون من شعب الایمان، ۳۹۵/۴، الحدیث: ۵۰۲۳)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی مانند بڑے تھے اور ان میں سانپ تھے جو باہر

سے نظر آ رہے تھے، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو سوکھاتے تھے۔ (ابن ماجہ، کتاب الصحار، باب التغلیظ فی الریاء، ۷/۱۳، الحدیث: ۲۲۷۳)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کر لینے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے لوگوں سے ”اے ایمان والو“ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ  
وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۱﴾

تہجد کثرتاً لا یعلم: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان و زمین آجائیں  
پر تیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

تہجد کثرتاً لا یعلم: اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر  
ہے۔ وہ پر تیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔ پھر فرمایا گیا کہ گناہوں سے توبہ کر کے،  
اللہ عزوجل کے فراموش گواہ کر کے، نیکوں پر عمل پیرا ہو کر اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کر کے اپنے رب عزوجل کی بخشش  
اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز  
دیکھتے ہیں وہ آسمان و زمین ہی ہے، اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ترتیب سے ایک لائن  
میں رکھ کر جوڑ دیا جائے تو جو وسعت بنے گی اُس سے جنت کی چوڑائی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جنت کتنی وسیع ہے۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں؟ فرمایا: کون سی زمین  
اور کون سا آسمان ایسا ہے جس میں جنت ہو سکے۔ عرض کیا گیا: پھر کہاں ہے؟ فرمایا: آسمانوں کے اوپر، عرش کے نیچے۔  
(بخاری، ال عمران، تحت الآیة ۱۰۳۳، ۱/۳۰۶)

جنت نہایت عظیم الشان جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دیرار کا مقام ہے۔ قرآن پاک میں جنت کی  
عظمت کو کثرت بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہمیں جنت الفردوس  
میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ یہ بات بھی سامنے رکھیں کہ اس آیت اور  
اس سے اوپر کی آیت ”وَالَّذِينَ آمَنُوا كَثُرُوا أَصْحَابُ الْجَنَّةِ الْكُبْرَىٰ“ سے ثابت ہوا کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور دونوں  
موجود ہیں کیونکہ دونوں آیتوں میں ماضی کے زمانے میں جنت دوزخ کے تیار ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينِ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور ایک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ ایک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ﴾: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ﴿الْعَافِينَ﴾: عفو کرنے والے۔ عفو کا معنی معاف کرنا ہے۔ (۱) خوشحالی اور تنگدستی دونوں حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، (۲) غصہ پی چانا، (۳) لوگوں کو معاف کر دینا، (۴) احسان کرنا۔

### راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترقیب

راہِ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَتَقَعُّمْ قَرْنًا يَحْنُ وَهُمْ يُحِيلُهُ ۖ وَهُمْ حَذِذَ الزُّرْقَيْنِ ﴿٣٩﴾

اور ارشاد فرمایا:

ترجمہ کنزالعرفان: جبکہ وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور تم سے دینے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ تمہاری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ انکی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز چاہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب پر بھر دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے جبکہ وہ بے شک والا اور فرمانے والا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقْلَسُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوا أَوْسَارَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ نَّبْذِلَهُمْ ۚ يُؤْمَرُونَ بِأَعْمَارِهِمْ ۖ وَيَنْزِلُهُمْ ۖ إِنَّهُ عَفْوَ غَنَّا ۚ ﴿٣٩﴾

(فاطر: ۳۹-۴۰)



اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے“ خرچ کر دو تم پر خرچ کیا جائے گا۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب وکان عرشہ علی الماء، ۲۴۵/۳، الحدیث: ۲۶۸۴، مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی النفقة و تبشیر العتق بالعتق، ص ۴۹۸، الحدیث: ۴۹۳۶)

یعنی تم خدا غزوئہ کی راہ میں خرچ کرو، تمہیں اللہ غزوئہ کی رحمت سے ملے گا۔

### غصے پر قابو پانے کے چار فضائل

احادیث میں غصے پر قابو پانے کے کثیر فضائل مذکور ہیں ان میں سے ۴ فضائل درج ذیل ہیں۔

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بہارِ دو جنس جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پتھاڑ دے بلکہ بہارِ دو ہے جو غصہ کے وقت خود کو قاتل بولیں رکھے۔“

(بخاری، کتاب الادب، باب الحلو من الغضب، ۱۳/۴، الحدیث: ۶۱۱۴)

(۲)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا، اللہ غزوئہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے غصے کو روکے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک دے گا اور جو اللہ غزوئہ سے عذر کرے گا، اللہ غزوئہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔“

(شعب الایمان، السابع والعشرون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... إلخ، ۳۱۵/۶، الحدیث: ۸۳۱۱)

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے“ جو اپنے غصہ میں مجھے یاد رکھے گا میں اسے اپنے حلال کے وقت یاد کروں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اسے ہلاک نہ کروں گا۔“

(فردوس الاحیاء، باب الغاف، ۱۳۷/۲، الحدیث: ۴۴۷۶)

(۴)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بندے نے غصہ کا گھونٹ پیا، اس سے بڑھ کر اللہ غزوئہ کے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں۔“

(شعب الایمان، السابع والعشرون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... إلخ، ۳۱۴/۶، الحدیث: ۸۳۰۷)

①..... غصے کی عادت ختم کرنے کے لئے امیرِ اہلسنت وکرامت حضرت امام غزالیؒ کا رسالہ ”غصے کا علاج“ پڑھنا بہت فائدہ مند ہے۔



نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس نے عرض کی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَالْكَافِرِينَ الْهَيْكَلُ ”اور غصہ پینے والے“ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس نے پھر عرض کی: وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ”اور لوگوں سے درگزر کرنے والے“ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔ پھر عرض گزار ہوئی: قَالَ اللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَعَسِّبِينَ ”اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے“ ارشاد فرمایا: جَا التَّوَالَةَ تَعَالَىٰ کی رضا کے لئے آزا ہو۔

(ابن عساکر، ذکر من اسما علی، علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب، ۳۸۷/۴)

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا  
لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ اللَّهُ ذُنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَىٰ مَافَعَلُوا  
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ مَنَّمْ مَغْفِرَةً مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتْ تَجْرِي مِنْ  
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سو اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسوں کا بدلہ ان کے رب کی بخشش اور رحمتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (نیک لوگوں) کا کیا اچھا نیک (انعام، حصہ) ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کر لیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ رحمتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا الذُّنُوبَ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ ﴿۳۷﴾ اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ پھر بڑے گاروں کے اوصاف

کا بیان جاری ہے اور یہاں ان کا حریف ایک وصف بیان فرمایا، وہ یہ کہ اگر اُن سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو وہ فوراً اللہ غفور ذی غفرلہ کو یاد کر کے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور آئندہ کیلئے اس سے باز رہنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں اور اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اور یہی مقبول توبہ کی شرائط ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ”تبیان نامی ایک کھجور فروش کے پاس ایک حسین عورت کھجوریں خریدنے آئی۔ دکاندار نے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں ہیں، بہترین کھجوریں گھر میں ہیں، یہ کہہ کر اس عورت کو گھر لے گیا اور وہاں جا کر اس کا بوسہ لے لیا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ اس عورت نے کہا: اللہ غفور ذی غفرلہ سے ڈر۔ یہ سنتے ہی تبیان نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور شرمندہ ہو کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ”وہ مخصوص میں بڑا یا رہتا، ان میں سے ایک جہاؤ کے لئے گیا اور اپنا گھر یا دوسرے کے سپرد کر گیا۔ ایک روز اُس عباد کی بیوی نے اُس انصاری سے گوشت منگایا، وہ آدمی گوشت لے آیا، جب اُس عباد کی بیوی نے گوشت لینے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ہاتھ چوم لیا لیکن چوتھے ہی اسے سخت شرمندگی ہوئی اور وہ جنگل میں نکل گیا اور منت پر طمانچہ مارنا اور سر پر خاک ڈالنا شروع کر دی۔ جب وہ عباد اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے اپنے اُس دوست کا حال پوچھا۔ عورت بولی کہ اللہ غفور ذی غفرلہ ایسے دوست سے بچائے۔ وہ عباد اُس کو تلاش کر کے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ اس کے حق میں یہ آیات اتریں۔ (حازنہ ال عمران تحت الآیہ: ۱۳۵، ۳۰۲/۱)

ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں واقعات اس آیت کا شان نزول ہوں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ترجمہ کنزالاعرفان: تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

﴿فَإِنْ حَکَمْتَ مِنْ قَبْلِکُمْ سُنُّنٌ﴾ جم سے پہلے کی طریقے گزر چکے ہیں۔ اے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے لوگو! کافروں کو شروع میں مہلت دینے اور پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے تم سے پہلے بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی حرص اور اس کی لذت کی طلب میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی مخالفت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر بھی مہلتیں عطا فرمائیں۔ اس کے باوجود وہ راہ راست پر نہ آئے تو انہیں ان کے اعمال کے سبب مختلف عذابوں کے ذریعے ہلاک و برباد کر دیا۔ تو اے لوگو! ان زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے کفار آباد تھے جنہوں نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی، جس کی وجہ سے ان پر عذاب الہی آیا اور وہ تباہ کر دیے گئے۔ ان کی اجڑی بقیات و پیکرِ کربرت پکڑو اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ یاد رہے کہ کربرت و نصیحت اور صحیح مقصد کیلئے سیرو سیاحت کرنے میں بہت فوائد ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ جیسے عذاب کی جگہ جا کر کربرت حاصل ہوتی ہے ایسے ہی رحمت کی جگہ جا کر برکت و نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کسی ولی کے مزار پر جائیں تو جا کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دنیا میں ہی کسی عزت افزائی فرماتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کسی محبت ڈال دیتا ہے؟ اس لئے ایسی رحمت والی جگہوں پر بھی برکت و نصیحت کیلئے جانا چاہیے۔

### هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۵۹﴾

توجہ! کفار و ایمان: یہ لوگوں کو بتاتا اور راہ دکھاتا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

توجہ! کفار و ایمان: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے۔

﴿هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى﴾ یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے۔ قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور نصیحت کیلئے نازل فرمایا لہذا قرآن کا حق ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت اس پر ہلو کو بھی سامنے رکھا جائے اور اس میں مذکور اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کی تفسیر کی تائید فرمائی کرنے والی قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کے بارے میں پڑھ کر کربرت اور نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

### وَلَا تَهْمُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۶۰﴾

توبۃ کذا لا ایمان: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

نفسہ کذا العرفان: اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔

﴿وَلَا تَهِنُوا﴾ اور سستی نہ کرو۔ ﴿وَعَزَّوْا﴾ اُحد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غزوہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل تھے۔ ان کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ جنگ اُحد میں جو تمہارے ساتھ پیش آیا ہے اس کی وجہ سے غم نہ کرو اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جنگ بدر میں شکست کے باوجود ان کافروں نے ہمت نہ ہاری اور تم سے مقابلہ کرنے میں سستی سے کام نہ لیا تو تمہیں بھی سستی اور کم ہمتی نہیں کرنی چاہئے لہذا تم ہمت جواں رکھو۔ اگر تم سچے ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارک میں مسلمانوں کو ہر طرف فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

إِنْ يَسْسُكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۖ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ  
نُذِرُ لَهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ  
شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝

توبۃ کذا لا ایمان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پانچے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کر اے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

توبۃ کذا العرفان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پانچے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان بھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کر اے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرماوے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿اِنَّ يَنْسَنُكُمْ قَوْمًا﴾: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ ﴿اِنَّ آيَةَ كَاغْلَاہِ كَچھ یوں ہے کہ اے مسلمانو! یاد رکھو کہ اگر اس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس سے پہلے میدانِ بدر میں پانچے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی۔ نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کبھار جو کافروں کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان میں کون ہر حال میں صبر و استقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے تو کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں، لہذا ہر حال میں اللہ غزوہٴ خیبر کی رضا پر راضی رہو۔ ورنہ: یہاں آیاتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو بار بار بلند ہمت، باحوصلہ، چست اور ہوشیار ہونے کا فرمایا ہے اور کم ہمتی، سستی و کاہلی سے منع فرمایا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان      گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

وَلِيُخَيِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَسْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱﴾

توجہ: تِلْكَ الْآيَاتُ: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا کھمار کرے اور کافروں کو مٹا دے۔

توجہ: تِلْكَ الْآيَاتُ: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو کھمار دے اور کافروں کو مٹا دے۔

﴿وَلِيُخَيِّصَ اللَّهُ﴾: اور اس لئے کہ اللہ کھمار دے۔ ﴿اِنَّ كَاغْلَاہِ﴾ سے جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ کافروں سے جو مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمان جن کفار کو قتل کرتے ہیں تو یہ کفار کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ  
وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿۲﴾

توجہ کثرت الایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے عاز یوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

توجہ کثرت البصر: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (عی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

﴿وَأَمْرٌ حَسْبُكُمْ﴾: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ کیا یہاں مسلمان پر آنے والی آزمائشوں کی حکمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار اور حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یا درگھو کہ تمہارا امتحان کیا جائے گا، تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ عز و جل کی رضا کے لئے کیسے غم کھاتے اور تکلیف اٹھاتے ہو اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ تھوڑی سی تکلیف پر جلتا اٹھنا اور وہائی دینا شروع کر دینا ایمان والوں کا شیوہ نہیں۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا، اللہ عز و جل کی راہ میں قربانی دینا پڑے گی اور ہر حال میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔

زباں پہ شکوہ رنج و آہ لایا نہیں کرتے      نبی کے نام لیا تم سے تمہارا نہیں کرتے  
اس میں اُن لوگوں کو سرزنش (سب) ہے جو اُحد کے دن کفار کے مقابلہ سے بھاگے تھے۔ نیز اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے اعمال اور احوال پر غور کرنا چاہیے کہ اگر ہمیں راہِ خدا میں ایسا مال و وقت دینا پڑے تو ہم اس میں کتنا پورا اترتے ہیں؟ افسوس کہ ہماری حالت کچھ اچھی نہیں۔ فضولیات میں خرچ کرنے کیلئے پیسہ بھی ہے اور وقت بھی لیکن اللہ عز و جل کی راہ میں خرچ کرتے وقت نہ پیسہ باقی رہتا ہے اور نہ وقت۔  
صحیحہ: آیت میں علم کا لفظ ہے، یہاں اس سے مراد آزمائش کرنا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَسْنُونَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۰۰﴾

توجہ کثرت الایمان: اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔



توحید کا لفظ عرفان: اور تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔

﴿وَأَنقَذَ لَكُم مِّنَ ظُلُمٍ مِّنَ الْمَوْتِ﴾ اور تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔ جب بدر کے شہداء کے درجے اور مرتبے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان بیان فرمائے گئے تو جو مسلمان غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے انہیں حسرت ہوئی اور انہوں نے آرزو کی کہ کاش کسی جہاد میں انہیں حاضری میسر آئے اور شہادت کے درجات ملیں، انہی لوگوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اُحد پر جانے کے لئے اصرار کیا تھا اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی،

(مبارک، آل عمران، تحت الآية ۱۴۳، ص ۱۸۸)

کہ پہلے تو شہادت کی موت کی تمنا کرتے تھے مگر جب میدان جنگ میں پہنچے تو بھاگنے لگے، یہ کیا ہے؟ یہ گویا ان کی نصیم ہے یعنی انہیں سمجھایا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ  
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَئِن يَضُرَّ اللَّهُ  
شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۰﴾

توحید کا لفظ ایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اٹکے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اٹکے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عقرب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

توحید کا لفظ عرفان: اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم اٹکے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو اٹکے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عقرب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا۔

﴿وَعَامَّةٌ مِّنَ الْأَنرِ مَسْنُونٌ﴾ اور محمد تو ایک رسول ہی ہیں۔ کچھ شانِ نزول: جنگِ اُحد میں جب کافروں نے شور مچایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ شہور کر دی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہت اضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے لیکن پھر جب خدا کی گئی کہ سرکارِ عالمی و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحیح سلامت تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت واپس آ گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یوں بھاگ جانے پر ملامت کی تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے ماں، باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا۔ اس پر یہ آج کریمؐ نازل ہوئی

(تفسیر کبیرہ آل عمرانہ تحت الآیۃ ۱۴۴ ص ۳۷۶/۳)

اور فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو جاتے یا ان کا وصال ہو جاتا تو بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی اور اس کی حمایت لازم رہتی کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں لیکن ان کے پیروکار ان کے بعد ان کے دین پر قائم رہے۔ رسولوں علیہم السلام کی بحث کا مقصد تو رسالت کی تبلیغ اور اللہ عز و جل کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود ہونا تو جیسے پہلے رسول گزر گئے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر ثابت قدم رہو۔ یہ کیا بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ان کے دین ہی سے پھر چاؤ۔ جو ایسا کرے گا وہ اللہ عز و جل کا تو کچھ نہیں پاؤں گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا جبکہ جو دین اسلام سے نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے وہ شکرگزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اپنی ثابت قدمی سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب و جزا کا امیدوار ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبْنَا مُوَجَّلَاتُ وَمَنْ يُرِدْ

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُوْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُوْتِهِ مِنْهَا ۖ

وَسَنَجْزِي الشَّكْرِينَ ﴿۳۹﴾

توجہ کثرت الایمان: اور کوئی جان بے حکم خدا نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

توجہ کثرت الایمان: اور کوئی جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں سکتی، سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا کچھ انعام دیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور جو قریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے۔

﴿كَيْتَبُا مَوَ جَلَا﴾: سب کا وقت لکھا ہوا ہے۔ ﴿اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ پر جبری بنایا جا رہا ہے کہ کوئی شخص بغیر حکم الہی کے نہیں سکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنے ہی تباہ کن میدان جنگ میں داخل ہو جائے، جبکہ اس کے برعکس جب موت کا وقت آتا ہے تو کوئی تدبیر نہیں بچا سکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کر لے اور قلعوں میں جا چھپے کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے، وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

﴿وَمَنْ يَشْرِ يُوْذُوْا ثَوْبَ الْاَلْبِيْا﴾: اور جو دنیا کا انعام چاہتا ہے۔ ﴿یہاں سے لوگوں کے دگر دہول کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے اور اس کے عمل سے صرف دنیا کا حصول مقصود ہوتا ہے ہم اسے دنیا دہیتے ہیں یعنی اُس کے عمل پر اُسے دنیا کا فائدہ مل جاتا ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں لہذا آخرت کے ثواب سے وہ محروم رہتا ہے۔ جبکہ جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب ہوتا ہے اسے اخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے اور دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے۔

### اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے

اس سے معلوم ہوا اعمال میں دار و مدار نیت پر ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے "اِنَّمَا اَلْاَعْمَالُ

بِالنِّيَّاتِ" اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

(بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۱، الحدیث: ۱)

جیسے یہاں جہاد کی بات چل رہی ہے تو جس کا مقصد جہاد سے صرف شہرت، دولت اور مال نیت ہوگا،

ہوسکتا ہے کہ اسے یہ چیزیں مل جائیں لیکن آخرت کا ثواب ہرگز نہیں ملے گا جبکہ اگر وہ آخرت کا طلبگار ہو تو آخرت کا ثواب تو اسے ملے گا، اس کے ساتھ وہ عزت و شہرت اور مالی غنیمت سے بھی محروم نہیں رہے گا۔

وَكَايْنِ مَنْ يُبِي قَتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهْنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿۳۱﴾

توجہ دیکھنا! ایسا: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ ست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ ڈرے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

نوجہ دیکھنا! ایسا: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں کچھنے والی تکلیفوں کی وجہ سے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) ڈرے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَكَايْنِ مَنْ يُبِي قَتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ﴾ اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔ کچھ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جا رہا ہے اور انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیاء و کرام علیہم السلام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد کی تکلیف کے باوجود ہمت نہ ہاری اور کمزوری نہ دکھائی اور کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ راؤ خدا عز و جل میں ڈٹے رہے اور مردانہ و اتمام تکلیف و مصائب کو برداشت کرتے رہے اور صبر و استقامت کے پیکر بنے رہے تو اسے مسلمانوں کو وہ ہو کہ تمہارے نبی اُن تمام نبیوں کے سردار ہیں اور تم اُن تمام امتوں سے افضل ہو تو چاہیے کہ تمہاری بہادری اور استقامت ان سے زیادہ ہو، تمہاری ہمت اور حوصلہ ان سے بڑھ کر ہو، تم میں صبر کا مادہ ان سے زیادہ ہو، لہذا تم بھی اپنے اندر دینی اوصاف پیدا کر دو۔ اس آیت کے شروع میں بیان ہوا کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ رہنے والے لوگ تھے۔ دونوں چیزوں کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا، سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے جہاد فرمایا، آپ علیہ السلام نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ رہنے والے لوگ تھے۔

پہلے کسی نبی نے جہاد نہ کیا تھا۔ البتہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بہت سے پیغمبروں کی شریعت میں جہاد تھا جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت یوشع علیہم السلام و الصلوٰۃ والسلام وغیرہ اور ربانی لوگوں سے مراد علماء، مشائخ اور متقی لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیہ: ۱۶۶، ۲/۱۰۰)

### آیت ”وَكَانَتْ دِينًا نَبِيًّا“ سے حاصل ہونے والا درس

اس آیت مبارکہ میں بہت سے درس ہیں، ان میں سے 2 یہ ہیں:

(۱)..... افضل کو افضل نیکیاں کرنی چاہئیں، وہ تمام باتوں سے عمل میں بڑھ کر ہونا چاہیے، لہذا سیدوں، عالموں اور عیروں کو دوسروں سے زیادہ نیک ہونا چاہیے۔

(2)..... دوسروں کے اعمال دکھا کر، سنا کر کسی کو جوش و لاتا منت الہیہ ہے بلکہ تاریخی حالات کا جاننا اس نیت سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے مختلف محفلوں، عرسوں، بزرگانہ دین کے ایام میں ان کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ عمل کا جذبہ پیدا ہو۔

وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا  
وَتَبَتُّ أَعْدَاءَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جوڑ یاو تیاں ہم نے اپنے کام میں کیس اور ہمارے قدم جماوے اور ہمیں ان کافروں پر مدد دے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئیں انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

﴿وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا﴾ اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! یعنی رسولوں کے ساتھی کا ایف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں ان کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ

نہ آتا جس میں گنہگار ہو، پریشانی اور کھوٹ (ڈکڑکڑانے) کا شائبہ بھی ہوتا بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور فتح و نصرت کی دعا کرتے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی جو دعائیاں کی گئی ہیں اس میں انہوں نے اپنے آپ کو گنہگار کہا ہے، یہ عاجزی، انکساری اور بارگاہی و اٹھیں غرض خلی کے آداب میں سے ہے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ وہ خود کو گنہگار کہہ رہے ہیں اور ان کا پروردگار غفور و رحیم نہیں یعنی اللہ والے فرما رہا ہے۔ اور حقیقت میں لطف کی بات یہی ہے بندہ خود کو گنہگار کہے اور اس کا رب غفور و رحیم سے ابرار (نیکو کار) فرمائے۔ کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ ”ساری دنیا مجھے مردود کہے اور رب کریم غفور و رحیم کی بارگاہ میں، میں مقبول قرار پاؤں یہ اس سے بہتر ہے کہ ساری دنیا مجھے مقبول کہے اور رب کریم غفور و رحیم کی بارگاہ میں، میں مردود قرار پاؤں۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے توبہ و استغفار کرنا آداب دعا میں سے ہے۔

قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

توبہ کنز الایمان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیک والے اللہ کو پیار سے ہیں۔

توبہ کنز الایمان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیک کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾ تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت میں دوسرا خدا غفور و رحیم کیلئے جدوجہد کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی حسن نیت اور حسن عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں جہان کی کامیابیاں عطا فرمائیں، دنیا میں انہیں فتح و نصرت سے نوازا اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کیلئے مغفرت، جنت اور رضائے الہی کا انعام رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا ثواب دنیا کے انعام سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ آخرت کے ثواب پر لفظ ”حسُن“ زیادہ فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُؤْذُواكُمْ وَعَلَىٰ  
أَعْقَابِكُمْ فَانقَلِبُوا خَسِرِينَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں اٹلے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں اٹلے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے۔

﴿وَإِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے۔ یہاں مسلمانوں کو بہت واضح الفاظ میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر چلو گے یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا منافق یا مشرک، جس کے کہنے پر بھی چلو گے وہ تمہیں کفر، سب دینی، بد عملی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف ہی لے کر جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی جاہ کر بیٹھو گے۔ کتنے واضح اور کٹے الفاظ میں فرمادیا کہ کافروں سے ہدایات لے کر چلو گے تو وہ تمہاری دنیا و آخرت تباہ کر دیں گے اور آج تک کا ساری دنیا میں مشاہدہ بھی یہی ہے لیکن حیرت ہے کہ ہم پھر بھی اپنا نظام چلانے میں، اپنے کردار میں، اپنے کلچر میں، اپنے گھریلو معاملات میں، اپنے کاروبار میں ہر جگہ کافروں کے کہنے پر اور ان کے طریقے پر ہی چل رہے ہیں، جس سے ہمارا رب کریم غمزدہ و غمزدہ ہمیں بار بار منع فرما رہا ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ کنزالایمان: بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار۔

ترجمہ کنزالعرفان: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ﴾: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔ یہ کافروں کی بات ماننے سے روکنے کے بعد فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ

کافر تمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ غزوہ خلیفہ تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے لہذا تم اس کی اطاعت کرو کیونکہ ہر ایک اپنے مولیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو جب اللہ غزوہ خلیفہ تمہارا مولا ہے تو تم ہی کی اطاعت کرو۔

سُنُّقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانٌ ۚ وَمَا لَهُمُ الْثَأْمُ ۖ وَيُسْ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ کنزالایمان: کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی بھتہ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا ووڑخ ہے اور کیا برا ٹھکانا انصافوں کا۔

ترجمہ کنزالایمان: عتریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ عالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔

﴿سُنُّقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالرُّعْبَ﴾: عتریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ کہ اس آیت میں غیب کی خبر ہے، جب ابوسفیان وغیرہ جنگ احد کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں خیال کیا کہ کیوں لوٹ آئے، سب مسلمانوں کو ختم کیوں نہ کر دیا حالانکہ یہ اچھا موقع تھا۔ جب واپس ہونے پر آمادہ ہوئے تو قدرتی طور پر ان تمام کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مکہ چلے گئے اور یہ خبر پوری ہوئی۔ (بخاری، ابی عمر، تحت الآیۃ: ۱، ۵۱، ۶/۲)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَسَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ مَّا تُحِبُّونَ ۖ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾



توجہ دیکھنا لاہیہ: اور بیشک اللہ نے جنہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھڑاؤ والا اور تا فرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ جنہیں آزمائے اور بیشک اس نے جنہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

توجہ دیکھنا لاہیہ: اور بیشک اللہ نے جنہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی رکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد تا فرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو جنہیں پسند تھی۔ تم میں کوئی دنیا کا طلبہ کار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبہ کار ہے۔ پھر اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ جنہیں آزمائے اور بیشک اس نے جنہیں معاف فرما دیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر افضل فرمانے والا ہے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ﴾ اور بیشک اللہ نے جنہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ ﴿یہاں غزوہ احد کی بات ہو رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "بیشک اللہ غزوہ خیبر کے جنگ احد میں اپنا وعدہ پورا فرما دیا کہ "وَأَنْتُمْ لَا تَكُونُونَ إِنْ لَأَقْتُمُ الْمُؤْمِنِينَ" یعنی تم ہی غالب ہو گے اگر تم سچے ایمان والے ہو۔ تو تم غالب تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے لیکن جب تم نے بزدلی رکھائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ایک پہاڑی درے پر چڑھنے کا حکم دیا تھا اس میں آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا لیکن تم میں سے بعض نے مال غنیمت حاصل کرنے کی خاطر دنیا طلبی کیلئے درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی شکست کے بعد حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو تیر انداز تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ شریکین کو شکست ہو چکی ہے، لہذا اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔ چلو، کچھ مال غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بعض حضرات نے یہ سن کر کہا کہ یہ جگہ ممت چھوڑ دو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ حکم فرمایا تھا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور کسی حال میں یہ جگہ نہ چھوڑنا، جب تک میرا حکم نہ آجائے، مگر لوگ غنیمت کے لئے چل پڑے اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ

نعمانی غنہ کے ساتھ دس سے کم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہ گئے۔ (بخاری، ال عمران، نعت الہیہ: ۱۰۵۲، ۳۱۱/۱)

دنیا طلب کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مالی نعمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور آخرت کے طلبگاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے مگر شہید ہو گئے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوہٴ احد میں اس مقام پر جن لوگوں نے خطایا اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا۔ لہذا یاد رہے کہ جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کرے وہ بد بخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان رب العالمین غزوہٴ خود فرما چکا۔

إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَكُونُ عَلَى أَحَدٍ وَالرُّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَجِكُمْ  
فَأَنَّا بَكْمُ غَمًّا بَعِثَ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ  
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۷۲﴾

توجہ دیکھنا! ایمان: جب تم نہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور چنہ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ نہ دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توجہ دیکھنا! ایمان: جب تم نہ اٹھائے چلے جا رہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے نہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنائی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

﴿فَأَنَّا بَكْمُ غَمًّا بَعِثَ﴾: تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا۔ جب جنگ احد میں جب کفار پیچھے سے آپڑے تو مسلمان گھبرا کر ہماگ پڑے مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور تاب

قدم رہے۔ ثابت قدم رہنے والی جماعت سے دوسری جماعت کو آوازیں دی جا رہی تھیں کہ اللہ غزوہ غلہ کے بندہ اور امر کو مگر گہرا ہٹ اور شور میں یہ لوگ نہ سن سکے۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور اسی کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے بیٹے جا رہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں تمہارے رسول تمہیں پکار رہے تھے لیکن تم سن ہی نہ دے تھے تو اللہ غزوہ غلہ نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہیں معافی کی بشارت بھی سنائی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مال قیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تم اس پر غم نہ کرو اور چونکہ تمہارے بہت سے ساتھی اس جنگ میں شہید ہوئے اور تمہیں بھی بہت سے زخم آئے تو اللہ تعالیٰ کی معافی کا اعلان کر دینے کی وجہ سے تمہارے دلوں پر مرہم ہو جائے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشی کس قدر عزیز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صدمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی صدمہ میں مبتلا کیا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری اور اخلاص کی بھی کتنی قدر فرمائی کہ چونکہ ان کی خطا بری نیت سے نہ تھی بلکہ انہما ہی طور پر وہاں خطا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دلجوئی کیلئے ان کی معافی کا اعلان بھی فرمادیا۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنًا نَّعَاسًا يُغْشَىٰ ط كَآيِفَةً وَمِنْكُمْ ط  
وَكَآيِفَةً قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط  
يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ط  
يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ط يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ  
شَيْءٌ مَّا قَتَلْنَا هَٰؤُلَاءِ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ  
وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۵۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر غم کے بعد تم پر یمن کی نیندا تاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان کہتے اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا نکسا جا چکا تھا اپنی قتل کا ہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: پھر اس نے تم پر غم کے بعد یمن کی نیندا تاری جو تم میں سے ایک گروہ پر چھا گئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی لگڑ پڑی ہوئی تھی واللہ پر باحق گمان کرتے تھے، جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ ہی کا ہے۔ یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا نکسا جا چکا تھا وہ اپنی قتل کا ہوں کی طرف نکل کر آ جاتے اور اس لئے وہاں کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿وَلَمَّا أُنْزِلَ عَلَيْكَ هَرَقٌ بِعِدَا الْعَقِبِ ۖ أَصْنَأْ مُعَاثَمَآ:﴾ پھر اس نے تم پر غم کے بعد یمن کی نیندا تاری۔ کچھ غزوہ احد میں نکالیے اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلص مومنوں پر خاص کرم نوازی ہوئی، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے ان پر غم کے بعد یمن کی نیندا تاری جو صرف مخلص صحابہ کرام زوجہ اللہ فاطمہ زہراؑ پر ہی اتری، اس کی بدکت سے مسلمانوں کے دلوں میں جو رعب اور ہیبت طاری تھا وہ ختم ہو گیا اور مسلمان سکون و اطمینان کی غلچٹ میں

آگئے۔ حضرت ابولکھ زحبیؓ نے اللہ تعالیٰ سے فرماتے ہیں کہ روزِ اُعدہ میں ہم پر چھائی ہم میدان میں تھے تو اور میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی پھر اُٹھا تا تھا پھر چھوٹ جاتی تھی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب ائمة نساء، ۱۹۵/۲، الحدیث: ۴۵۶۲)

دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں صرف اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ اللہ تعالیٰ پر معاذ اللہ بدگمانیاں کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائے گا یا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے لہذا اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین باقی نہ رہے گا۔ (صواعق، آل عمران، نعت الآلہ، ۱۰۱۴/۱، ۳۲۵/۱)

یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں اپنا کفر اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ نہ ہونا اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر آمسوس کرنا چھپائے ہوئے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وعدے معاذ اللہ سچے نہیں ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری بھی کچھ حاجتی ہوتی اور جنگِ اُحد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ رہے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بدگمانیوں اور بدگلامیوں کے رد میں فرمایا کہ ”اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آ جاتے کیونکہ جیسے موت کا وقت مقرر ہے ایسے ہی موت کی جگہ بھی چھنک رہی ہے۔ جس نے جہاں جیسے مرنا ہے وہ وہاں ویسے ہی مرے گا۔ گھروں میں بیٹھ رہتا کچھ کام نہیں آتا اور تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں اور چیلے بے کار ہو جاتے ہیں۔ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ اُحد میں پیش آنے والے واقعات کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوہ اُحد میں جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ اللہ عز و جل تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔

آیت ”لَمَّا اَنزَلَ عَلَيْكُمْ فِي بَنِي النَّضْلِ اَمْرًا“ سے حاصل ہونے والا درس

- (۱)..... اس آیت میں مذکور واقعے میں بہت سے درس ہیں۔
- (۲)..... آزمائش کے وقت ہی کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔
- (۳)..... مسلمان سابر جبکہ منافق بے صبر ہوتا ہے۔



حضرات جنہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھاڑی مورچے پر مقرر کیا تھا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ جب پہلے حملے ہی میں کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان غالب آئے تب ان وڑے والوں نے کہا کہ چلو ہم بھی مالی قیمت جمع کریں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا مگر یہ لوگ سمجھے کہ فتح ہو چکی، اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وڑہ چھوڑ دیا، بھاگتے ہوئے کفار نے درہ کو خالی دیکھا تو پلٹ کر درہ کی راہ سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا، یہاں اسی کا ذکر ہے۔ ان حضرات سے یہ اغزش ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ ان کے ایمان کامل تھے اور وہ قلمس مومن اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلام تھے اور آگے پیچھے کئی مواقع پر بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں قربان کرنے والے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا تاکہ اگر ان کی اغزش سامنے آئے تو رب کریم غزوہ جلی کی بارگاہ میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا الْإِخْوَانُ هُمْ أَدَا  
صَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُرًى لَوْ كَانُوا عِندَنَا مَا تَدَاوَمُوا  
فَتَبَتُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُخَيِّتُ  
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٦﴾

توبہ کثر الانحسان: اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اس لئے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا نفوس رکھے اور اللہ جلاتا (زندہ رکھتا) اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

توبہ کثر الانحسان: اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ

سفر میں یا جہاد میں گئے کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تاکہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا فسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾: کافروں کی طرح نہ ہونا۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾: یہاں کافروں سے مراد اصلی کافر بھی بیان کئے گئے ہیں اور منافق بھی۔ ہم منافقین والہ معنی سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عباد اللہ بن اُبی اور ان جیسے کافروں منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے کسی بھائی یا منافقت میں بھائی بند سفر میں گئے اور مر گئے یا جہاد میں گئے اور مارے گئے تو یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر یہ جانے والے ہمارے پاس رہے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ اس پر ایمان والوں سے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح کی کوئی بات نہ کہنا تاکہ ان کی بات اور ان کا یہ عقیدہ کہ اگر سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے ان کے دلوں میں باعث حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت و حیات اللہ عز و جل ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے۔ کیا گھروں میں بیٹھا رہنا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور جہاد میں جانے سے کب موت لازم ہے اور اگر آوی جہاد میں مارا جائے تو وہ موت گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔ لہذا منافقین کا یہ قول باطل اور فریب ہے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلانا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتْتُمْ لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٍ

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْعَلُونَ ﴿۵۰﴾

توبہ ۵۰: اور چنانچہ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔

توبہ ۵۱: اور چنانچہ اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کرو یا جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔



﴿وَلَئِنْ شِئْتُمْ لَنَسَبِلَنَّ اللَّهُ﴾ اور چک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کر دے جاؤ۔ کچھ آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ غزوئہ کی راہ میں شہید کر دے جاؤ یا تمہیں طبعی موت ہی آئے لیکن تم اللہ غزوئہ کی راہ میں ہو تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہوگی اور ایسی موت دنیا کے دھن و دولت سے بہتر ہے۔ اللہ غزوئہ کی راہ میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں موت آئے اور اسی حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ عبادت کرتے ہوئے یا ذکر کرتے ہوئے یا علمی خدمت کرتے ہوئے یا تبلیغ دین کرتے ہوئے موت آجائے اس حال میں موت بھی اللہ غزوئہ کی راہ میں موت ہے اور اس کا نتیجہ بھی رب کریم غزوئہ کی رحمت اور مغفرت ہے۔

وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۵۹﴾

توجہ دکناء العرفان: اور اگر تم مرد یا مارے جاؤ تو اللہ ہی کی طرف لھنا ہے۔

توجہ دکناء الانصاف: اور اگر تم مرد یا مارے جاؤ (بہر حال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا۔

﴿وَلَئِنْ مُتُّمْ﴾ اور اگر تم مرد یا مارے جاؤ۔ صدر الکافاض مولانا نعیم الدین مراد آبادی ذی غنۃ اللہ نقضی علیہا السلام یہاں نہایت بڑے لطف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہاں مقامات عجب لذت کے تینوں مقاموں کا بیان فرمایا گیا پہلا مقام تو یہ ہے کہ بندہ بخوف و ورع اللہ (غزوئہ) کی عبادت کرے تو اس کو عذابِ نار سے امن دی جاتی ہے، اس کی طرف ”تَلْعَفُوزٌ قَاصِرٌ لِلَّهِ“ میں اشارہ ہے۔ دوسری قسم وہ بندے ہیں جو جنت کے شوق میں اللہ (غزوئہ) کی عبادت کرتے ہیں اس کی طرف ”وَمِنْ غَنَةِ“ میں اشارہ ہے کیونکہ رحمت بھی جنت کا ایک نام ہے۔ تیسری قسم وہ مخلص بندے ہیں جو عشق الہی اور اس کی ذات پاک کی محبت میں اس کی عبادت کرتے ہیں اور ان کا مقصد اس کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں ہے انہیں حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دائرہ کرامت میں اپنی مٹکی سے نوازے گا اس کی طرف ”لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ“ میں اشارہ ہے۔

(مناہج العرفانہ ال عمران، تحت الآیۃ ۱۰۸ ص ۱۴۱)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو کسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج سخت دل ہوئے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جائے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو اے حبیب اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ ٹرس مزاج سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا خُصُوفَ اللَّهِ ۖ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس آیت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نرم دل، شفیق اور رحم و کرم بنایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزاج میں اس درجہ لطیف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ فروہ احد جیسے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دن کس قدر آفت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت مزاج ہوتے اور سیل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور ہو جاتے۔ تو اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت فرما دیں تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرما دے۔

تا جہد رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی ایک جھلک

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی تو کیا شان ہے، اللہ عزوجل نے تورات و انجیل میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا ذکر فرمایا تھا: چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زید بن حزنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن حزنہ نے کہا: میں نے جب حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ وہ علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر تھی (کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا علم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا علم دیکھ سکوں۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ عنہ انکونہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ وہ یہاں تھے جیسے ایک شخص اپنی سواری پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی ہستی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی معصیت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کر لو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مجھے ڈر رہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ عنہ انکونہ کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس میں سے کچھ پانی نہیں پھا۔ زید بن سعد کہتے ہیں: میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں بھیج سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور معین مقدار میں کھجوریں تمہیں بھیجوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔ زید بن سعد کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو دے دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا: یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔

زید بن سعد کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا دامن اقدس پکڑ کر حیرانگہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! امیر الحق ادا کرو۔ اے عبدالمطلب کے خاندان

والہو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور مال مثول کرتا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی بات اور ایسی حرکت کر رہے ہو اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے حیرا سراڑا دیتا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سکون انداز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا: ”ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے۔ اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تم اسے اس کا حق دے دو اور میں صابر بکھوڑا ہوں اس کے حق سے زیادہ دے دیتا۔

زید بن سعد کہتے ہیں: (جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے زیادہ بکھوڑا دیں) تو میں نے کہا: اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجھے زیادہ بکھوڑا کیوں دی جا رہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانسا اس کے بدلے اتنی بکھوڑیں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں۔ میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعد ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”پھر تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اتنی بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پائی ہیں، تو اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنا ادھامال تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر صدقہ کر دیا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(مسند ترمذی، کتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، ذكر اسلام زيد بن مسعدة... الخ، ۷۹۲/۴، الحديث: ۶۶۰۶)

﴿وَكُنَّا وَهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔ یعنی اہم کاموں میں ان سے مشورہ بھی لیتے رہیں کیونکہ اس میں ان کی ولہاری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے گا اور آئندہ امت اس سے نفع اُٹھائی رہے گی، پھر جب مشورے کے بعد آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیں تو اپنے کام کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔

### مشورہ اور توکل کے معنی اور توکل کی تشریح

مشورہ کے معنی ہیں کسی معاملے میں دوسرے کی رائے دریافت کرنا۔ مشورہ لینے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ”مشورے کے بعد جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لیں تو اسی پر عمل کریں اور اللہ عز و جل پر توکل کریں۔ توکل کے معنی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اُس کے سپرد کر دینا۔ مقصود یہ ہے کہ بندے کا اعتماد تمام کاموں میں اللہ عز و جل پر ہونا چاہئے، صرف اسباب پر نظر نہ رکھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو اللہ عز و جل پر بھروسہ کرے تو ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو دنیا پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔

(معجم الاوسط، باب الحکم، من اسمع جعفر، ۲۰/۲، الحديث: ۳۳۰۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر اللہ عز و جل پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو کھوکھوکے جاتے ہیں اور شام کو کھم کھم کر لوتے ہیں۔

(ترمذی، کتاب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، ۱۰/۴، الحديث: ۲۳۰۱)

إِنْ يَتَضَرَّكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶﴾

توجیہ کنزالایمان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو تمہارے مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

توجیہ کنزالایمان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو تمہارے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿إِنْ يَشَاءِ اللَّهُ﴾: اگر اللہ تمہاری مدد کرے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ”اگر اللہ غزوہ خندق تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد وہی پاتا ہے جو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کا امیدوار رہتا ہے اور اگر اللہ غزوہ خندق تمہیں چھوڑ دے تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں۔ غزوہ بدر دشمن سے دلوں باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ غزوہ بدر میں کفار کا لشکر تعداد اسلحہ اور جنگی طاقت کے اعتبار سے مسلمانوں سے بڑھ کر تھا لیکن مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا جس کا نتیجہ مسلمانوں کی فتح و کامرانی کی شکل میں ظاہر ہوا اور فرشتوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی جبکہ غزوہ خندق میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کمزور پر فخر کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ پورا واقعہ سورہ توبہ آیت 25 میں مذکور ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفِّي كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۱﴾

توجیہ کنزالایمان: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھر پوری جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

توجیہ کنزالایمان: اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْتُلَ﴾ اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں۔ ﴿يَمْحُومُ عَلَيْهِ الشُّكُّ﴾ کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے، نیز انبیاء علیہم السلام و الفضلۃ و الشرفۃ و الشرفۃ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں لہذا ان سے ایسا ممکن نہیں۔ وہ نہ قوی کے معاملے میں خیانت کرتے ہیں اور نہ کسی اور معاملے میں۔ شانِ نزول: ایک جنگ میں مالِ فقیہت میں ایک چادر گم ہو گئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے رکھ لی ہوگی۔ اس پر یہاں آیت اتری۔ (حمل علی الجلائن، آل عمران، تحت الآية: ۵۰/۱۰۶۶)

اس سے کئی مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ فقیہت کی تقسیم کے بغیر ناجائز طریقہ پر کچھ لینا سخت حرام ہے۔ دوسرا یہ کہ نبی علیہ السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ گناہ اور نبوت میں وہی نسبت ہے جو اندھیرے اور اورا جالے میں ہے۔ تیسرا یہ کہ نبی علیہ السلام پر بدگمانی منافقوں کا کام ہے اور کفر ہے۔ چوتھا یہ کہ نبی علیہ السلام رب العالمین غزو غل کے ایسے پیارے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی تپتیں دور فرماتا ہے۔

### خیانت کی مذمت

اس آیت میں خیانت کی مذمت بھی بیان فرمائی کہ جو کوئی خیانت کرے گا وہ کل قیامت میں اس خیانت والی چیز کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ احادیث میں بھی خیانت کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنابیوں میں ایسے شخص کو بھی شام فرمایا جس کی خواہش اور طبع اگرچہ کم ہی ہو مگر وہ اسے خیانت کا مرتکب کر دے۔ (مسلم، کتاب الحجة وصفة نعيمها وادلهها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الحجة واهل النار، ص ۱۰۳۲، الحديث: ۲۸۶۵/۶۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکار عالی و قار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔“

(مسند امام احمد، مسند الکثیرین من الصحابة، مسند انس بن مالک بن النضر، ۲۷۱/۴، الحديث: ۱۲۳۸۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مومن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر جھوٹا اور خیانت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔“

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابي امامة الساعلي، ۲۷۶/۸، الحديث: ۲۲۲۳۲)

اَفَسِنِ اتَّبِعْ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ سَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ

وَبُئْسَ النَّصِيْرُ ﴿۳۳﴾ هُمْ دَرَجَتْ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ بِصِيْرِ بِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

توجیہ کنزالایمان: تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

توجیہ کنزالایمان: کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟ اور وہ کیا اسی برا ٹھکانا ہے۔ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

﴿اَلَمْ يَكُنِ الْاِنْسَانُ بِرُحْمٰنٍ اَللّٰهُ﴾ کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ کہاں وہ جو اللہ غزو خلی سے بھی محبت کرنے والا، اس کی اطاعت کرنے والا، اس کی خوشنودی کیلئے سب کچھ قربان کر دینے والا جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد کے صالحین و خدۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور کہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا، اس کے احکام سے منہ موڑنے والا، اس کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرنے والا اور اپنی خواہش کو رب غزو خلی کی رضا پر ترجیح دینے والا جیسے کفار و منافقین اور ان کے پیروکار نافرمان لوگ، یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان لوگوں کے اللہ غزو خلی کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں، ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جدا گانہ ہیں۔ بروں کے الگ مقام اور اچھوں کے الگ جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِہٖ وَيُزَكِّيْہُمْ وَيُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۚ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۵﴾



توجہ دیکھنا ایسا: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

توجہ دیکھنا ایسا: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا۔ ﴿مَنْ﴾ عربی میں مَنَّت عظیم نعمت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا۔ کیسا عظیم رسول عطا فرمایا کہ اپنی ولادت مبارکہ سے لے کر وصال مبارک تک اور اس کے بعد کے تمام زمانہ میں اپنی امت پر مسلسل رحمت و شفقت کے کوریا بہا رہے ہیں بلکہ ہمارا تو جو بھی حضور سید و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ سے ہے کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں بسنے والے بھی وجود میں نہ آتے۔ پیدا نہیں مبارکہ کے وقت ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم امتیوں کو پالیا فرمایا پھر معراج بھی رب العالمین عزوجل کی بارگاہ میں پاؤں دیا، وصال شریف کے بعد قبر النور میں اتار دے ہوئے بھی دیکھا گیا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ پر امت کی نجات و بخشش کی دعائیں تھیں۔ آرامہ دراقوں میں جب مارا جہاں تجو استراحت ہوتا وہ پیراے آقا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا استر مبارک چھوڑ کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہم گناہگاروں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے ہیں۔ عمومی اور خصوصی دعائیں ہمارے حق میں فرماتے رہے۔ قیامت کے دن سخت گرمی کے عالم میں شدید پیاس کے وقت رب قہار عزوجل کی بارگاہ میں ہمارے لئے سرچھہ میں رکھیں گے اور امت کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ کہیں امتیوں کے تنگیوں کے پلاؤں سے ہماری کریں گے، کہیں پل صراط سے سلامتی سے گزاریں گے، کہیں حوض کوثر سے سیراب کریں گے، کبھی جہنم میں گرے ہوئے امتیوں کو نکال دے ہوں گے کسی کے درجات بلند فرما دے ہوں گے خود روئیں گے ہمیں ہنسانیں گے، خود ٹھکن ہوں گے ہمیں خوشیاں عطا فرمائیں گے، اپنے نورانی آنسوؤں سے امت کے گناہ دھوئیں گے اور دنیا میں ہمیں قرآن دیا، ایمان دیا، خدا کا عرفان دیا اور ہزار ہادہ چیزیں جن کے ہم قائل نہ تھے اپنے سایہ رحمت کے صدقے ہمیں عطا

فرمائیں۔ الغرض حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اس قدر کثیر و کثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اس آیت مبارکہ کے الفاظ کی وضاحت کیلئے سورہ بقرہ آیت نمبر 129 کی تفسیر دیکھیں۔

أَوَلَمْ آصَابِكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۲۹﴾ وَمَا آصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجُجَيْنِ فَيَا دُنِ اللَّهُ وَلْيَعْلَمْ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳۰﴾

توجہ! کنز الایمان: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دو فی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان کر اوسے ایمان والوں کی۔

توجہ! کنز الایمان: کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے کوئی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ اسے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کراوے۔

﴿أَوَلَمْ آصَابِكُمْ مُصِيبَةٌ﴾: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی۔ ﴿یَا دُنِ﴾ یہاں غزوہ اُحد کا بیان ہے۔ اسی پیرائے میں یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ تمہیں میدانِ اُحد میں تکلیف پہنچی کہ تم میں سے شہید ہوئے جبکہ میدانِ بدر میں کفار کے سزاوی مارے گئے اور سزا کر دیا ہوئے تو کفار کا نقصان تو دیکھا ہوا۔ اس پر فرمایا کہ جب تمہیں میدانِ اُحد میں ایسی تکلیف پہنچی جس سے کوئی تکلیف تم کافروں کو میدانِ بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آگئی؟ جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرما دو کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کہ تم نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی

کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا، پھر وہاں پہنچنے کے بعد تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا۔ یہی بات تمہارے قتل اور نقصان کا سبب بنی ہے۔ مزید اگلی آیت میں فرمایا کہ میدانِ احد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ غزوہٴ خندق کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللہ غزوہٴ خندقِ ایمان والوں کی پہچان کر اوسے لہذا اللہ غزوہٴ خندق کے فیصلے پر راضی رہو۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَاقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْ اِقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اِذَا دُعُوا  
قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَتَّبِعُنَا ۖ هُمُ الْكَافِرُ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ  
يَقُولُونَ يَا اَنْهَاهُمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿٨٩﴾

تجسس کا ذکر (الایمان): اور اس لئے کہ پہچان کر اوسے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ اے اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کلمے کفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔

تجسس کا ذکر (العرفان): اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ منافقوں کی پہچان کر اوسے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ اے اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے دفاع کرو تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، یہ لوگ اس دن ظاہری ایمان کی نسبت کلمے کفر سے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپا رہے ہیں۔

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَاقُوا﴾: اور تاکہ منافقوں کی پہچان کر اوسے۔ ﴿فَرَدَّ اُحَدٌ مِّنْهُمْ﴾: اور تاکہ منافقوں کے نقصان اٹھانے کی حکمتوں کو مستفاد مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے جس میں بہت بڑی حکمت مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرتا تھا چنانچہ یہاں پر بھی فرمایا گیا کہ مسلمان لشکر کو میدانِ احد میں اس لئے تکلیف پہنچی تاکہ اللہ غزوہٴ خندق کو ان کو منافقوں کی پہچان کر اوسے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگ اُحد شروع ہونے سے پہلے عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقوں

سے کہا گیا کہ اَوَاللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرو یا صرف ہمارے ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے ایک قسم کا دفاع مضبوط ہوگا تو یہ منافق کہنے لگے کہ ”اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے“ یا کہنے لگے کہ ”اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ ان منافقین کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ درحقیقت اس دن اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کلمہ کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یا اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی یہ منہ سے تو یہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرتا نہیں جانتے لیکن دل میں یہ کہتے ہیں کہ ”کفار کو اپنا دشمن نہ بننا، مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔

الَّذِينَ قَالُوا الْإِحْوَانِيَّةُ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ قَادَرُوا  
عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ پیغمبر رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مارے جاتے تم فرما دو تو اپنی ہی موت ڈال دو اگر سچے ہو۔

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود پیغمبر رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرما دو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کر کے دکھا دو۔

﴿الَّذِينَ قَالُوا الْإِحْوَانِيَّةُ﴾: جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا۔ یہ منافقین نے اُحد میں شہید ہونے والوں کے بارے میں کہا کہ اگر یہ لوگ ہماری بات مان لیتے اور ہماری طرح گھر بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ یقیناً موت تو بہر حال آکر ہی رہے گی خواہ آدمی گھر میں چھپ کر بیٹھ جائے تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ ”اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ  
رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں

روزی پاتے ہیں۔

توبہ کثرت العوفان: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَمُوتُونَ سَيِّئًا ۚ إِنَّهُمْ قُلُوبُكَ عَاثُونَ﴾ اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔ شان نزول اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداء اہل حق میں نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو ہیز پرندوں کے جسم و طافرائے، وہ جنتی نہروں پر سر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں، سونے کی ان قدیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ جب ان شہداء کرام نے کھانے، پینے اور نہنے کے پاکیزہ پیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے پیچھے نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی۔“ (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی فضل الشہداء، ۲۲/۳، الحدیث: ۲۵۲۰)

### شہداء کی شان

اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں جسم کے فنا ہونے کے ساتھ انہیں ہوتیں۔ یہاں آیت میں شہداء کی کئی شائیں بیان ہوئی ہیں: فرمایا کہ وہ کامل زندگی والے ہیں، وہ اللہ عزوجل کے پاس ہیں، انہیں رب کریم کی طرف سے روزی ملتی رہتی ہے، وہ بہت خوش باش ہیں۔ شہداء کرام زندوں کی طرح کھاتے پیتے اور ہمیشہ کرتے ہیں۔ آج مبارک اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہیدوں کے روح اور جسم دونوں زندہ ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور محابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اور اس کے بعد اس بات کا بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں مکمل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔ (حازن، ال عمرانہ تحت الآية: ۱۶۹، ۳۲۳/۱)

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۷﴾

توبہ کثرت الاعمال: شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منار ہے ہیں اپنے بچپلوں کی جو ابھی ان سے سننے لے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

توبہ کثرت الاعمال: (وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رو جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿وَقَدْ جِئْنَا بِهَا آلَهُمْ بِاللَّهِ وَمِنْ فَضْلِهِمْ﴾: اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔ ﴿شهداء اكرام﴾ کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، انعام و احسان، اعزاز و اکرام اور موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی دے دینے جانے پر خوش ہیں نیز اس پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، جنت کا رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں اور جنت کی منزلیں حاصل کرنے کے لئے شہادت کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز وہ اس بات پر بھی خوشی منار ہے ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی و دنیا میں ایمان اور تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر ان کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی ان کرم نوازیوں کو پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٨﴾

توبہ کثرت الاعمال: خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

توبہ کثرت الاعمال: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منار ہے ہیں اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ﴾: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منار ہے ہیں۔ ﴿شهداء اكرام﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت پر خوشیاں مناتے ہیں اور ان کے ہر ذمہ کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں ان پر نازل ہوتی ہیں۔

## شہداء کے چھ فضائل

- (۱)۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس کسی کے رواج خدا عزوجل میں دشمنی ہو وہ روز قیامت ویسا ہی آئے گا جیسا دشمن تھے کے وقت تمام اس کے خون میں خوشبو تک کی ہوگی اور رنگ خون کا۔“ (بخاری، کتاب الجہاد والسیرہ، باب من یخرج فی سبیل اللہ عزوجل، ۲۵۶/۲، الحدیث: ۲۸۰۳)
- (۲)۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ”ہر کارود عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”شہید کو قتل سے تکلیف نہیں ہوتی مگر ایسی جیسی کسی کو ایک خراش لگے۔“ (ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل المراءۃ، ۲۵۶/۳، الحدیث: ۱۶۷۴)
- (۳)۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔“ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب من دخل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الذن، ص ۱۰۴۶، الحدیث: ۱۱۹۱۸۸۶)
- (۴)۔۔۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جانے کے بعد شہید یہ تمنا کرے گا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور اس بار (اللہ کے راستے میں) قتل کیا جاؤں۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، ص ۱۰۴۳، الحدیث: ۱۸۷۷۷)
- (۵)۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں۔“ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، ص ۱۰۴۲، الحدیث: ۱۸۷۶۶)
- (۶)۔۔۔ حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی ”اَللّٰهُمَّ اِزِیْلْنِیْ شَہَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ، وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدٍ وَصُوْلَکَ“ اے اللہ عزوجل، مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں وفات نصیب فرما۔“ (بخاری، کتاب فضائل المحدثۃ، ۱۳-باب، ۶۲۲/۱، الحدیث: ۱۸۹۰)

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمْ اَنْقَرٰطُ الْکَذِبِیْنَ

## أَحْسِنُوا إِلَهُكُمْ وَاتَّقُوا أَجْرَ عَظِيمٍ

توبہ کنز الایمان: وہ جو اللہ و رسول کے بلائے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں دُغم پہنچ چکا تھا ان کے ٹکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

توبہ کنز الایمان: وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلائے پر زخمی ہونے کے باوجود (فورا) حاضر ہو گئے ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِقَوْلِ الرَّسُولِ﴾ وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلائے پر حاضر ہو گئے۔ کچھ شان نزول جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد جب ایوسفیان، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ”روحاء“ نامی جگہ پہنچا تو انہیں افسوس ہوا کہ وہ واپس کیوں آ گئے، مسلمانوں کا بالکل خاتمہ ہی کیوں نہ کر دیا۔ یہ خیال کر کے انہوں نے پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا تو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایوسفیان کے تعاقب کے لئے روانگی کا اعلان فرما دیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی اور جو جنگ احد کے دشمنوں سے چور ہو رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان پر حاضر ہو گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت کو لے کر ایوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ”خضراء الاسد“ نامی جگہ پر پہنچے جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے تو وہاں معلوم ہوا کہ مشرکین خوفزدہ ہو کر ہماگ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(مطالعہ آل عمران، نعت الایمان: ۱۷۲، ص ۱۹۷)

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت و ہمت کا بیان بھی ہے کہ دشمنوں سے چور چور ہونے کے باوجود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر فوراً حاضر ہو گئے۔

یہ قازی یہ حیرے پُر اسرار بندے      جنہیں تو نے بھٹا ہے ذوقِ خدائی  
دو غم ان کی شوکر سے دریا و صحرا      سٹ کر پہاڑ ان کی بیت سے رائی

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ



إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَاتَّقَبُوا أَيْنَ عَمَلِكُمْ مِنَ اللَّهِ وَ  
فَضْلٍ لَّمْ يَمَسَّكُمْ سُوْرَةٌ وَأَتَّبِعُوا أَرْضَاوَانَ اللَّهِ ۝ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتنا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور  
زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کار ساز۔ تو چلے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور  
اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سو ان سے  
ڈرو تو ان کا ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: "ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا اچھا کار ساز ہے۔ پھر یہ اللہ کے احسان  
اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ الْفَلَاحَ﴾: یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا۔ کچھ شان نزول جنگ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے  
ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقام بدر میں جنگ ہوگی۔  
حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا: "إِنْ شَاءَ اللَّهُ" جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہل  
مکہ کو لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈالا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ  
کیا۔ اس موقع پر ابوسفیان کی نعم بن مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے نعم!  
اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور اس وقت مجھے  
مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں بلکہ واپس چلا جاؤں۔ لہذا تم مدینے جاؤ اور حکمت و تدبیر کے ساتھ  
مسلمانوں کو میدان جنگ میں جانے سے روک دو۔ اس کے عوض میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نعم نے مدینہ پہنچ کر دیکھا  
کہ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر ان سے کہنے لگا کہ تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو، اہل مکہ نے تمہارے  
لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا کی قسم، میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وَنَلَمْنَا سِرَاصِحَابَهُ كِرَامَ زَجْنِی اللّٰہِ نَعَالِیٰ غَنَمُہُمْ كَمَا تَحْمِلُہُ لَكَ ” حَبِطَ اَنتَ لَہُ وَنِعْمَ اَلْوَكِیْلُ ” پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور بدر میں پہنچے، وہاں آٹھ دن قیام کیا مال تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا اور خوب نفع ہوا اور پھر سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور جنگ نہیں ہوئی۔ چونکہ ابوسفیان اور اہل مکہ خوف زدہ ہو کر مکہ مکرمہ کو واپس ہو گئے تھے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (سازن، ال عمران، قصہ الآیۃ: ۱۷۲، ۳۲۵/۱-۳۲۶)

اس واقعہ کو بدر منبری کا واقعہ کہتے ہیں۔ اس واقعہ سے بھی صحابہ کرام زجنی اللہ تعالیٰ غنم کی عظمت واضح ہوتی ہے کہ جب انہیں کافروں کے بڑے بڑے لشکروں سے ڈرایا جا رہا ہے تو بجاے ڈرنے اور بزدلی دکھانے کے ان کی ہمت اور جراتزدی اور بڑھ جاتی ہے، ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان کی زبانوں پر ایک ہی وکیلہ جاری ہوتا ہے کہ ہمیں اللہ غزوہ جمل کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ      ممکن ہے تو بے تحاشہ بھی لڑتا ہے پائی

اِنَّمَا دِلْكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّىْ اَوْلِيَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْهُمۡ وَخَافُوْا نِ اِنۡ كُنْتُمْ مُّوْمِنِیْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکا تا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

﴿اِنَّمَا دِلْكُمُ الشَّيْطٰنُ﴾: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے۔ ﴿یٰہَا بَحْبُہُ﴾ واقعے کا بیان ہے کہ وہ تو شیطان ہے جو مسلمانوں کو شرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیساکہ نجم بن مسود نے کیا کہ وہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے کہ ان منافقین اور شرکین کا خوف نہ کرو جو شیطان کے دوست ہیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ سے کوئی غزوہ جمل ہی کا خوف ہو اور جب یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی دوسرے کا خوف باقی نہیں رہتا۔ اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ مسلمانوں کو کافروں سے ڈرنا، مسلمانوں کے حوصلے ہست کرتا، ان کے سامنے کافروں

کی طاقت کو بڑھا چکا کرنا تا کہ مسلمان ہمت ہار نہیں اور کفار سے مقابلے کا نام تک نہ لیں یہ سب حرکتیں کفار و منافقین کی ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہمارے زمانے میں کی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو ہمت و حوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن وہ کفار کی طاقت کو ایسا بڑھا چکا کرنا تا کہ مسلمان ان سے مقابلے کا نام لینے سے بھی گھبرائیں۔ اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

وَلَا يَخْرُجُكَ الَّذِينَ يَسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُيْضِرُّوا اللَّهَ شَيْئًا  
يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْأَخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾

ترجمہ (تکذیب الایمان): اور اے محبوب تم ان کا کچھ فہم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ترجمہ (تکذیب العرفان): اور اے حبیب! تم ان کا کچھ فہم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَلَا يَخْرُجُكَ الَّذِينَ يَسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ﴾: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ فہم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کا فہم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں اور اس کیلئے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا یہودیوں کے سردار یا عمر بنین، سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کر لیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اسی لئے اس نے انہیں ان کے کفر و سرکشی میں بھٹکا چھوڑ دیا اور ان کے لئے اخروی ثواب سے مکمل طور پر محرومی کے ساتھ ساتھ جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و جنم کے لئے ناکامی و محرومی اور دردناک عذابِ مقدور ہو چکا ہے ان سے کوئی اماندہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرَّوْا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۴۰

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کی بجائے کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ﴾: بے شک وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کیا۔ ﴿لَنْ يَضُرَّوْا اللَّهَ شَيْئًا﴾: ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو کلمہ ایمان پڑھنے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے اور ایمان نہ لائے یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وبال انہی کے سر آئے گا۔

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُثَبِّتُ لَهُمْ حَبْرُهُمْ ۖ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْنَتٍ

لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۴۱

ترجمہ کنزالایمان: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہو جائیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

﴿وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں۔ ﴿اللہ تعالیٰ عموماً فوری طور پر کسی گناہ پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے اور دنیاوی آسائشوں کا سلسلہ ہی طرح چلتا رہتا ہے اس سے بہت سے لوگ اس دھوکے میں پڑے رہتے ہیں کہ ان کا کفر اور ان کی حرکتیں کچھ نقصان دہ نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافر کو کیسی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور انہیں مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں کہ جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ تو یہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اور ان کی تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ لہذا اس مہلت کو اپنے حق میں ہرگز بہتر نہ سمجھیں۔

## ہی مرہاتا کس ہے؟

ہی عمر یا اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمرواز ہو اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا: اور بدتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمرواز ہو اور عمل خراب ہوں۔

(ترمذی، کتاب الفتن، ۲۲-باب ۱۸/۲، الحدیث: ۲۳۳۷)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ”تھوڑے قلیل کے شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، ان میں ایک تو شہید ہو گیا اور دوسرا ایک سال تک زندہ رہا، حضرت ظہیر بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ بعد میں مرنے والا شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گیا، مجھے اس پر تعجب ہوا تو صبح میں نے یہ واقعہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو ارشاد فرمایا: کیا اس نے اس کے بعد ایک رمضان کے دسے نہ رکھے تھے اور چھ ہزار رکعت نماز اور اتنی آتی سنتیں نہ پڑھی تھیں؟“ (مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ، ۲۲۹/۳، الحدیث: ۸۱۰۷)

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ  
مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي  
مَنْ يَرِئُاسِهِ مَن يَشَاءُ ۚ فَأَمُونُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا تَتَّقُوا  
فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۸۱﴾

توجہ دلائل الاحیان: اللہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اسے عام لوگوں کو غیب کا علم دے دے ہاں اللہ جان لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

توجہ دلائل العرفان: اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے اور (اسے عام لوگوں کو) اللہ کو نہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرما لیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور حق بخو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُ النَّاسَ بِمِثْلِ مَا آتَيْنَاهُمْ عَلَيْهِ﴾: اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو۔ اے اس آیت کا غلط صریح یہ ہے کہ اے صحابہ! ذبحی اللہ تعالیٰ عنہم، یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق دوسم لے جے رہیں بلکہ مغرب اللہ غزو خلی اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کر دے گا۔ اس آیت مبارکہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میری امت کی پیدائش سے پہلے جب میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خیر جہ منافقین کو پہنچی تو انہوں نے اسجڑاء کے طور پر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا ”ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن (احساس) کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔“ حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حذافہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم اللہ غزو خلی کی رتو بیت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے قرآن کے امام و پیشوا ہونے پر راضی ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معافی چاہتے ہیں۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے؟ کیا تم باز آؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآیۃ ۱۷۹، ۳۲۸/۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات کئے گئے جو نہایت حد سے زیادہ کئے گئے تو آپ ناراض ہو گئے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ جو ہوا جو مجھ سے پوچھ لو۔ ایک شخص عرض گزار ہوا: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”تمہارا باپ حذافہ ہے۔“ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”سالم مولیٰ شیبہ ہے۔“ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت دیکھی تو عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم اللہ غزو خلی کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (بخاری، کتاب العلم، باب الفضب فی الموعظة والتعلیم... الخ، ۵۰/۱، الحدیث: ۹۷)

دوسری روایت یوں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج ڈھلنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز کھڑے بیٹھے، پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس میں بڑے بڑے مامور ہیں۔ پھر فرمایا ”جو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھتا چاہتا ہو تو پوچھ لے اور تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اسی جگہ بتا دوں گا، پس لوگ بہت زیادہ روئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: میرا باپ کون ہے؟ اور شافریا ”تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھٹھوں کے بل ہو کر عرض گزار ہوئے: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر فرمایا ”ابھی مجھ پر جنت اور جہنم اس دوار کے گوشے میں پیش کی گئیں، میں نے ایسی جگہ اور بری چیز نہیں دیکھی۔“ (بخاری، کتاب مواہب الصلوة، باب وقت الظهر عند الزوال، ۲۰۰/۱، الحدیث: ۵۹۰)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب میں اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ ”اے عام لوگو! اللہ عزوجل نے جو غیب تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں کو منتخب فرماتا ہے اور ان پر گزیرے رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور یہ الانبیاء، صحیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اس آیت سے اور اس کے سوا کثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور انہوں نے اس کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخزوم ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ ”اے لوگو! تمہیں غیب کا علم نہیں دیا جاتا تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔“

### علم غیب سے حقائق ۱۵ احادیث

(۱)..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا، اس نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میرے سینے میں اس کی شمشک محسوس ہوئی، اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔“

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۱۶/۵، الحدیث: ۳۲۴۶)

(2)..... سنن ترمذی میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ”جو کچھ آسمانوں

اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔“ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۱۰۵/۵۰، الحدیث: ۳۷۴۴)

(3)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک میرے سامنے اللہ عز و جل نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ دیکھ رہا ہوں جیسا پٹی کشی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمایا جیسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے روشنی کی تھی۔

(حلیۃ الاولیاء، حدیث ابن کرم، ۱۰۷/۶، الحدیث: ۷۹۷۹)

(4)..... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”گزشتہ رات مجھ پر میری آفت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔“ (معجم الکبیر، حلیۃ بن اسید... الخ، ۱۸۱/۳، الحدیث: ۳۰۵۴)

(5)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حقوق کی پیدائش سے متاثر و غافل کیا حتیٰ کہ جنتی اپنے منزل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سب بھول گیا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ: وهو الذی یدہ الخلق... الخ، ۳۷/۲۰، الحدیث: ۳۱۹۲)

(6)..... مسلم شریف میں حضرت عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر سے غروب آفتاب تک خطبہ ارشاد فرمایا، بیچ میں تلہ و عسکر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا اس میں وہ سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اور ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد اور ہا۔ (مسلم، کتاب الفتن والشرائط الساعۃ، باب احوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یكون الی قیام الساعۃ، ص ۱۰۵/۶، الحدیث: ۲۵ (۲۸۹۲))

(7)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، تا گاؤں پہاڑ اترنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اسے اُحد اٹھیر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متعلفاً لحبلاً، ۵۲/۲، الحدیث: ۳۷۷۰)

(8)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خروء بدر سے ایک دن پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اہل بدر کے گرنے یعنی مرنے کی جگہیں دکھائیں اور فرمایا: کل فلان شخص کے گرنے یعنی مرنے کی یہ جگہ ہے۔



حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ معیشت فرمایا: جو نشان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے لئے لگایا تھا وہ اسی پر گرا (مسلم، کتاب الحجة وصفة نعمها واعلمها باب عرض مقعد العیت من الجنة او النار علیہ... الخ، ص ۱۰۳۶، الحدیث: ۷۶ (۲۸۷۳))

(9)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو ایسی قبروں کے پاس سے گذرے جن میں عذاب ہو رہا تھا اور شاد فرمایا: ”انہیں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جس سے چٹابہٹ مشکل ہو، ایک تو پیٹاب کے چھٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چٹلی کیا کرتا تھا۔ (بخاری، کتاب الوضوء، ۵۹-۶۰ باب، ۹۶/۱، الحدیث: ۲۱۸)

(10)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ سے واپسی پر ایک جگہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اونٹ ٹھہر ہو گئے، سب اپنے اپنے اونٹ واپس لے آئے لیکن حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہاں سے اونٹنی لے آؤ تو میں نے اونٹنی کو اسی حال میں پکڑ لیا جیسا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (معجم الکبیر، ۱۰/۲۲۵، الحدیث: ۱۰۰۴۸)

وَلَا يَحْصِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنشَأَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ  
بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۗ وَاللَّهُ مِيرَاثُ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عترتِ عرب وہ جس میں بخل کیا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے عترتِ قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے

کا جس میں انہوں نے نکل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَبِيعُونَ نَفْسَهُمْ بِخُدْهُنَّ لَا يَشْعُرُونَ﴾: وہ جو نکل کرتے ہیں۔ کچھ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں نکل کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید بیان کی گئی ہے اور اگر مفسرین نے قرمیا کہ یہاں نکل سے ذکوہ کا نہ بیامراد ہے۔

### ذکوہ ادا نہ کرنے کی وعید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

توجعہ کذا العبرانی: اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سننا کہ جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی چیخاں اور ان کے پھلوں اور ان کی پشتوں کو دانا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزد چکھو۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّقُونَ اللَّهَ فِي سَبِيلِهِ اللَّهُ فَيَسْخَرُهُمْ يُعَذِّبُهمُ ۚ أَلَيْسَ لَهُمْ يَوْمَ يُخْشَىٰ عَلَيْهِمْ فِي آيَاتِهِمُ فَتُلَاقُوا بِهَا جَهَنَّمَ ۖ جُزْءُهَا لَهُمْ وَجُزْءُهَا لَهُمْ ۖ هَذَا صَٰغَرُكُمْ إِلَٰهَ ۖ لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ هَٰذَا لَكُنْتُمْ كَافِرِينَ ﴿٣٤﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جس کو اللہ غزوئے نے مال دیا اور اس نے ذکوہ ادا نہ کی، روز قیامت وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کرڑ ستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الم مایع الزکوٰۃ، ۷/۴۷، الحدیث: ۱۴۰۳)

### نکل کی تحریف

نکل کی تحریف یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف و عادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرنا نکل ہے۔ ذکوہ صدقہ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور وصت احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف و عادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان حق السحاب والبخل وحقیقتہما ۳۲۰/۳، ملخصاً)

### نکل کی ذمت

قرآن مجید اور کثیر احادیث میں نکل کی شدید ذمت، بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: کفار العرفان: ہاں ہاں یہ جو تم لوگ ہو تم بلائے جاتے ہو تاکرم اللہ کی راہ میں شریعت کو تم میں کوئی نکل کرے اور جو نکل کرے وہ اپنی ہی جان سے نکل کرے ہاں اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ مَنْ عَمِنَ أَنْ يَتَّخِذُوا فِي سُبُلِ اللَّهِ قِسْمَتُمْ مَن يَحْكُمُ ۖ وَمَنْ يَحْكُمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَتَّخِذُ عَنْ قِسْمِهِ وَاللَّهُ الْعَفِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَسْكُنُوا يَسْكُنْ بَدِلُ قَوْمًا عَصَاكُمْ ۚ لَكُمْ لَا يُؤَدُّوْا أَمْلًا لَّكُمْ ﴿٣٨﴾ (سورۃ محمد: ۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اوی کی دو عاتیں بری ہیں (۱) بخیل جو دلانے والی ہے۔ (۲) بزدلی جو ذلیل کرنے والی ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الحرکۃ والعبیہ، ۱۸/۳، الحدیث: ۲۵۱۱)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”المدار بخل کرنے کی وجہ سے بلا حساب جہنم میں داخل ہوں گے۔“ (فردوس الاخبار، باب السن، ۴۴۴/۱، الحدیث: ۳۳۰۹)  
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی بخیل جنت میں نہیں جائے گا۔“ (معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ علی، ۱۲۵/۳، الحدیث: ۴۰۶۶)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بخیل اللہ عز و جل سے دور ہے، جنت سے اور آدمیوں سے دور ہے جبکہ جہنم سے قریب ہے۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الصعاب، ۳۸۷/۳، الحدیث: ۱۹۶۸)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بخل جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔“ (شعب الایمان، الرابع و السبعون من شعب الایمان، ۴۳۵/۷، الحدیث: ۱۰۸۷۷)

### بخل کا طبی اور عملی علاج

بخل کا علاج یوں ممکن ہے کہ بخل کے اسباب پر غور کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرے، جیسے بخل کا بہت بڑا سبب مال کی محبت ہے، مال سے محبت نفسانی خواہش اور لمبی عمر تک زعمہ رہنے کی امید کی وجہ سے ہوتی ہے، اسے قناعت اور صبر کے ذریعے اور بکثرت موت کی یاد دوانی سے جانے والوں کے حالات پر غور کر کے دور کرے۔ یونہی بخل کی مذمت اور سخاوت کی فضیلت، محب مال کی آفات پر مشتمل احادیث و روایات اور حکایات کا مطالعہ کر کے غور و فکر کرنا بھی اس نہایت مرض سے نجات حاصل کرنے میں مفید معاون ثابت ہوگا۔

(کیمیائے سعادت، رکن سوم، اصل ششم، علاج بخل، ۲/۶۵-۶۵، ملخصاً)

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۚ  
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأُنبيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ وَنُفُوذُ قُتُلُوا عَذَابَ  
الْحَرِيقِ ۝ ذَلِكُمْ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

توجہ دلاؤ ایمان: بیشک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا حق شہید کرنا اور فرما دیں گے کہ بیکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

توجہ دلاؤ معرفت: بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے: جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ بیان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ﴾ کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر یہ آصف کریم اترے۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، نحت الایہ: ۱۸۱، ۱۸۲/۴۴۶)  
اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ غریب و محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے ان کا انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن ان کی ان گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ ”اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔“

**انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی اور اللہ تعالیٰ کی گستاخی**

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی کے کٹھن کرنے کو ساتھ ساتھ بیان کر کے عذاب کی ایک ہی وعید بیان کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں جرم بہت عظیم ترین ہیں اور قہات میں برابر ہیں اور شان انبیاء علیہم السلام و فضلہ و الشہادہ میں گستاخی کرنے والا شان الہی و عز و جل میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام و الشہادہ کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے۔

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهْدُ إِلَيْنَا أَلَا نُوْمِنُ لِرَسُولٍ حَتَّى يَأْتِيَنَا  
بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ  
وَبِالْزُّبُرِ قُلْتُمْ قَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧٢﴾

توجہ لکنا ایمان: وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے قرار کر لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی  
کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرما دو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس مکمل نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم  
کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔

توجہ لکنا ایمان: وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ  
کریں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیبِ اتم فرما دو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے  
رسول تمہارے پاس مکمل نشانیاں اور وہی (عجرات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟

﴿الَّذِينَ قَالُوا: اِنَّ اللّٰهَ عٰهْدٌ اِلَيْنَا﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے سرکارِ مدینہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم سے تورات میں عہد لیا گیا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا جو شخص ایسی قربانی پیش  
نہ کر سکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جمل، آل عمران، نعت الایہ: ۱۸۳/۱۰۲۳)

اور ان کے اس خالص جھوٹ اور بہتان کو باطل قرار دیا گیا کیونکہ اس شرط کا تورات میں نام و نشان بھی نہیں ہے  
اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے مجرہ کافی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو، جب نبی لے کوئی مجرہ دکھادیا تو اس کے سچا ہونے پر  
ویل قائم ہوگی، اب اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہو گیا۔ نبوت کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد پھر  
کسی خاص مجرہ کا اصرار کرنا حقیقت میں نبی کی تصدیق کا انکار ہے۔ پھر یہ بات بھی بیان فرمادی کہ گزشتہ انبیاء علیہم  
الصلوٰۃ والسلام بعض اوقات وہی عجرات لے کر آئے جس کا تم نے ان سے مطالبہ کیا، جیسے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
نے قربانی لائے والا مجرہ بھی دکھادیا لیکن اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہید  
کر دیا، اگر تم سچے تھے تو ان کو کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بھانے

کر کے اسلام قبول کرنے سے بچتا اور اپنے جاہلوں کو روکنا ہے ورنہ دلیل نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں۔

### ایک اہم نکتہ

اوپر کی پوری گفتگو سے ایک بہت مفید بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی چیز کسی معقول دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسے مان لینا لازم ہے۔ دلیل سے ثابت ہو جانے کے بعد خواہ مخواہ مخصوص قسم کی دلیل کا مطالبہ کرنا بیوقوفانہ کام ہے اور اس میں بھی ایسے لوگوں کا مقصد انانیت ہوتا بلکہ مفت کی بحث کرنا ہوتا ہے۔ جیسے مسلمانوں میں رائج بہت سے معمولات ایسے ہیں جو معقول شرعی دلیل سے ثابت ہیں لیکن بعض لوگوں کا خواہ مخواہ اصرار ہوتا ہے کہ نہیں، اسے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ثابت کرو اسے بخاری سے ثابت کرو۔ یہ طرز عمل سراسر جاہلانہ ہے اور ایسے لوگوں کو کبھی مانے کا مدہ ہوتا ہے۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ  
وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۰۸﴾

توجہ! کذا الزمان: تو اسے محبوب اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور وحی کی کتاب لے کر آئے تھے۔

توجہ! کذا العرفان: تو اسے حبیب اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ مَا نُنَزِّلُ لَدُنَّا فَاتْلُوا مَا نَزَّلْنَا بِاللَّيْلِ وَنَسْمِعْ لَهُمْ سَوَاقِدَ النَّارِ﴾ یہاں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کیونکہ جب کوئی حق پر ہو اور اس کی حقانیت سورج سے زیادہ روشن ہو لیکن پھر بھی ایک گروہ اسے جھٹلائے اور اس کی حقانیت تسلیم نہ کرے تو اسے قطعی رنج ضرور ہوتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں بار بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی اسی کا بیان ہوا اور فرمایا گیا کہ اسے حبیب امنی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غمزدہ نہ ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کی طرح صبر و استقامت سے تبلیغ دین فرماتے رہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ فَمَن رَّزَخَ عَنِ النَّارِ ۖ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۖ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ الْعُزْرُومِ ۝

توجہ کنز العرفان: ہر جان کو موت پہنچنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بھاگ کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

توجہ کنز العرفان: ہر جان موت کا مزہ کھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾: ہر جان موت کا مزہ کھنے والی ہے۔ یعنی انسان ہوں یا فرشتہ، غرض یہ کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر زندہ کو موت آتی ہے اور ہر چیز فنا فی ہے۔

موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار پر موت مقرر فرمادی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارے ملے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ کر کہیں جاسکے گا۔ موت روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے اور یہ جدائی انتہائی سخت تکلیف اور آفت کے ساتھ ہوگی اور اس کی تکلیف دنیا میں بندے کو کھینچنے والی تمام تکلیفوں سے سخت تر ہوگی۔ موت اور اس کی سختی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَتُكَ الْمَوْتِ بِآلِ عَقٍ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝

توجہ کنز العرفان: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، (اس وقت کہا جاتا ہے) یہ وہ (موت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (۱۹: ق)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اکبر احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے اکبر از جنی اللہ تعالیٰ عنہ، ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔" حضرت اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین از جنی اللہ تعالیٰ عنہ،

موت ایک ایسی کانٹے دار شئی کی طرح ہے جسے کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کیا جائے اور اس کا ہر کانٹا ایک ایک رگ میں پھوست ہو جائے، پھر کوئی طاقتور شخص اس شئی کو اپنی پوری قوت سے کھینچے تو اس شئی کی زو میں آنے والی ہر چیز کٹ جائے اور جو زو میں نہ آئے وہ بچ جائے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدہ... الخ، ۵/۲۱)

حضرت شہداء دین اوس ذہن اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”مومن پر دنیا اور آخرت کا کوئی خوف موت سے بڑھ کر نہیں، یہ خوف آدمیوں سے چیرنے، قہقہوں سے کانٹے اور ہانڈیوں میں ہالانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی میت قبر سے نکل کر دنیا والوں کو موت کی سختیاں بتا دے تو وہ نہ زندگی سے نفع اٹھا سکیں گے اور نہ نیند سے لذت حاصل کر سکیں گے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدہ... الخ، ۵/۲۰)

مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے میرے طفیل اعلیٰ علیہ السلام، تم نے موت کو کیا پایا؟ آپ نے عرض کی: جس طرح گرم بخ کو ترو تری میں رکھا جائے پھر اسے کھینچ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”ہم نے آپ پر موت کو آسان کیا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدہ... الخ، ۵/۲۰)

حضرت عائشہ صدیقہ ذہن اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ پانی میں داخل کرتے، پھر انہیں چہرہ انور پر ملتے اور کہتے: بے شک موت میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر وہ سب مبارک انھا کر فرماتے ”رفیق اعلیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی اور وہ سب مبارک جھک گیا۔

(بحاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۴/۲۵، الحدیث: ۶۵۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمر ذہن اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ذہن اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ”میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جو کچھ دیکھی اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی التشہید عند الموت، ۲/۶۹۵، الحدیث: ۹۸۱)

جب حضرت عمرو بن عاص ذہن اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا: اے بابا جان! آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی ظلمدار انسان مجھے کوع کے عالم میں مل جائے تو میں اس سے موت کے حالات دریافت کر دوں، تو آپ سے زیادہ غصہ مند کون ہوگا، برائے مہربانی آپ ہی مجھے موت کے حالات بتا دیجئے۔ آپ ذہن اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”اے بیٹے! خدا کی قسم، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے دونوں پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کے گتے کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹے دار شاخ میرے قدموں کی طرف سے سر کی جانب کھینچی جا رہی ہے۔

(التذکرہ للفرغی، باب ما جاء ان الموت سکرات... الخ، ص ۲۴)



ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم تو سر تاپا گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمارے اوپر موت کی سختیوں کے علاوہ نجانے اور کتنی مصیبتیں آئیں گی اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ موت کو کثرت یاد کیا جائے اور دنیا میں رہ کر موت اور اس کے بعد کی تیاری کی جائے۔

حضرت شہزاد بن اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا تاجدار بنالے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات پر چلے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی کرتا ہو۔“ (ترمذی، کتاب صفۃ الصیامہ، ۲۸-باب، ۲۰۷/۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک انصاری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کونسا مومن افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، ”جس کے اخلاق عمدہ ہوں اس نے عرض کی: سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ ارشاد فرمایا، ”جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی اچھی طرح تیاری کرتا ہو تو وہی سب سے زیادہ عقلمند ہے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد لہ، ۴۹۶/۴، الحدیث: ۴۲۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں وہاں موجود افراد میں سے سوال تھا: اسی دوران ایک انصاری شخص آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور محتاط کون ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”وہ لوگ جو موت آنے سے پہلے اسے زیادہ یاد کرتے اور اس کے لئے زیادہ تیاری کرتے ہیں وہی عقلمند ہیں، وہ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔“ (معجم الکبیر، ۳۱۸/۱۲، الحدیث: ۱۳۸۳۶)

صدر الشریعہ مفتی احمد علی اعظمی دُغنیۃ اللہ تعالیٰ علیہ موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”جب اس دار فناء سے ایک نہایت دن کوچ کرنا ہی ہے تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہاں کی تیاری کرے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسے

مسافر بلکہ راہ چلتا۔“ (بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کن فی الدنیا کأنک غریب... الخ، ۲۲۳/۴، الحدیث: ۶۱۱۶)

تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور راہ گیر راستے کے کھیل تماشا میں نہیں لگتا کہ منزل مقصود تک پہنچنے میں تاخیر ہوگی اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصود اصلی حاصل کرنے میں آڑے آئیں اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ دنیا اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونے سے روکے گی، حدیث میں ہے: لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

(ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ۱۳۸/۴، الحدیث: ۲۳۱۴)

مگر کسی مصیبت پر موت کی آرزو نہ کرے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور تا چار کرنی ہی پڑے تو یوں کہے بہا اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہو، اور موت دے جب میرے لئے بہتر ہو۔

(معاری، کتاب العرصی، باب تعنی المریض الموت، ۱/۳، الحدیث: ۵۶۷۱)

یونہی مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور اس کی رحمت کا امید وار رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کے پاس اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ ارشاد فرمایا: تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ عرض کی یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر۔ ارشاد فرمایا: ”یہ دونوں خوف اور امید اس موقع پر جس بندے کے دل میں ہوں گے اللہ تعالیٰ اسے دوے گا جس کی امید رکھتا ہو اور اس سے امن میں رکھے گا جس سے خوف کرتا ہے۔“ (ترمذی، کتاب الحناظر، ۱۱، باب، ۲۹۶۲، الحدیث: ۹۸۵)

یاد رکھئے! از رو قبض ہونے کا وقت بہت ہی سخت وقت ہے کہ اسی پر سارے اعمال کا دار و مدار ہے بلکہ ایمان کے انحراف کی تاج اسی پر منسوب ہوں گے کہ اعتبارِ خاطر ہی کا ہے اور شیطان لعین ایمان لینے کی فکر میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے مکر و فریب سے بچائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے وہی مراد کو بچائے۔

(بہار شریعت، موت آنے کا بیان، حصہ چہارم، ۸۰۶/۱۱، ۸۰۶/۱۲، ملخصاً)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب کا خاتمہ اچھا فرمائے اور ہم پر موت کی سختیاں آسان فرمائے۔<sup>(۱)</sup>

﴿وَرَأٰی اٰمَنًا مَّا كُنْتُمْ اَعْبُدْنَ اِلٰهًا مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ اور قیامت کے دن جنہیں تمہارا جگر پورے پورے دے دیے جائیں گے۔<sup>(۲)</sup> ارشاد فرمایا کہ تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا قیامت کے دن جنہیں پوری پوری دی جائے گی، تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچایا گیا اور اس سے نجات دے کر جنت میں داخل کرو یا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی۔

(روح البیان، آل عمران، تحت الآية: ۱۸۵، ۱۳۸/۲)

یاد رہے کہ برے اعمال کی وجہ سے دنیا میں جو عذاب آتا ہے یا مرنے کے بعد قبر میں جو عذاب ہوتا ہے، یونہی نیک اعمال پر قبر میں جو راحتیں نصیب ہوتی ہیں یا اعمال کی پوری جزائیں بلکہ آخرت میں ملنے والی جزا کا ایک نمونہ ہے جبکہ اعمال کی پوری جزا قیامت کے دن ہی مل گی۔

حقیقی کامیابی کیا ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حقیقی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل

۱۔ اپنے دل میں موت کی یاد کو مضبوط کرنے کے لئے رسالہ ”موت کا تصور“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا مفید ہے۔

کر دیا جائے جبکہ دنیا میں کامیابی فی نفسہ کامیابی تو ہے لیکن اگر یہ کامیابی آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے تو حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔ اور خصوصاً وہ لوگ کہ دنیا کی کامیابی کے لئے سب کچھ کریں اور آخرت کی کامیابی کیلئے کچھ نہ کریں وہ تو یقیناً نقصان ہی میں ہیں۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسے اعمال کی طرف زیادہ توجہ دے اور ان کے لئے زیادہ کوشش کرے جن سے اسے حقیقی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور ان اعمال سے بچے جو اس کی حقیقی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ﴿وَعَمَّا الْعَالَمِينَ﴾ اللہ تعالیٰ اَلَا مَسَاءَلُ الْعُزَّوْمَا: اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ کچھ یعنی دنیا کی لذتیں، اس کی خواہشات اور رحمتائیں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن ان کا باطن فساد سے بھرپور ہے۔

### دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت اگر کچھ کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں، لہذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے، ذلیل دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت کو ہرگز تباہ نہ کرے، اسی کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

تَوَجَّهْ كَمَا أَوْفَوْاكَ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ ﴿يَكُفُّ اللَّهُ كَادَهُمَا﴾ ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ نہ دے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّخَذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا آتَاكُمْ  
يَهْرَمُونَ وَالَّذِينَ ذَلُوا لَا يَمُوتُونَ وَلَا يُؤَلَّفُ لَهُمْ  
عَنِ اللَّهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا  
تَغُرُّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَلَا يَغُرُّكُمُ بِاللَّهِ  
الْعُزْوَۃُ ﴿٣٣﴾ (نساء)

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچا لیتا ہے اور شخص اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، لہذا اتم قیاس ہو جانے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو۔“

(مسند امام احمد، مسند النکوفین، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ۱۶۰/۷، الحدیث: ۱۹۷۱۷)

امام محمد غزالی دُخْنُ اللہ تعالیٰ غلبہ ایک بزرگ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ”اے لوگو! اس فرصت کے وقت میں نیک عمل کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ امیدوں پر چھو لے مت سادہ اور اپنی موت کو نہ بھولو۔ دنیا کی طرف مائل نہ ہو جاؤ، بے شک یہ دھوکے باز ہے اور دھوکے کا چھ بن ٹھن کر تمہارے سامنے آتی ہے اور اپنی خواہشات کے ذریعے تمہیں

ختمے میں ڈال دیتی ہے، دنیا اپنی بھڑکی کرنے والوں کے لیے اس طرح بجتی سنورتی ہے جیسے لہسن بجتی ہے۔ دنیا نے اپنے کتے ہی عاشقوں کو ہلاک کر دیا اور جنہوں نے اس سے اطمینان حاصل کرنا چاہا انہیں ذلیل و سورا کر دیا، لہذا اسے حقیقت کی نگاہ سے دیکھو کیونکہ یہ مصیبتوں سے بھر پور مقام ہے، اس کے خالق نے اس کی خدمت کی، اس کا نیا پرانا ہو جاتا ہے اور اسے چاہئے والا بھی مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے نیند سے آنکھیں کھول لو کہ یوں اعلان کیا جائے: فلاں شخص بیمار ہے اور اس کی بیماری نے شدت اختیار کر لی ہے، کیا کوئی دوا ہے؟ یا کسی ڈاکٹر تک جانے کی کوئی صورت ہے؟ اب تمہارے لیے حکیموں (اور ڈاکٹروں) کو بلایا جاتا ہے، لیکن شفا کی امید ختم ہو جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے: فلاں نے وصیت کی اور اپنے مال کا حساب کیا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے: اب اس کی زبان بھاری ہو گئی، اب دوا پنے بھائیوں سے بات نہیں کرتا اور پڑوسیوں کو نہیں پہچانتا، اب تمہاری پیشانی پر پسینہ آ گیا، رونے کی آوازیں آنے لگیں اور تمہیں موت کا یقین ہو گیا، تمہاری پلکیں بند ہونے سے موت کا گمان یقین میں بدل گیا، زبان تھر تھرا رہی ہے، تیرے بھن بھائی دور ہے ہیں، جنہیں کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا فلاں بیٹا ہے، یہ فلاں بھائی ہے، لیکن تو کلام کرنے سے روک دیا گیا ہے، پس تو بول نہیں سکتا، تمہاری زبان پر مہر لگ گئی، جس کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی، پھر تمہیں موت آ گئی اور تیری روح اعضاء سے پوری طرح نکل گئی، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا گیا، اس وقت تمہارے بھائی جمع ہوتے ہیں، پھر تمہارا کفن لاتے ہیں اور تمہیں غسل دے کر کفن پہنتے ہیں۔ اب تمہاری عیادت کرنے والے خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور تمہے سے حد کرنے والے بھی آرام پاتے ہیں، مگر والے تمہارے مال کی طرف متوجہ ہو جاتے اور تمہارے اعمال گروہی ہو جاتے ہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم الغنیاء، بیان المواعط فی ذم الغنیاء و صفہا، ۲۶/۳، منقطعاً)

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دنیا کی حقیقت کو پہچاننے، اس کے دھوکے اور فریب کاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

لَتُبْكُلَنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۖ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اَوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ

قَبْلِكُمْ وَمِنْ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذٰى كَثِيْرًا ۗ وَاِنْ تَصِيْرُوْا وَتَشْفُوْا فَاِنَّ

ذٰلِكَ مِنْ عَذْمِ الْاُمُوْمِ ۝۱۱۴

توجہ لکڑا لیا: چونکہ ضرورتہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور چونکہ ضرورتہاں کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور پیچھے رہو تو یہ بڑی امت کا کام ہے۔

توجہ لکڑا لیا: چونکہ تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پریزگار بنو تو یہ بڑی امت کے کاموں میں سے ہے۔

﴿تَنْبِئُكَ عَنْهُمْ فَرُودًا زَمَانًا﴾: مسلمانوں سے خطاب فرمایا گیا کہ تم پر فرائض مقرر ہوں گے، تمہیں حقوق کی ادائیگی کرنا پڑے گی، زندگی میں کئی معاملات میں نقصان اٹھانا پڑے گا، جان و مال کے کئی معاملات میں تکلیفیں برداشت کرنا ہوں گی، بنیاریاں، پریشانیاں اور بہت قسم کی مصیبتیں زندگی میں پیش آئیں گی، یہ سب تمہارے امتحان کیلئے ہوگا لہذا اس کیلئے تیار رہنا اور اللہ کریم عزوجل کی رضا اور اس کے ثواب پر نظر رکھ کر ان تمام امتحانات میں کامیاب ہو جانا کیونکہ ان امتحانات کے ذریعے ہی تو کمرے اور کھوٹے میں فرق کیا جاتا ہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ظاہر ہوتا ہے۔ دینی معاملات میں مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں سے تمہیں بہت تکلیف پہنچیں گی۔ ان معاملات میں اور زندگی کے دیگر تمام معاملات میں اگر تم صبر کرو، واللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور پریزگار بنو اور اختیار رکھو تو یہ بہت بڑی امت کا کام ہیں۔

وَإِذَا خَلَا اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَءِيلَ أَنُؤْتُوا الْكِتَابَ لَتَسْبِيحُنَّهُ لِنَاسٍ وَلَا تَكْفُرُونَهُ  
فَقَبِلُوا وَعَصَىٰ آدَمُ طُغْيَانًا لَهُمْ وَأَسْرَدُوا إِلَيْهِ كَمَا قَلِيلًا ۖ فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٥﴾

توجہ لکڑا لیا: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل و امہاں کیلئے تو کتنی بری خریداری ہے۔

توجہ لکڑا لیا: اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تو کوئی سی قیمت حاصل کر لی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔

﴿وَإِذَا خَلَا اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَءِيلَ﴾: اور جب اللہ نے عہد لیا۔ اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل کے علماء پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں

کتابوں میں سروکار نکات منلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح واضح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے رشوتیں لے کر آپ منلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کے ان اوصاف کو چھپایا جو قرابت و انجیل میں مذکور تھے۔

علم دین چھپانا گناہ ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین کو چھپانا گناہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم منلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص سے کچھ دریافت کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اس کو چھپایا روز قیامت اسے آگ کی لگام ڈال جائے گی۔“

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۲۹۰/۴، الحدیث: ۲۶۰۸)

علم پر واجب ہے کہ اپنے علم سے قلم نہ چھپائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرض قاصد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُجِبُونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ  
يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْهُمْ بَفَازَةً مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۸۸﴾

توبہ کنزالایمان: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کچے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جانتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

توبہ کنزالایمان: ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُجِبُونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْهُمْ بَفَازَةً مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان اور جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔

(حازن، آل عمران، تحت الآية: ۱۸۸، ۳۳۴/۱)

خود پسندی اور حب جاہ کی مذمت

اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں کے لئے وعید ہے اور ان کے لئے جو حب جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت

کے حصول کی تمنا میں مبتلا ہیں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، ہر زبان اس کی تعریف میں تر ہو، سب میرے کمال کے متعرف ہوں، مجھے ہر جگہ عزت سے نوازا جائے، عالم نہیں ہوں پھر بھی علامہ صاحب کہا جائے، ملک، قوم کی کوئی خدمت نہیں کی پھر بھی مہمار قوم کہا جائے، نہایت وقار و بزرگوں سے سمجھا جائے، محسن قوم قرار دیا جائے، میرا تعارف بہترین القابات کے ساتھ ہو، ملاقات پر تپاک انداز میں کی جائے، سلام جبکہ کر کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے دل پر غور کرے کہ کہیں وہ جب جاہ کا شکار تو نہیں ہو چکا، اگر ایسا ہو تو اس آیت سے سبق حاصل کرتے ہوئے فوراً سے بدشتر اس سے چمکا کرے کی کوشش کرے۔ یاد رکھئے خود پسندی اور حب جاہ کے مرض میں مبتلا شخص اخروی انعامات سے محرومی کا شکار ہوتا ہے اور دل میں منافقت کی زیادتی، قلبی اورانیت سے محرومی، دین کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز برائی سے منع کرنے اور نیکی کی دعوت دینے سے محرومی، ذلت و رسوائی کا سامنا، اخروی لذت سے محرومی، قلبی سکون کی بریادی اور دولت اخلاص سے محرومی جیسے نقصانات کا سامنا کر سکتا ہے، لہذا اسے چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی، تعریف پسندی کی مذمت، منصب و مرتبہ کے تعلق سے اخروی معاملات اور بزرگان دین کے حالات و اقوال کا بکثرت مطالعہ کرے تاکہ ان مذموم امراض سے نجات کی کوئی صورت ہو۔ ترغیب کے لئے ہم یہاں خود پسندی اور حب جاہ سے متعلق چند احادیث اور بزرگان دین کے احوال و اقوال ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت جناب رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شہرت طلب کرے گا (قیامت کے دن) اس کے پیچوں کی تشہیر ہوگی اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔“ (بخاری، کتاب الرفا، باب الریاء والسعۃ، ۲۷۷/۴، الحدیث: ۶۴۹۹)

حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ جو بھڑے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص کرنے والا اپنے دین کے لئے نقصان دہ ہے۔“ (ترمذی، کتاب الزہد، ۴۳-باب، ۱۶۶/۴، الحدیث: ۲۳۸۳)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر خود پسندی انسانی شکل میں ہوتی تو وہ سب سے بد صورت انسان ہوتی۔“

(الفر دوس یعالو الخطاب، باب اللام، ۱۹۳/۲، الحدیث: ۵۰۶۴)

حضرت حسن بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”خود پسندی ۷۵ سال کے عمل کو برپا کر دیتی ہے۔“

(کفر العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف المعین، ۲۰۵/۲، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۶۶۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پسندی سے بہت زیادہ ڈرتے تھے اور جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو آپ دعا مانگتے: یا اللہ! غزو غل، مجھ سے بہتر بنا دے جو کچھ یہ کہتے ہیں اور جو کچھ یہ نہیں جانتے میرا وہ عمل بخش دے۔ اسی طرح جب لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے تو وہ دعا مانگتے: یا اللہ! غزو غل، میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو کچھ یہ کہتے ہیں اور تجھ سے اس عمل کی بخشش چاہتا ہوں جس کا انہیں علم نہیں۔

(تہذیب المعشرین، الباب الرابع فی جملة اسرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم عدم العجب ... الخ، ص ۲۴۱-۲۴۲)  
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب منبر پر خطبہ دیتے تو خود پسندی سے ڈرتے ہوئے گفتگو چھوڑ کر اس عمل کی طرف منتقل ہو جاتے جس میں خود پسندی نہ ہو اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ خط لکھتے وقت خود پسندی کے خوف سے پھاڑ دیتے اور کہتے: یا اللہ! غزو غل، میں لیس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(تہذیب المعشرین، الباب الرابع فی جملة اسرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم عدم العجب ... الخ، ص ۲۳۹-۲۴۰)  
حضرت بشر بن الحارث بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو شہر کا غالب ہو اور اس کا وین برباد نہ ہو اور اس کے جسٹس رسوائی نہ آئی ہو۔ (کیمیاء معاد، رکن سوم، اصل عقلم، اندر علاج دوستی جہل وحشمت، ۱/۲ ص ۶۵۹)  
حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے عبادت گزاروں سے فرماتے تھے: تم پر افسوس ہے، تمہارے اعمال کم ہونے کے باوجود ان میں خود پسندی داخل ہو گئی اور تم سے پہلے لوگ اپنے اعمال کی کثرت کے باوجود ان پر تکبر نہیں کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! پہلے لوگوں کی عبادت کو دیکھا جائے تو (اس کے مقابلے میں) تم محض کھینے والے ہو۔

(تہذیب المعشرین، الباب الرابع فی جملة اسرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم عدم العجب ... الخ، ص ۲۴۲)

وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اچھا اس آیت میں ان گستاخوں کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ غزو غل فقیر ہے۔ ان کے رویہ فرمایا گیا کہ جو زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے۔

(بحار، آل عمران، نعت الایمان، ۱۸۹/۱ ص ۳۳۵)



## اللہ تعالیٰ کی شان

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان سے متعلق ایک حدیث قدسی ذکر کرتے ہیں جس سے ان کتابوں کی جہالت اور اللہ تعالیٰ کی شان حریہ ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! جسے میں ہدایت دوں اس کے علاوہ تم سب گمراہ ہو اس لئے تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں کھلاؤں اس کے سوا تم سب بھوکے ہو تو تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں لباس پہناؤں اس کے علاوہ تم سب بے لباس ہو لہذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب رات دن گمراہ کرتے ہو اور میں گمراہ بخشا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم کسی نفع کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور آخری تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری تمہارے انسان اور جن میں کسی ایک جگہ کمزری ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (کھالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تمہیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا تو جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (جیسے آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو مذمت نہ کرے۔

(مسلم، کتاب الطہر والصلۃ والأداب باب تحریم الظلم ص ۱۳۹، الحدیث: ۲۰۷۷)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: لَوْ لَا الْآيَاتُ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

توجہ کثرت العرفان: جبکہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم جد علی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾: جہندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں حضرت یحییٰ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گہرات میں ٹھہرا اور اس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ہاں آرام فرماتے، جب رات کا تھا ہی حصہ گزرا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ان آیات مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رفع البصر الى السماء، ۱۰۹/۴، الحدیث: ۶۲۱۰)  
ایک روایت میں ہے کہ تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا: ”اس پر افسوس ہے جو یہ آیت پڑھے اور اس میں غور نہ کرے۔“  
(الاحسان بقرئہات صحیح ابن حبان، کتاب الرفاق، باب التوبة، ۸۴۲، الحدیث: ۶۱۹)

### سائنسی علوم حاصل کرنا کب باعث ثواب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم جغرافیہ اور سائنس حاصل کرنا بھی ثواب ہے جبکہ اچھی نیت ہو جیسے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت یا اللہ تعالیٰ کی معیت کا علم حاصل کرنے کیلئے، لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔ اس آیت مبارکہ میں آسمان و زمین کی تخلیق میں قدرت الہی کی نشانیاں کا فرمایا گیا ہے لہذا اسی کے قوس نظر اس تفسیر کی ایک جگہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں: امام غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”قدرت الہی کی چھٹی نشانی آسمانوں، ستاروں کی مملکت اور ان کے عجائب میں ہے، کیونکہ جو کچھ زمین کے اندر اور روئے زمین پر ہے وہ سب کچھ اس کے مقابلے میں کم ہے۔ آسمان اور ستاروں کے عجائب میں تفرک کرنے کے لئے قرآن پاک میں تنبیہ فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفْكَاً مَّحْطُوكًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿۳۶﴾  
توجہ کثرت العرفان: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور وہ لوگ اس کی نشانیاں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَتَحْسَبَنَّ السَّمُوتَ وَالْأَرْضَ وَالْجِبَالَ مِنْ خَلْقِ الْكَافِرِينَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُنَّ لَآيَ عِلْمُونَ ﴿۵۷﴾  
توجہ کثرت العرفان: جبکہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت کم لوگ سمجھ جانتے۔

تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرو۔ آسمان کی نیلاہٹ اور ستاروں کی غمناہٹ کو دیکھ لیں غور نہیں کر دیتے تو جانور بھی کر لیتے ہیں بلکہ مقام افسوس تو یہ ہے کہ تو اپنے عجائب اور اپنی ذات کو جو تیرے پاس ہیں اور وہ

زمین و آسمان کے عجائب کی بہ نسبت ایک ذرہ بھی نہیں جس کو تو پہچان سکتا تو پھر زمین و آسمان کے عجائب کو کیسے پہچان سکے گا۔  
 تجھے بحر ریح معرفت کے درجہات پر ترقی کرنی چاہئے۔ تجھے پہلے اپنی ذات کو پہچانا چاہئے، پھر زمین اور اس کی تمام اشیاء  
 کا عرفان حاصل کرنا چاہئے، پھر ہوا، بادل وغیرہ کے عجائب کی پہچان کرنی چاہئے، پھر آسمان اور ستاروں کی معرفت حاصل  
 کرنی چاہئے، پھر کرسی اور عرش کو پہچانا چاہئے، پھر عالم اجسام سے نکل کر عالم ارواح کی سیر کرنی چاہئے، پھر فرشتوں، جنوں  
 اور شیطانوں کو جاننا چاہئے، پھر فرشتوں کے درجہات اور مقامات کا عرفان حاصل کرنا چاہئے، آسمان اور ستاروں کی گردش،  
 ان کی حرکت اور ان کے متحارب و متغارب کو دیکھنا چاہئے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ ستاروں کی کثرت پر غور و فکر کرنا چاہئے۔  
 انہیں کوئی بھی شمار نہیں کر سکتا، ان میں ہر ستارے کا رنگ مختلف ہے، کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے ہیں۔ بحران میں سے  
 ہر ایک کی شکل مختلف ہے مثلاً کچھ مثل کی شکل کے ہیں اور کچھ بھو کی شکل کے۔ پھر انسان ان کی مختلف حرکات پر غور کرے،  
 کئی ایک ماہ میں سارے آسمان کو طے کر جاتے ہیں۔ کچھ سال بھر لگاتے ہیں، کئی انہیں طے کرنے میں بارہ سال لگاتے  
 ہیں، کئی ستارے تیس سالوں میں سارے آسمانوں کی گردش پوری کرتے ہیں، اکثر ستارے 30,000 سال میں سارے  
 آسمانوں کی مساحت طے کرتے ہیں۔ جب تو نے زمین کے کچھ عجائبات کو جان لیا تو یہ بھی سمجھ لے کہ عجائبات کا فرق ہر  
 ایک چیز کی شکل کے اختلاف کے مطابق ہوتا ہے، کیونکہ زمین اگرچہ اتنی وسیع ہے کہ کوئی اس کی حد کو نہیں چھو سکتا مگر سورج  
 زمین سے بڑا ہے۔ اس سے معلوم ہو جانا چاہئے کہ آفتاب کتنا دور ہے جو اتنا چھوٹا نظر آتا ہے۔ یہی معلوم ہوا کہ وہ کتنی  
 تیزی سے حرکت کرتا ہے کہ آدمی سماعت میں آفتاب کا تمام گھیرا زمین سے لگتا ہے۔۔۔۔۔ یونہی آسمان پر ایک ستارہ  
 ہے جو زمین سے سو گنا بڑا ہے۔ وہ بلندی کی وجہ سے چھوٹا نظر آتا ہے، ایک ستارہ اگر اتنا بڑا ہے تو سارے آسمان کا اندازہ  
 لگانے میں کہ وہ کتنا بڑا ہوگا۔ ان سب کی عظمت و بزرگی کے باوجود تیری نگاہوں میں چھوٹ کر دیا گیا تو اس سے مالک حقیقی  
 کی عظمت و فضیلت سے آگاہی حاصل کر سکے۔

(کیمیائے سعادت، رکن چہارم، اصل حلقہ، ۹۱۷/۲-۹۱۸)

الَّذِينَ يَدْعُونَ اللَّهَ قِيًّا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي  
 خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ  
 فَقَدْ عَذَّبَ النَّاسَ ۝۹۱

توبہ کنز الایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اسے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا یا کی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

توبہ کنز الایمان: جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْتِیْکُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِہٖ فَیَسْتَفِیْضُوْا ۚ اُولٰٓئِکُمْ لَیْسَ لِلّٰہِ اِیَّہُمْ حِسَابٌ ۚ﴾ وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ یہاں عقلمند لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ہیں کون؟ اور ان کے چند اہم کام بیان فرمائے گئے ہیں۔

### عقلمند لوگوں کے اہم کام

(۱)۔۔۔ عقلمند لوگ کھڑے، بیٹھے اور بستروں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ مولیٰ کریم کی یاد ہر وقت ان کے دلوں پر چمائی رہتی ہے۔

(۲)۔۔۔ عقلمند لوگ کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا ہے۔

(۳)۔۔۔ کائنات میں غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت ان پر آشکار ہوتی ہے اور ان کے دل اللہ عز و جل کی عظمت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کی زبانیں اللہ عز و جل کی عظمت کے ترانے پڑھتی ہیں۔

(۴)۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام چیزیں کامل الایمان لوگوں کے اوصاف ہیں، ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے اسلاف اللہ عز و جل کی یاد میں بہت رغبت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت سری عظمیٰ زین العابدینؑ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جرجانیؑ زین العابدینؑ کے پاس ستو ویکھے جس سے وہ بھوک مٹا لیتے تھے۔ میں نے کہا: آپ کھانا اور دوسری اشیاء کیوں نہیں کھاتے؟ آپ زین العابدینؑ نے فرمایا میں نے چبانے اور یہ ستو کھا کر گزارہ کرنے میں نوسے تہیجات کا فرق پایا ہے، لہذا چالیس سال سے میں نے روٹی نہیں چبائی تاکہ ان تہیجات کا وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ زین العابدینؑ کا معمول یہ تھا کہ آپ بازار جاتے اور اپنی دکان کھول کر اس کے آگے

پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آ جاتے۔

(مکاشفۃ القلوب، الباب الحادی عشر فی طاعة اللہ ومحبة رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۸)

### کائنات میں غور کی ضرورت

جس طرح کسی کی عظمت، قدرت، حکمت اور علم کی معرفت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ اس کی بنائی ہوئی چیز ہوتی ہے کہ اس میں غور و فکر کرنے سے یہ سب چیزیں آشکار ہو جاتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے، اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی اور اس کے جلال و کبریائی کی تکمیل ہیں اور ان میں غور و فکر کرنے سے خالق کائنات کی معرفت حاصل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اس کائنات میں موجود مختلف چیزوں جیسے انسانوں کی تخلیق، زمین و آسمان کی بناوٹ، زمین کی پیداوار، ہوا اور بارش، سمندر میں کشتیوں کی روانی، دریاؤں اور درگوں کا اختلاف وغیرہ بے شمار اشیاء میں غور و فکر کرنے کی دعوت اور ترغیب دی گئی تاکہ انسان ان میں غور و فکر کے ذریعے اپنے حقیقی رب غور و خجل کو پہچانے، صرف اسی کی عبادت بجالائے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرے۔

امام محمد غزالی زغنفہ اللہ تعالیٰ غلبہ فرماتے ہیں ”آسمان اپنے ستاروں، سورج، چاند، ان کی حرکت اور طلوع وغروب میں ان کی گردش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ زمین کا مشاہدہ اس کے پہاڑوں، نہروں، دریاؤں، حیوانات، نباتات اور ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں جیسے بادل، بارش، برف، گرج چمک، ٹوٹنے والے ستارے اور حمزہ ہوائیں۔ یہ وہ آجاس ہیں جہاں آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان دیکھی جاتی ہیں، پھر ان میں سے ہر جنس کی کئی انواع ہیں، ہر نوع کی کئی اقسام ہیں، ہر قسم کی کئی شاخیں ہیں اور صفات، بہت اور ظاہری و باطنی معانی کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تقسیم کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں۔ زمین و آسمان کے جمادات، نباتات، حیوانات، فلک اور ستاروں میں سے ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے حرکت دینے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور ان کی حرکت میں ایک حکمت ہو یا دوسروں یا ہزار، یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں اور اس کے جلال و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور علامات ہیں۔“ (احیاء العلوم، کتاب الفکر، بیان کلیۃ الفکر فی خلق اللہ تعالیٰ، ۱۷/۵)

فی زمانہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں غور و فکر کرنے اور اس کے ذریعے اپنے رب تعالیٰ کے

کمال و جمال اور جلال کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرنے سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور ان کے علم کی حد صرف یہ رہ گئی ہے جب بھوک لگی تو کھانا کھالیا، جب پیاس لگی تو پانی پی لیا، جب کام کاج سے تھک گئے تو سو کر آرام کر لیا، جب شہوت نے بے تاب کیا تو حلال یا حرام ذریعے سے اس کی بے تابی کو دور کر لیا اور جب کسی پر غصہ آیا تو اس سے جھگڑا کر کے غصے کو ختم کر لیا الغرض ہر کوئی اپنے تن کی آسانی میں مست نظر رہا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اندھا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو دیکھے لیکن انہیں پیدا کرنے والے خالق کی عظمت سے مدہوش نہ ہو اور اس کے جلال و جمال پر عاشق نہ ہو۔ ایسا بے عقل انسان حیوانوں کی طرح ہے جو فطرت کے عجائبات اور اپنے جسم میں غور و فکر نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اسے ضائع کر دے اور اس سے زیادہ علم نہ رکھے کہ جب بھوک لگے تو کھانا کھالیا، کسی پر غصہ آئے تو جھگڑا کر لیا۔

(کچھ سی سعادۃ، رکن چہارم، اصل فہم، پندرہ کنون تنقیر حرر عہدہا علی حدای تعالیٰ، ۲/۹۱)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخُلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝  
رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۚ رَبَّنَا  
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْآبِرَارِ ۝ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا  
وَعَدَ شَآءَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے! جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور عالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے! ہم نے ایک نداوی کو سنا کہ ایمان کے لئے خدا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں کو مٹا دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے! اور ہمیں وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوائہ کر۔ بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

توبۃ کثر العرفان: اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا اسے تو نے ضرور سوا کر دیا اور کھلموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک عداوت اپنے والے کو ایمان کی غلامیوں کو دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرتا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ترجمہ: اے ہمارے رب۔ ﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا قَدْ عَلِمْتَ إِلَّا تَعْلَمُ الْيَوْمَ مَا كُنْتَ بِهِ تَعْلَمُ ۚ ﴾ بہت پیاری دعا ہے۔ اے اپنے معمولات میں شامل کر لیتا چاہیے۔

ترجمہ: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک عداوت اپنے والے کو سنا کہ اس عداوتی سے مراد سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی شان میں ”قَاتِلُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ“ وارد ہوا ہے یا اس سے قرآن کریم مراد ہے۔ ﴿وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ الْغُيُوبَ﴾ اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ دعا کرو کہ موت بھی نیک لوگوں کے ساتھ ہو یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آئے اور ان کی طبیعت لعیب ہو جائے۔

### نیک لوگوں کی محبت اختیار کرنے کی ترغیب

یاد رہے کہ نیک لوگوں کی محبت بہت عظیم چیز ہے۔ رب العالمین غزوہ جمل نے فرمایا:

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ توبۃ کثر العرفان: بھروسے کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور صحابہ کرام زہبی اللہ تعالیٰ عنہم کو محبت نے ہی عظیم ترین مرتبے پر فائز کیا۔ زندگی میں نیک لوگوں کا ساتھ تو نعمت ہے ہی، مرنے کے بعد بھی نیکیوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے چنانچہ پسندیدہ بندے کو موت کے وقت فرمایا جاتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَغْلُوبَةُ ﴿۱﴾ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ﴿۲﴾ توبۃ کثر العرفان: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف راضیہ مَرَضِيَّةٌ ﴿۳﴾ قَدْ خَلَّتْ فِي عِبَادِي ﴿۴﴾ اس حال میں واپس آ کر تو اس سے راضی ہو ورنہ تھ سے راضی ہو۔ پھر وَادِّخِي مَجْعَتِي ﴿۵﴾ (سورہ فجر ۳-۵)

دیکھیں، فوت ہونے والی روح سے کہا جاتا ہے کہ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے

کہ وہ اپنی زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے فیضیاب ہو اور موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ میت برے پڑوسی سے اسی طرح آؤشت پاتی ہے جس طرح زندہ انسان برے پڑوسی سے آؤشت پاتا ہے۔“ (کنز العمال، کتاب الموت، قسم الاحوال، الفصل السادس، ۲۵۴/۸، الجزء العاشر عشر بالحديث: ۴۲۳۶۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ فیض بیڑا کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے منتھوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں، اب جو تیکھیں تو دو اوڑھے اس کے بدن سے لپٹے اپنے منھوں سے اس کا منہ بھمکڑ رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحب دل سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اوڑھائی تھے مگر ایک ولی اللہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اوڑھے درخت گل کی شکل ہو گئے تھے اور ان کے معن گلاب کے پھول۔ اس کی خیریت چاہو تو وہاں لے جا کر دفن کرو۔ وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی اور خوب گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۷۷، ۷۸)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّثْرًا اَوْ اُنْثَىٰ  
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَاَلَّذِينَ هَاجَرُوا وَاُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُودُّوْا فِي  
سَبِيلِي وُقْتُوْا وَقَتْلُوْا لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتِي  
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَ  
حُسْنِ الثَّوَابِ ﴿۹۵﴾



قصیدۃ نکاح الایمان: تو ان کی دعائیں لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت آکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں پاغلوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

فصیحۃ کلام العبرقان: تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

﴿فَاتَّبَعْتُمُ الْيَهُودَ﴾: تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والوں! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ (حازن، ال عمران، نحت الآیۃ: ۱۹۵، ۳۳۸/۱)

### دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل

یہاں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہاں دعائیں پانچ بار ﴿يٰۤاٰرٰٓثُ﴾ آئیے اور اس کے بعد دعا کی قبولیت کی بات ہو رہی ہے تو اگر دعا میں پانچ مرتبہ ﴿يٰۤاٰرٰٓثُ﴾ کہہ دیا جائے تو قبولیت دعا کی امید ہے۔

﴿بَعْضُكُمْ يَفْتِنُ بَعْضًا﴾: تم آپس میں ایک ہی ہو۔ ﴿اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرات حوا و حسان علیہ السلام کی اولاد ہی ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور تفریق پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ (حازن، ال عمران، نحت الآیۃ: ۱۹۵، ۳۳۸/۱)

﴿قَالُوْٓنَ يٰۤاٰرٰٓثُ﴾: پس جنہوں نے ہجرت کی۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور وہ مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی آفتوں کے سبب اپنے

ان گمروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے جہاں وہ پلے پڑے تھے اور مجھ پر ایمان لانے اور میری وحدانیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے منادوں کا اور ضرور انہیں ایسے بغاوت میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

(روح البیان، ال عمران، تحت الآية: ۱۰۹۵، ۱۰۱/۲)

### ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث

اس آیت میں ہجرت اور جہاد کے ثواب کا بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں ہجرت اور جہاد سے متعلق 3

احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ہا جدار در سالت، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اعمال کا دار و مدار نیکیوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، تو جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسی چیز کی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔" (بخاری، کتاب الايمان، باب ما جاء في الاحمال بالية والجسبة... الخ، ۳۴/۱، الحديث: ۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جیسے راہ خدا میں کوئی زخم آئے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے زخم سے سرخ رنگ کا خون بہہ رہا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔" (بخاری، کتاب الذہاب والصدقة... الخ، باب المسئلة، ۵۶۶/۲، الحديث: ۵۵۳۳)

حضرت شہاد بن ہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کیا، پھر عرض کی: میں ہجرت کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اسے ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور) اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس (کے) دکن و غیرہ کا انتظام کرنے کے بارے میں کچھ حکم فرمایا۔ جب ایک غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چند قیدی بطور غنیمت

حاصل ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں کو تقسیم فرمادیا اور اس اعرابی کا حصہ نکال کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیا۔ وہ اعرابی صابی بن جہنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے پہرہ دیا کرتے تھے (چاکر دشمن اپنا کھلم کھلا کر دے)۔ جب وہ (پہرے کی جگہ سے) آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا حصہ دے دیا۔ اس نے عرض کی: یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا: ”یہ تمہارا حصہ ہے، جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ وہ اعرابی اپنے حصے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے یہ تمہارا حصہ نکالا ہے۔ اس نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں نے مال کے حصول کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیروی نہیں کی بلکہ میں نے تو اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیروی کی ہے تاکہ مجھے یہاں لگے پر تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم (اپنی بات میں تخلص اور) سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ خواہش ضرور پوری فرمائے گا۔ اس کے بعد لوگ کچھ دیر کے لئے ٹھہرے رہے، پھر دشمن کے ساتھ جہاد کے لئے اٹھے تو (جہاد کے دوران) کچھ آدمی اس اعرابی کو اس حال میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لائے کہا اسے وہیں لگا ہوا تھا جہاں تیر لگنے کا اس نے اشارہ کیا تھا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا یہ وہی شخص ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یہ اپنی بات میں تخلص تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرمادی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (برکت کے لئے) اسے اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا، پھر اسے اپنے سامنے رکھا اور اس کا جنازہ پڑھایا۔ اس کی نماز جنازہ میں جو دعا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی وہ یہ تھی

”اَللّٰهُمَّ هَذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مِنْهَا جَرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقَبْلِ شَہِيْدًا اَنَا شَہِيْدٌ عَلٰی ذٰلِكَ“

اے اللہ! غُورِ غلیٰ، یہ تیرا وہی بندہ ہے جس نے تیری راہ میں ہجرت کی اور شہید ہو گیا اور میں اس چیز کا گواہ ہوں۔

(نسائی، کتاب الجنائز، الصلاة علی الشہداء، ص ۳۳۰، الحدیث: ۱۹۰۰)

لَا يَعْرِزُكَ تَقَلُّبُ الدِّیْنِ كَفَرًا وَاِنِ الْبِلَادُ ۞ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۞ ثُمَّ  
مَا وُلَّهُمْ جَهَنَّمَ ۞ وَاِنْ يَسْأَلُ الْبِلَادُ ۞

توجہ لکنا لا یمکن: اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اگلے پہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ تھوڑا ابرتا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بھلا ہوتا۔

توجہ لکنا لا یمکن: اے طالب اکافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ (یہ تو زندگی گزارنے کا) تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

ولا یغزو لک: تجھے ہرگز دھوکہ نہ دے۔ چہ شان نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار و شرکین اللہ عز و جل کے دشمن ہیں لیکن یہ تو بیش و آرام میں ہیں اور ہم لگی اور مشقت میں جھکا ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(مضاوی، آل عمران، تحت الآية: ۱۹۶/۲۰۱۳۵)

اور انہیں بتایا گیا کفار کا یہ بیش و آرام دنیوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے جبکہ ان کا انجام بہت برا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ کسی کو کہا جائے بھائی آپ دس منٹ دھوپ میں کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد اسے ہمیشہ کیلئے انیر کنڈیشٹر بنگہ دیدیا جائے اور دوسرے شخص کو دس منٹ سائے دار و رشت کے نیچے ٹھانے کے بعد ہمیشہ کیلئے تپتے ہوئے صحرا میں رکھا جائے تو دونوں میں فائدے میں کون رہا؟ یقیناً پہلے والا۔ مسلمان کی حالت پہلے شخص کی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر ہے اور کافروں کی حالت دوسرے شخص سے بھی بدتر ہے۔

لَکِنَ الَّذِیْنَ اٰتَقَوْا رَاٰیَہُمْ لَہُمْ جَنَّتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا اَلَا نَہَرُ خُلْدٍ دِیْنٍ فِیْہَا نَزَلَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۝۱۹

توجہ لکنا لا یمکن: لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکیوں کے لئے سب سے بھلا۔

توجہ لکنا لا یمکن: لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکیوں کے لئے بہترین چیز ہے۔

﴿لَنْتَمَ جَنَّاتٌ﴾: ان کیلئے جہنم ہیں۔ کچھ کافروں کی دنیاوی، عارضی اور فانی راحت و آرام کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے آخرت کے دائمی، ابدی راحت و آرام یعنی جنت کا بیان ہو رہا ہے۔

**دنیا کی راحتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟**

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمست میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان کنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک بورے پر آرام فرما رہے ہیں، سر اقدس کے نیچے چڑے کا تکیہ ہے جس میں ناریل کے ریٹے بھرے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر بورے کے نشانات نقش ہو گئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا کہ ”ہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، قیصر و کسریٰ تو عیش و آرام میں ہوں اور آپ اللہ عز و جل کے رسول ہو کر اس حالت میں۔“ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔

(بخاری: کتاب التفسیر، باب قبضتی مرضاً از واجلہ... الخ، ۳/۵۹۳، الحدیث: ۱۹۱۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن سرکار عالی و قار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کے بالوں سے ہاناموتا لباس پہنے چکی میں آتا عین رسی تھیں، جب انہوں کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر نظر پڑی تو آنکھوں سے سہل الحک رواں ہو گیا، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دنیا کی چٹکی جتن کھوٹ پی لو تا کہ جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوں۔“ (اصواء العلوم، کتاب الفقر والرحمہ، بیان تفصیل الزهد فیما ہو من طبرونات الحیاء، ۲۸۷/۴)

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ پانی طلب فرمایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہد کیا یا عرض کیا گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیلے کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا ”اگر میں اسے پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی لیکن اس کا حساب (میرے ذمے) باقی رہے گا۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، پھر وہ پیلہ ایک شخص کو دے دیا اور اس نے وہ شہد پی لیا۔

(امد العادہ، باب العین والشعبہ، عمر بن الخطاب، ۱۶۷/۴)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سامنے

کہا تا رکھا ہوا تھا، اس دوران ایک غلام نے آکر عرض کی: حضرت عقبہ بن ابی رفیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ جب حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھانے میں سے کچھ نہیں دیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھایا تو وہ ایسا بد مزہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے نگل نہ سکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ۱۰: امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیا آپ کو حواری نامی کھانے میں رغبت ہے (تاکہ آپ کی بارگاہ میں وہ کھانا پیش کیا جائے)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”کیا وہ کھانا ہر مسلمان کو میسر ہے؟“ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: خدا کی قسم نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اے عقبہ! تم پر افسوس ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں دنیوی زندگی میں مزے رکھتا کھاؤں اور آسودگی کے ساتھ زندگی گزاروں۔“

(اسد الغابہ، باب العین والمہم، عمر بن الخطاب: ۱۶۸/۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے ایک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا فطرہ گزرا۔“

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وأهلها مخلوقہ، ۳۹۱/۲، الحدیث: ۳۲۴۴)

حضرت بل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا اور کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔“

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وأهلها مخلوقہ، ۳۹۲/۲، الحدیث: ۳۲۵۰)

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۳۳﴾

توبہ کنز الایمان: اور بیشک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل و نام نہن لیتے ہیں وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

توجہ لکھنا عفو: اور یہ کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور چہرہ ہاری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا اس پر اس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ اللہ کی آجوں کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ أَصْحَابُ الْكِتَابِ﴾ اور یہ کچھ اہل کتاب۔ کچھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کی وفات کے دن سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، چلو اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیعت شریف تشریف لے گئے اور حبشہ کی سرزمین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کی گئی اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چار گھبروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے استغفار فرمایا۔ (مشہخانی اللہ، بکا، اظہر ہے اور کیا شان ہے کہ سرزمین حبشہ مدینہ منورہ میں سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔) منافقین نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ وہ حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (حازنہ ال عمرانہ تحت الآية ۱۹۹، ۳۳/۱)

اور اُن کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جن کو بیعتی کہہ رہے ہیں حقیقت میں وہ مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ عزوجل پر اور جو کچھ کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی و انکساری اور تواضع و اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور یہودی سرداروں کی طرح وہ اللہ عزوجل کی آیتیں سچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا خزانہ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا وَاصْبِرُوا وَاصْبِرُوا﴾ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۳﴾

توجہ لکھنا ایمان: ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

توبہ لکنا العرفان: اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾: صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔ صبر کا معنی ہے لپٹ کر اس چیز سے روکنا جو شریعت اور عقل کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ اور مضامیرہ کا معنی ہے دوسروں کی ایذا رسانوں پر صبر کرنا۔ صبر کے تحت اس کی تمام اقسام داخل ہیں جیسے توحید، عدل، نبوت اور مشر و شر کی معرفت حاصل کرنے میں نظر و استدلال کی مشقت، برداشت کرنے پر صبر کرنا۔ واجبات اور منکبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرنا۔ ممنوعات سے بچنے کی مشقت پر صبر کرنا۔ دنیا کی معیبتوں اور آفتوں جیسے بیماری، بھنگائی، قحط اور خوف وغیرہ پر صبر کرنا اور مضامیرہ میں گھر والوں، بڑبیوں اور رشتہ داروں کی بد اخلاقی برداشت کرنا اور براسلوک کرنے والوں سے بدلہ نہ لینا داخل ہے، اسی طرح نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی مضامیرہ میں داخل ہے۔

(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۰۲، ۳۹، تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآية: ۲۰۰، ۴۷۳، ملخصاً)

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾: اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو۔ لپٹ کر اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمر بستہ رہو۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۲۰۰، ۱۳۷)

### اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل

اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے لئے وہاں رہنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ

حضرت اہل بن سعد ساعدی زجبنی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ”راؤ خدا میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، ۲۷۹/۲، الحدیث: ۲۸۹۲)

حضرت سلمان زجبنی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، حفاظت کرنے والا اگر مر گیا

تو اس کے اس عمل کا اجر جاری رہے گا اور وہ قہر سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، ص ۱۰۵۹، الحدیث: ۱۶۳، ۱۱۱۳)



# سُورَةُ النِّسَاءِ

## سورۃ نساء کا تعارف

### مقام نزول

(عنازل، النساء، ۱/۳۴)

سورۃ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

### آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں 24 رکوع، 176 آیتیں، 3045 کلمے اور 16030 حروف ہیں۔ (عنازل، النساء، ۱/۳۴)

### ”نساء“ نام رکے جانے کی وجہ

عربی میں عورتوں کو ”نساء“ کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے اس لئے اسے ”سورۃ نساء“ کہتے ہیں۔

### سورۃ نساء کے فضائل

(۱)۔۔۔ سورۃ نساء کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ”مجھے قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ تو آپ پر نازل فرمایا گیا ہے! ارشاد فرمایا ”ہاں (تم پڑھ کر سناؤ)۔ چنانچہ میں نے سورۃ نساء پڑھی مٹی کی گھڑی میں اس آیت پر پہنچا

فَكَيْفَ إِذَا جُمْنَا مِنْكُم مَّنْ أَمَرُوا بِتَشْيِئِهِمْ وَجُثَاثِمْ  
عَلَىٰ هَؤُلَاءِ عِشْرِينَ ۝ (نساء: ۷۶)

ترجمہ کنز العرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور گواہان بنا کر لائیں گے۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بس کرو اب تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔“

(بحاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقرئ للفقاری: حبیبک، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۵۰۵۰)

(2)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”سورۃ بقرہ، سورۃ نساء، سورۃ مائدہ، سورۃ حج اور سورۃ توبہ سیکھو کیونکہ

ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔ (مسندک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النور، ۳/۵۸۸، الحدیث: ۳۵۴۵)

(3)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”جس نے سورۃ نساء پڑھی تو وہ جان لے گا کہ وراثت میں کون کس سے محروم ہوتا ہے اور کون کس سے محروم نہیں ہوتا۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفرائض، ما ذلوا فی تعلیم الفرائض، ۷/۳۲۴، الحدیث: ۵)

(4)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”جس نے سورۃ بقرہ، سورۃ آل عمران اور سورۃ نساء پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حکمت والے لوگوں میں سے لکھا جائے گا۔“

(شعب الایمان، الناصح عشر من شعب الایمان، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/۴۶۸، الحدیث: ۲۴۲۴)

### سورۃ نساء کے مضامین

اس سورت کا سرکاری مضمون یہ ہے کہ اس میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق اور ان سے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں جیسے یتیم بچوں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر کھا جانے کو بڑا گناہ قرار دیا گیا۔ نا بوجہ یتیم بچوں کا مال ان کے حوالے کرنے سے منع کیا گیا اور جب وہ شادی کے قابل اور سمجھدار ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینے کا حکم دیا گیا۔ یتیموں کے مال نا حق کھا جانے پر وعید بیان کی گئی۔ اسی طرح عورتوں کا مہر انہیں دینے کا حکم دیا گیا اور مہر سے متعلق چند اور مسائل بیان کئے گئے۔ میراث کے مال میں عورتوں کے باقاعدہ حصے مقرر کئے گئے۔ ان عورتوں کا ذکر کیا گیا جن سے نسب، رضاعت اور مصاہرت کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جن عورتوں سے کسی سبب کی وجہ سے عارضی طور پر نکاح حرام ہے۔ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے احکام بیان کئے گئے اور تا فرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ ذکر کیا گیا۔ اس کے علاوہ سورۃ نساء میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)..... والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے پڑوسیوں، مسافروں اور لوٹری غلاموں کے ساتھ

حسن سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا۔

- (2)..... میراث کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے۔
- (3)..... کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے اور کن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔
- (4)..... شوہر، بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق اور ازدواجی زندگی کے رہنما اصول بیان کئے ہیں۔
- (5)..... مال اور خون میں مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے احکام بیان کئے گئے۔
- (6)..... کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت بیان کی گئی، حسد سے بچنے کا حکم دیا گیا نیز کبیرہ، بخل اور پکاری کی مذمت بھی بیان کی گئی۔
- (7)..... جہاد کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے۔
- (8)..... قاتل کے بارے میں احکام، ہجرت کے بارے میں احکام اور نماز خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔
- (9)..... نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے
- (10)..... اخلاقی اور ملکی معاملات کے اصول اور جنگ کے بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔
- (11)..... منافقوں، عیسائیوں اور بطور خاص یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے۔
- (12)..... اس سورت کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کی گمراہیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

### سورۃ آل عمران کے ساتھ مناسبت

سورۃ نساء کی اپنے سے ماقبل سورت ”آل عمران“ کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، جیسے سورۃ آل عمران کے آخر میں مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور سورۃ نساء کے ابتداء میں تمام لوگوں کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران میں غزوۃ اُحد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اور اس سورت کی آیت نمبر 88 میں بھی غزوۃ اُحد کا ذکر ہے۔ سورۃ آل عمران میں غزوۃ اُحد کے بعد ہونے والے غزوہ، حراۃ اللہ کا ذکر ہے اور اس سورت کی آیت نمبر 104 میں بھی اس غزوے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دونوں سورتوں میں، یہودیوں اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل نظریات کا رد کیا گیا ہے۔ (تاسق الدرر، سورۃ النساء ص ۷۶-۷۷)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

توحید اکثر الایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

توحید اکثر الایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا رُجُوعًا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

توحید اکثر الایمان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پیدا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

توحید اکثر الایمان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو! اس آیت مبارکہ میں تمام بنی آدم کو خطاب کیا گیا ہے اور سب کو تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ کافروں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور مسلمانوں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اعمال صالحہ بجالائیں۔ ہر ایک کو اس کے مطابق تقویٰ کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد یہاں چند چیزیں بیان فرمائیں:

- (۱)..... اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ الفضلۃ والسلام سے پیدا کیا۔
- (۲)..... حضرت آدم علیہ الفضلۃ والسلام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا زہیٰ اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا کیا۔
- (۳)..... انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد و عورت کا سلسلہ جاری ہوا۔
- (۴)..... چونکہ نسل انسانی کے پھیلنے سے باہم ظلم اور حق شناسی کا سلسلہ بھی شروع ہوا لہذا خوفِ خدا کا حکم دیا گیا تاکہ ظلم سے بچیں اور چونکہ ظلم کی ایک صورت اور بدتر صورت رشتے داروں سے قطع تعلقی ہے لہذا اس سے بچنے کا حکم دیا۔

### انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی؟

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ابتداء حضرت آدم علیہ الفضلۃ والسلام سے ہوئی اور اسی لئے آپ علیہ الفضلۃ والسلام کو ابوالبشر یعنی انسانوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ الفضلۃ والسلام سے انسانیت کی ابتداء ہونا بڑی قوی دلیل سے ثابت ہے مثلاً دنیا کی مردم شماری سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح ماضی کی طرف چلتے چلتے اس کی انتہاء ایک ذات قرار پائے گی اور وہ ذات حضرت آدم علیہ الفضلۃ والسلام ہیں یا یوں کہیے کہ قبیلوں کی کثیر تعداد ایک شخص پر جا کر فتم ہو جاتی ہیں مثلاً سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے مگر ان کی انتہاء رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ذات پر ہوگی، یونہی بنی اسرائیل کہتے بھی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا اختتام حضرت یعقوب علیہ الفضلۃ والسلام کی ایک ذات پر ہوگا۔ اب اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام کنہوں، قبیلوں کی انتہاء ایک ذات پر ہوگی جس کا نام تمام آسانی کتابوں میں آدم علیہ الفضلۃ والسلام ہے اور یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص پیدا ہونے کے موجود طریقے سے پیدا ہوا ہو یعنی ماں باپ سے پیدا ہوا ہو کیونکہ اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے اور پھر جسے باپ مانا وہ خود کہاں سے آیا؟ لہذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین وہ اس طریقے سے ہٹ کر پیدا ہوا اور وہ طریقہ قرآن نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے پیدا کیا جو انسان کی رہائش یعنی دنیا کا بنیادی جز ہے۔ پھر یہ بھی غابر ہے کہ جب ایک انسان یوں وجود میں آ گیا تو دوسرا ایسا وجود چاہیے جس سے نسل انسانی چل سکے تو دوسرے کو بھی پیدا کیا گیا لیکن دوسرے کو پہلے کی طرح مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے کی بجائے

جو ایک شخص انسانی موجود تھا اسی کے وجود سے پیدا فرمادیا کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی تھی چنانچہ دوسرا وجود پہلے وجود سے کچھ کم تر اور عام انسانی وجود سے بلند تر طریقے سے پیدا کیا گیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی ایک بائیں پٹلی ان کے آرام کے دوران نکالی اور ان سے ان کی بیوی حضرت حوا زینبہ علیہا السلام کی پیداوار ہوئی۔ چونکہ حضرت حوا زینبہ علیہا السلام کی عورت والے بائیں ملاپ سے پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں۔ خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پاس حضرت حوا زینبہ علیہا السلام کو دیکھا تو ہم جنس کی محبت دل میں پیدا ہوئی۔ مخاطب کر کے حضرت حوا زینبہ علیہا السلام سے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت۔ فرمایا: کس لئے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ علیہ السلام کی تسکین کی خاطر، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ان سے مانوس ہو گئے۔

(ہازانہ النساء تحت الآية ۱/۱۱۰/۳۴)

یہ وہ معقول اور کچھ میں آنے والا طریقہ ہے جس سے نسل انسانی کی ابتدا کا پتہ چلتا ہے۔ بقیہ وہ جو کچھ لوگوں نے بندروں والا طریقہ نکالا ہے کہ انسان بندر سے بنا ہے تو یہ پر لے کر جانور کی نامعقول بات ہے۔ یہاں ہم سنجیدگی کے ساتھ چند سوالات سامنے رکھتے ہیں۔ آپ پر ان پر غور کر لیں، حقیقت آپ کے سامنے آ جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسان بندر ہی سے بنا ہے تو کئی ہزار سالوں سے کوئی جدید بندر انسان کیوں نہ بن سکا اور آج ساری دنیا پوری کوشش کر کے کسی بندر کو انسان کیوں نہ بنا سکی؟ نیز بندروں سے انسان بننے کا سلسلہ کب شروع ہوا تھا؟ کس نے یہ بننے دیکھا تھا؟ کون اس کا راہی ہے؟ کس پرانی کتاب سے یہ بات مطالعہ میں آئی ہے؟ نیز یہ سلسلہ شروع کب ہوا اور کب سے بندروں پر پابندی لگ گئی کہ جناب! آئندہ آپ میں کوئی انسان بننے کی جرأت نہ کرے۔ نیز بندر سے انسان بننا تو دم کا کیا بنا تھا؟ کیا انسان بننے ہی وہ جہزگی تھی یا کچھ عرصے بعد کافی مٹی یا گھٹ گھٹ کر ختم ہو گئی اور بہر حال جو کچھ بھی ہوا، کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مالے انسان پائے جاتے تھے۔ الغرض بندروں والی بات بندر ہی کر سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ دنیا بھر میں جس بات کا شور مچایا ہوا ہے اس کی کوئی ٹھل سیدھی نہیں، اس کی کوئی ٹٹوی سلامت نہیں، اس کی کوئی تاریخ نہیں۔ بس خیالی مفروضے قائم کر کے اچھے بھلے انسان کو بندر سے جا ملایا۔

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَنْهَامَ﴾ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ ﴿

ارشاد فرمایا کہ اس اللہ عزوجل سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مانتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرو۔

### رشتے داری توڑنے کی مذمت

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ  
وَلَا يَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ  
وَيُؤْتُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُوقَرُونَ ۚ أُولَٰئِكَ نَنْفِخُ فِيهِمُ الرُّوحَ  
وَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ ۝

(رعد: ۲۵)

توحید گذرا حیران: اور وہ جو اللہ کا عہد سے پختہ کرنے کے  
بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے  
کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی  
ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اؤلیٰ رحمہ اللہ نے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس قوم میں رشتہ داری توڑنے والا ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں اترتی۔“

(شعب الایمان، السامی والعمسون من شعب الایمان، ۲۲۳/۶، الحدیث: ۷۹۶۲)

اور حضرت ابوبکر رحمہ اللہ نے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دیدی جائے اور اس کے لئے آخرت میں بھی عذاب رہے وہ بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر نہیں۔“

(ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۵۷، باب، ۲۲۹/۱، الحدیث: ۳۵۱۹)

لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ رشتے داری توڑنے سے بچے اور رشتہ داروں سے تعلقات جوڑ کر رکھنے کی ہر پوری کوشش کرے۔

وَأَتُوا إِلَيْكُمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْبَيْتَ بِالطَّلِبِ وَلَا تَأْكُلُوا  
أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

توبہ کثرت الاعمال: اور توبہ کوان کے مال و دواور سحرے کے بدلے گنہگار نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

توبہ کثرت الاعمال: اور توبہ کوان کے مال و دواور پاکیزہ مال کے بدلے گنہگار نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

﴿وَأَتُوا إِلَيْهِمْ﴾ اور توبہ کوان کا مال دو۔ لے اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص کی گھرانی میں اس کے یتیم بچے کا بہت زیادہ مال تھا، جب وہ یتیم بالغ ہوا اور اس نے اپنا مال طلب کیا تو بچے نے دینے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں کر اس شخص نے یتیم کا مال اس کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب یتیم اپنا مال طلب کرے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جب کہ دیگر شرعی تقاضوں کو پورا کر لیا ہے اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لوجو تمہارے لئے حرام ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اپنا گھنیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ یہ تمہارا گھنیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا عمدہ مال تمہارے لئے گھنیا اور غبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر کھانا حرام ہو یعنی گھنیا معاوضہ دے کر کھانا بھی حرام ہے تو بغیر معاوضہ کے کھا لینا تو بطریق اذنی حرام ہوا۔ ہاں شریعت نے جہاں ان کا مال ملا کر استعمال کی اجازت دی وہ جدا ہے جس کا بیان سورہ بقرہ آیت 220 میں ہے۔

### یتیموں سے متعلق چند اہم مسائل

یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ آیت مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں توبہ کثرت الاعمال سے متعلق چند اہم مسائل بیان کئے جاتے ہیں:

(1)..... یتیم کو تھو دے سکتے ہیں مگر اس کا تھو لے نہیں سکتے۔



(2)۔ کوئی شخص فوت ہو اور اس کے درگاہ میں یتیم بچے بھی ہوں تو اس ترکے سے تیجہ، چالیسواں، نیاز، فاتحہ اور غیرات کرنا سب حرام ہے اور لوگوں کا یتیموں کے مال والی اس نیاز، فاتحہ کے کھانے کو کھانا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پیش آنے والا ہے لیکن افسوس کہ لوگ بے دھرم یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔

(3)۔ ایسے موقع پر جائز نیاز کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ و رٹام خاص اپنے مال سے نیاز دلائیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں وہ دعوت مراد نہیں ہے جو تہنن کے بعد یا سوئم کے دن کی پکائی جاتی ہے کیونکہ وہ دعوت تو بہر صورت ناجائز ہے خواہ اپنے مال سے کریں۔ مسئلہ: تیجہ، فاتحہ کا ایصال ثواب جائز ہے لیکن رشتے داروں اور اہل محلہ کی جو دعوت کی جاتی ہے یہ ناجائز ہے، وہ کھانا صرف فقراء کو کھلانے کی اجازت ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9 ویں جلد سے ان دور رسائل کا مطالعہ فرمائیں (1) الْخُحَّةُ الْقَائِمَةُ لِجُنُبِ التَّغْيِثِ وَالْقَائِمَةُ۔ (دن یتیم کرنے اور مریدہ فاتحہ سوئم وغیرہ کا ثبوت) (2) خُلِّيَ الصُّوْتُ لِتَغْيِي الدُّعْوَةِ آمَامَ مَوْتٍ۔ (کسی کی موت پر دعوت کرنے کی ممانعت کا واضح بیان)

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِسُوا مَآطِبَ نَكْمٍ مِنَ النِّسَاءِ  
مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ  
أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۚ

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کثیریں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک (سے نکاح)

(کرد) یا لوٹو یوں (پگزارا کرو) جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

﴿وَأِنْ خِفْتُمْ أَوْ رَاكُمْ خِشْيَا فَرِغَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں۔

(۱)..... امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیر سرپرستی قیم لڑکیوں سے اُن کے مال کی وجہ سے نکاح کر لینے حالانکہ اُن کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی تھی، پھر اُن قیم لڑکیوں کے حقوق پورے نہ کرتے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتے اور اُن کے مال کے وارث بننے کے لئے اُن کی موت کے منظر رہتے، اس آیت میں انہیں اس حرکت سے روکا گیا۔  
(صاوی، النساء، نعت الایہ: ۳/۲۰۹)

(۲)..... دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ قیموں کی سرپرستی کرنے سے تو نا انصافی ہو جانے کے ڈر سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم نا انصافی کے اندیشہ سے قیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اُس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اُن سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔  
(تفسیر کبیر، النساء، نعت الایہ: ۳/۲۰۹)

(۳)..... تیسرا قول یہ ہے کہ لوگ قیموں کی سرپرستی میں تو نا انصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن بہت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حق میں نا انصافی سے بھی ڈرو جیسے قیموں کے حق میں نا انصافی کرنے سے ڈرتے ہو اور اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔  
(مدارک، النساء، تحت الایہ: ۳/۲۰۹)

(۴)..... حضرت بکر بن عبد اللہ بن حبش نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ قریش میں دس دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے اور جب اُن کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو جو قیم لڑکیاں اُن کی سرپرستی میں ہوتیں اُن کے مال خرچ کر ڈالتے۔  
(عازن، النساء، تحت الایہ: ۳/۲۰۹)

اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نہ کرنا کہ تمہیں قیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔

### نکاح سے متعلق ۲ شرعی مسائل

- (۱)..... اس آیت سے معلوم ہوا کہ آ زامرو کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔
- (۲)..... تمام نعت کا اجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسول

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے یا پورا دیکھ  
حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کیا، اس کی آٹھ بیویاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:  
ان میں سے صرف چار رکھنا۔ (ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعقلہ نساء... الخ، ۳۹۶/۲، الحدیث: ۲۲۴۱)  
﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُحْبَبُوا﴾: پھر اگر تمہیں عدل نہ کر سکے گا تو رو۔ کہ آیت میں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی  
ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا زور ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان  
عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک سے شادی کرو۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی چار میں عدل نہیں کر سکتا لیکن تین میں  
کر سکتا ہے تو تین شادیاں کر سکتا ہے اور تین میں عدل نہیں کر سکتا لیکن دو میں کر سکتا ہے تو دو کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم  
ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے، اس میں نبی، پرانی، کنواری یا دوسرے کی مطلقہ، بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل  
لباس میں، کھانے پینے میں، رہنے کی جگہ میں اور رات کو ساتھ رہنے میں لازم ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتَيْنِ نَحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُنَّ نَفْسًا  
فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں  
تو اسے کھاؤ اور چٹا پچا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے  
پاکیزہ، خوشگوار (بجھ کر) کھاؤ۔

﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتَيْنِ نَحْلَةً﴾: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو  
حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے اپنے مہر میں سے انہیں کچھ تجھے  
کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار بجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی ذبیہ یا آخری نقصان نہیں ہے۔

(عازن، النساء، تحت الآية: ۴، ۳۴۴/۱، جلالین مع صاوی، النساء، تحت الآية: ۴، ۳۶۰/۲، ملتقطاً)

## مہر سے متعلق چند مسائل

اس آیت سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں:

(۱)..... مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے سر پرست، لہذا اگر سر پرستوں نے مہر وصول کر لیا ہو تو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچاویں۔

(۲)..... مہر بوجھ سمجھ کر نہیں دینا چاہیے بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہیے۔

(۳)..... مہر دینے کے بعد زبردستی یا انہیں تک کر کے واپس لینے کی اجازت نہیں۔

(۴)..... اگر عورتیں خوشی سے پورا یا کچھ مہر جمیں دیں تو وہ حلال ہے اسے لے سکتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں لوگ عورتوں کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے پر باقاعدہ مجبور نہیں کرتے لیکن کچھ اپنی چرب زبانی سے اور کچھ اپنے رویے کو بگاڑ کر اور موڈ آف کر کے اور میل برتاؤ میں اعتدال تبدیل کر کے مہر کی معافی یا واپسی پر عورت کو مجبور کرتے ہیں۔ یہ سب صورتیں ممنوع ہیں بلکہ بعض اعتبار سے اس میں زیادہ خباثت اور کینہگی ہے۔ ایسے لوگ مہر معاف بھی کر دیا لیتے ہیں اور اپنے نفس کو بھی راضی رکھتے ہیں کہ ہم نے کون سا مجبور کیا ہے؟ انہیں اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيًّا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری برسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجمہ کنز العرفان: اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿وَلَا تُؤْكُوا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ﴾ اور کم عقلوں کو ان کے مال نہ دو۔ کچھ اس آیت میں چند احکام بیان فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ ہے اور ان کا مال تمہارے پاس ہے اور وہ بچے اتنی کچھ نہیں رکھتے کہ مال کا نصف پچائیس بلکہ وہ اسے بے گل خرچ کرتے ہیں اور اگر ان کا مال ان پر چھوڑ دیا جائے تو وہ جلد ضائع کر دیں گے حالانکہ مال کی بہت اہمیت ہے کہ اسی کے ساتھ زندگی کی جتنی چیزیں چاہیے لہذا جب تک مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ نہیں حاصل نہ ہو جائے جب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات وغیرہ ان کے مال سے پورے کرتے رہو۔ البتہ ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے ان کے دل کو تسلی رہے اور وہ پریشان نہ ہوں مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے اور جب تم ہوشیار، سمجھدار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔

(مدارک، النساء، تحت الآية: ۵، ص ۲۱۰)

اچھی بات کہنے کا معنی یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، یہ بھی اس میں داخل ہے کہ ان کو آداب زندگی سکھاؤ، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

وَابْتَغُوا الْيُسْرَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا  
فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۖ  
وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۖ  
فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ①

توجہ! اکثر الامین: اور قریبیوں کو آزما تے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کرو اور انہیں نہ کھاؤ نہ بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کرو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

توضیح کا لفظ الصوفان: اور قیاموں (کی بھرداری) کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی بھرداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ ہو تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کر دو تو ان پر گواہ کرو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

﴿وَأَهْتَلُوا الْيَمِينِي﴾ اور قیاموں کو آزماتے رہو۔ اس آیت مبارکہ میں قیاموں کے حوالے سے بہت واضح احکام دیئے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ جن قیاموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی بھرداری کو آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھتے رہو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں۔ یوں انہیں آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں بھرداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ یہاں تک ان کے بارے میں حکم دینے کے بعد اب سر پرستوں کو بطور خاص چند ہدایات دی ہیں چنانچہ فرمایا کہ قیاموں کے مال کو فضول خرچی سے استعمال نہ کرو اور ان کا مال جلدی جلدی نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو چونکہ تمہیں ان کے مال واپس کرنا پڑے گی لہذا ہمتناز یا دہو سکیے ان کا مال کھا جاؤ، یہ حرام ہے۔ مزید ہدایت یہ ہے کہ یتیم کا سر پرست اگر خود مالدار ہو یعنی اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہیں تو وہ اس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو۔ اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کم سے کم کھائے۔

(بخاری، النساء تحت الآیۃ: ۶، ۱۲/۲)

آیت کے آخر میں مزید پہلے والے حکم کے بارے میں فرمایا کہ جب تم قیاموں کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس بات پر گواہ بناؤ تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ یہ حکم مستحب ہے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ④

توجہ لکڑالایم: مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ہاں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ہاں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

توجہ لکڑالایم: مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ (نفاذ ہے)۔

﴿وَاللِّسَاءُ كَيْفِيَّتُهَا﴾: اور عورتوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔ کچھ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے، اس آیت میں اُس رسم کو باطل کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹے کو میراث دینا اور بیٹی کو نہ دینا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے دونوں میراث کے حقدار ہیں اور اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی اہمیت کا بھی پتہ چلا۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَمَّا زُكُوتُهُمْ وَمِنَهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝۸

توجہ لکڑالایم: پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

توجہ لکڑالایم: اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ﴾: اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار آ جائیں۔ کچھ جن افراد کا وراثت میں حصہ ہے ان کا بیان تو تفصیل کے ساتھ بعد کی آیتوں میں مذکور ہے ان کے علاوہ دیگر رشتے داروں اور محتاج افراد کے بارے میں فرمایا کہ انہیں بھی وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ دیدے یا کہ دو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو در حقیقت وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے، یونہی ان کیلئے دعا کر دی جائے۔

### وراثت تقسیم کرنے سے پہلے غیر وارثوں کو دینا

اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ دینا مستحب ہے۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے حضرت عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میراث تقسیم کی تو اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے ایک بکری ذبح کر دیا کھانا پکوا یا پھر تیرہویں میں تقسیم کرو یا اور کہا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں یہ سب خرچہ اپنے مال سے کرتا۔

تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ ”یہ عمل عبیدہ سلمانی اور امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما دونوں نے کیا۔“

(قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۳۶/۳، الجزء الخامس)

درمنثور میں ایک روایت یہ ہے کہ ”حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب اپنے والد کی میراث تقسیم کی تو اسی مال سے ایک بکری ذبح کر دیا کھانا پکوا یا، جب یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے قرآن پر عمل کیا۔ (درمنثور، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۴۴/۲)

اس مستحب حکم پر یوں بھی عمل ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات کوئی چٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے واد کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو واد کو چاہیے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کر کے مال کا مستحق بنادے اور اگر واد نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہیے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے اسے کچھ دے دیں۔ اس حکم پر عمل کرنے میں مسلمانوں میں بہت سستی پائی جاتی ہے بلکہ اس حکم کا علم ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ یاد رہے کہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

وَلْيَحْشَ الَّذِينَ بَنُوا بُيُوتَهُمْ بِأَنفُسِهِمْ هُمْ يَحْشَوْنَ اللَّهَ وَلْيَقُولُوا تَقُولُوا لَا سَدِيدًا ۝

فَلْيَسْتَقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا تَقُولُوا لَا سَدِيدًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد تانوان، اولاد چھوڑتے تانوان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہتے کہ اللہ



سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کزور والا دھچوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے۔ تو انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

ذکر الیہ نفس: اور چاہیے کہ ڈریں۔ بچہ قیاموں کے سر پرستوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ وہ قیاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان کی یہ سمجھ کر پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے حقیقہ میں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں، تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے قیاموں کی کریں۔ یہ آیت کریمہ اخلاق کی بہترین تعلیم ہے۔ ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو اپنے ساتھ پسند ہے اور جو اپنے لئے پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث مبارک میں بھی فرمایا گیا کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لایحبه... الخ، ۱/۶۱، الحدیث: ۱۳)

لہذا قیاموں کے سر پرستوں کو چاہیے کہ وہ قیاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔

(عازن، النساء تحت الآية: ۹، ۳۴۹/۱، مدارك، النساء، تحت الآية: ۹، ص ۲۱۲، ملقطاً)

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ  
وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝

ترجمہ کنزالعرفان: وہ جو قیاموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (آتش کدے) میں جائیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: چونکہ وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے قیاموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور مقرب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

﴿إِنَّ الْإِنِّ يَأْكُلُونَ آمَوَالِ الْيَتَامَىٰ خُلْمًا﴾: جبکہ وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ اے اس سے پہلے آیات میں یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں یتیموں کا مال ناحق کھانے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے اور یہ سب یتیموں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ وہ انتہائی کمزور اور عاجز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مزید لطف و کرم کے حقدار تھے۔ اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ”وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں“ اس سے مراد یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ کے عذاب کا سبب ہے۔

(تفسیر کبیرہ النساءہ نحت الایۃ: ۱۰/۳۰۰)

### یتیموں کا مال ناحق کھانے کی وعیدیں

احادیث مبارکہ میں بھی یتیموں کا مال ناحق کھانے پر کثیر وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔ عرض کی گئی یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ”کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھا“ إِنَّ الْإِنِّ يَأْكُلُونَ آمَوَالِ الْيَتَامَىٰ خُلْمًا اِكْتَابًا يَكْلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا“ جبکہ وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عقرب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ (کنز العمال، کتاب البوع، قسم الاقوال، ۹/۲، الجزء الرابع، الحديث: ۹۲۷۹)

(2)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے معراج کی رات ایسی قوم دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو چکراتے پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! غلۃ السلام، یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: ”یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔“ (مطبوعہ دارالاحیاء، مسند عبد اللہ بن عباس، السفر الاول، ذکر من روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۲۷۲، الحديث: ۷۲۰)

(3)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”چار

قص ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اور اس کی نعمتیں نہ کھانا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ (۱) شراب کا عوامی۔ (۲) سود کھانے والا۔ (۳) ناحق۔ یتیم کا مال کھانے والا۔ (۴) والدین کا نافرمان۔

(مستدرک، کتاب البیوع، ابن اربی الرا عارض الرجل المسلم، ۳۳۸/۲، الحدیث: ۲۳۰۷)

### یتیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟

یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔ قرآن پاک میں نہایت شدت کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس میں بھی پروا نہیں کرتے۔ عموماً یتیم بچے اپنے تایا، چچا وغیرہ کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں، انہیں اس حوالے سے غور کرنا چاہیے۔ یہاں ایک اور اہم مسئلے کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ یتیم کا مال کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باقاعدہ کسی بری نیت سے کھائے تو ہی حرام ہے بلکہ کئی صورتوں ایسی ہیں کہ آدمی کو حرام کا ظلم بھی نہیں ہوتا اور وہ یتیموں کا مال کھانے کے حرام فعل میں شمول ہو جاتا ہے جیسے جب میت کے ورثاء میں کوئی یتیم ہے تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشرک مال سے فاتحہ تجوید وغیرہ کا کھانا حرام ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے، لہذا یہ کھانے صرف فقراء کیلئے بنائے جائیں اور صرف بالغ موجود ورثاء کے مال سے تیار کئے جائیں ورنہ جو بھی جانتے ہوئے یتیم کا مال کھائے گا وہ دروغ کی آگ کھائے گا اور قیامت میں اس کے منہ سے دھواں نکلے گا۔

### یتیم کی اچھی پرورش کے فضائل

جس کے زیر سایہ کوئی یتیم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس یتیم کی اچھی پرورش کرے، احادیث میں یتیم کی اچھی پرورش کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ۴ فضائل درج ذیل ہیں۔

(۱)..... حضرت اہل ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ پھر اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور انہیں کشادہ کیا۔ (بخاری، کتاب الطلاق، باب العان، ۴۹۷/۳، الحدیث: ۵۳۰۴)

(۲)..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کے کھانے پینے کی ذمہ داری لی، اللہ عز و جل اسے جنت میں داخل فرمائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا گناہ کرے جس کی معافی نہ ہو۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الیتیم، وکھاتہ، ۳۶۸/۴، الحدیث: ۱۹۲۴)

- (3)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمانوں کے گھروں میں سب سے اچھا گھروہ ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے برا گھروہ ہے جس میں یتیم سے برا سلوک کیا جائے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۱۹۳/۴، الحدیث: ۳۶۷۹)
- (4)..... حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے یتیم کے سر پر اللہ عز و جل کی رضا کیلئے ہاتھ رکھا تو اس کے لئے ہر مال کے بدلے جن پر اس کا ہاتھ گزرائیگیں ہیں۔“ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حلیت ابی امامۃ الباہلی، ۳۰۰/۸، الحدیث: ۲۲۳۴۷)

يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمْ خَيْرًا مِنَ الَّذِي كَرِهْتُمْ إِنَّ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ  
اِثْنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ  
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ  
وَلَدٌ وَوَرِثَتُهُ أَبَوَاهُ فَلِلأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ  
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُؤْتِيهِنَّ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ  
أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَلَّهِ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝  
وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ  
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتَيْنِ يَؤْتِيَنِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ  
وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكَنَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ

فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً أَوِ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: ﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر زری لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد نہ ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ان کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی تو ان کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ بانٹ دیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ عظیم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیٹیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹھا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ عظیم والا حکمت والا ہے۔

توجہ دے کر لکھا: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگر چودہ سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے اور اگر میت کی اولاد نہ ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا، (یہ سب احکام) اس وصیت (کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کر گیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے)۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ چونکہ اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ ہے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے غریبوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (یہ ہے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (وراثہ کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے علم والا ہے۔

﴿يُذِيعُ لَكُمْ اللَّهُ فِي ذُلِّكُمْ﴾: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ وراثت کے احکام میں کافی تفصیل ہے، انہیں جب تک باقاعدہ کسی کے پاس بیٹھ کر مشق کے ذریعے حل نہ کیا جائے تب تک سمجھنا مشکل ہے اس لئے انہیں سمجھنے کیلئے باقاعدہ کسی علم میراث کے عالم کے پاس بیٹھ کر سمجھیں۔ یہاں آیات مبارکہ کی تفسیر کے پیش نظر آیات میں مذکور وراثہ کی مکمل صورتیں تحریر کر دی ہیں۔ انہیں دیکھ لیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہاں بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول



چھوڑے ہوں تو یہی یا شوہر کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی ہے اس کا  $1/3$  ایک ثامنین مال کو دیا جائے گا۔

### اس کے علاوہ دو اہم اصول

(۱)..... بیٹے کو بیٹی سے وگنا ملتا ہے اور جہاں بھائی عصبہ بننے ہوں وہاں انہیں بہنوں سے وگنا ملتا ہے اور کئی جگہ بہنیں بھی عصبہ بن جاتی ہیں اور اس کا صحابہ فراموش کو دینے کے بعد بقیہ سارا مال لے لیتی ہیں۔

(۲)..... ایک اور اہم قاعدہ ہے کہ قرہمی کے ہوتے ہوئے دور والا محرم ہو جاتا ہے جیسے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، باپ کے ہوتے ہوئے وادوا، بھائی کے ہوتے ہوئے بھائی کی اولاد وغیرہ۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا يَدْخُلْهُ نَاسٌ آخِلِدٌ فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خوار کی کا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (دو) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسول اکرم کا عذاب ہے۔



﴿ثُمَّ لَكُمْ مِنْهُ نُزُلًا﴾: یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ کچھ وراثت کے مسائل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود قرار دیا اور ان کے توڑنے کو اللہ کی حدیں توڑنا قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میراث کی تقسیم میں ظلم کرنا عذاب الہی کا باعث ہے۔ اس سے ان مسلمانوں کو ہجرت پکڑنی چاہیے جو لوکیں یا دوسرے وارثوں کو وراثت سے محروم کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے ”جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کر دے گا۔“

(ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، ۳/۴۳، الحدیث: ۲۷۰۳)

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ جَاءَهُ خَيْرٌ مِمَّا يَحْتَسِبُ﴾: اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ کچھ اس آیت میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر جنت کا وعدہ ہے اور اگلی آیت میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر جہنم کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی حرام ہے۔ نیکر کسی بھی حد شرعی کو توڑنا حرام ہے لیکن تمام حدود کو توڑنے والا کافر بنی ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دیتا ہے اور اگلی آیتوں میں یہی مراد ہے کیونکہ وہاں نافرمانی کیلئے ہمیشہ جہنم میں داخلگی کی وعید ہے اور جہنم میں ہمیشہ کافر بنی رہے گا مسلمان نہیں۔

وَالَّذِي يَأْتِيَنَّ الْقَاسِمَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً  
مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ  
أَوْ يُجْعَلَ اللَّهُ لَكُنَّ سَبِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کر لیں ان پر اپنیوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر

وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کر دیں یہاں تک کہ موت ان (کی زندگی) کو پورا کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے۔

﴿وَمَا تَشَاءُونَ عَلَيْهِمْ إِلَّا آمْرَةٌ وَنُكْرًا﴾: ان پر انہوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو۔ چھ مسلمانوں میں سے جو عورتیں زنا کا ارتکاب کریں ان کے بارے حکم دیا گیا کہ ان پر زنا کے ثبوت کیلئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے جو عورتوں کے زنا پر گواہی دیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں حکام سے خطاب ہے یعنی وہ چار مردوں سے گواہی سنیں۔  
(بخاری، النساء تحت الآية ۱۵، ۳۵۷/۱)

### زنا کے ثبوت کے لئے گواہی کی شرائط

زنا کا ثبوت گواہی سے ہو تو ضروری ہے کہ زنا کے گواہ چار عاقل، بالغ، مسلمان مرد ہوں کوئی عورت نہ ہو، چاروں نیک اور متقی ہوں، اور انہوں نے ایک وقت متفقین میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی نیزیہ چاروں گواہ حلقہ شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً اسی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔  
(دہلوی رضویہ ۶۲۳/۱۱۲، بلخصہ)

﴿وَمَا مَسْكُوتُهُمْ فِي الْمُبَيَّنَاتِ﴾: ان عورتوں کو گھر میں بند کر دو۔ چھ زانیہ عورتوں کو موت آنے تک گھروں میں قید رکھنے کا حکم زنا سے متعلق کوڑوں اور زجر کی سزا مقرر ہونے سے پہلے تھا جب زنا کی حد کے بارے میں احکام نازل ہوئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔  
(تفسیرات احمدیہ، النساء تحت الآية ۱۵، ص ۲۴۰)

زنا اور زحف کی سزا کا بیان سورہ نور آیت نمبر ۲ اور ۴ میں بیان ہوا ہے۔

### زنا کی مذمت

اس آیت میں زنا کرنے والوں کی سزا سے متعلق بعض احکام بیان ہوئے، اس مناسبت سے ہم یہاں زنا کی مذمت پر ۴ احادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر زنا کی قباحیت و برائی مزید واضح ہو اور وہ اس برے فعل سے بچنے کی کوشش کریں، چنانچہ

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”جو عورت کسی قوم میں اس کو داخل کر دے جو اس قوم سے نہ ہو (یعنی رونا کر یا عورت اس سے اولاد دہی) تو اسے اللہ عزوجل کی رحمت کا حصہ نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔

(ابو داؤد: کتاب النکاح، باب النکاح فی الاعتداء ۶۵۶-۱، الحدیث: ۴۲۶۲)

(۲) - حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص میں زنا ہو سو نکاح ہو جائے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ عزوجل کے عذاب کو حلال کر لیا۔

(مسند ابی نعیم، کتاب النکاح، ادا طہر الزنا و لڑائی میں قرۃ الحج - ۳۲۶۵، الحدیث: ۳۲۰۸)

(۳) - حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ”اگر تم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس قوم میں رونا نکاح ہو گا، سو قحط بھی، گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہو گا، سو زب بھی گرفتار ہوگی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثالث - ۶۵۶۱، الحدیث: ۳۵۸۶)

(۴) - حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بڑے زانیہ بنتے کرتے ہیں اور زانیوں کی شرمسگاری نہ چھینم والوں کو اپنے دوست کی۔

(مصابیح الزوائد، کتاب الحدود والاعیان، باب دم الزنا ۳۵۶۶، الحدیث: ۳۵۱۱)

وَالَّذِينَ يَأْتِيهِمْ مِنْكُمْ فَأَذَوْهُنَّ فَأَنَّ تَابًا وَأَصْلَحًا فَأَعْرَضُوا عَنْهُمَا  
إِنَّ اللَّهَ كَانَ ثَوَابًا رَجِيصًا ۝

تو جب کھوڑا تو بھاگے اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو اپنے اور پھر اگر وہ توپ کر لیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا کوئی پھوڑا ہو۔ (وہ نیک اللہ بن ابی بکر قول کرنے والا سمجھا رہا ہے۔

نوحہ کنانہ صوفیہ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو تکلیف پہنچاؤ پھر اگر وہ توپ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا کوئی پھوڑا ہو۔ (وہ نیک اللہ بن ابی بکر قول کرنے والا سمجھا رہا ہے۔

وَالَّذِينَ يَأْتِيهِمْ مِنْكُمْ فَأَذَوْهُنَّ فَأَنَّ تَابًا وَأَصْلَحًا فَأَعْرَضُوا عَنْهُمَا ۝

کہ انہیں ایذا دوجیسے جھڑک کر، برا بھلا کہہ کر شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دوزنا کی سزا پہلے ایذا دینا مقرر کی گئی، پھر قید کرنا، پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ (مدارک، النساء تحت الآية: ۱۶ ص ۲۱۷)

یہ آیت بھی حد زنا کی آیت سے منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کھلی آیت میں قاضی سے مراد خود عورت کا عورت سے بے حیائی کا کام کرنا ہے اور ”وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا“ سے مراد کامرد سے کواہت کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لواطت اور مساکھت (عورتوں کی عورتوں سے بے حیائی) میں حد مقرر نہیں بلکہ تحریر ہے۔ یعنی قاضی کی صوابدید پر ہے وہ جو چاہے سزا دے۔ یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (تفسیر کبیرہ النساء تحت الآية: ۱۶ ص ۲۸/۳۰۱۶، تفسیرات احمدیہ النساء تحت الآية: ۱۶ ص ۲۸۲، ملتقطاً)

یہی وجہ ہے کہ لواطت کے مرتکب کو صحابہ گرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے مختلف سزائیں دیں اگر لواطت میں حد ہوتی تو ایک ہی سزا دی جاتی اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ ”حد“ مخصوص ہوتی ہے جیسے سو کوڑے، اسی کوڑے وغیرہ۔ جبکہ تعزیر دیاں ہوتی ہے جہاں شرعی حد مقرر نہ ہو بلکہ قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے، چاہے تو دس کوڑے مارنے کا فیصلہ کر دے اور چاہے تو بیس کا اور چاہے تو کوئی اور سزا دی دے۔

﴿فَإِنْ تَابَا وَآمَنُوا وَاتَّخَذَا مَصْرَفًا لِّمَا كَانُوا مَعْصُونَ فَإِنَّهُمْ مَغْفُورُونَ﴾ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ پھر فرمایا گیا کہ بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے اگر پچھلے گناہوں پر نادم ہو جائیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیر کا مستحق مجرم اگر تعزیر سے پہلے صحیح معنی میں توبہ کر لے تو اس پر خواہ مخواہ تعزیر لگانا ضروری نہیں۔

### توبہ کے معنی

توبہ کے معنی ہوتے ہیں رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے گناہ یا ارادہ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۵﴾

توبہ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

توبہ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿لَهُمْ يَسُوئُونَ صُورًا فَيُتَوَدَّ﴾ پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔ ﴿اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کرنے پر معاف فرما دیتا ہے اور موت کے وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو گناہ کر کے تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں تو یہاں تھوڑی دیر سے مراد ایک آدھ گھنٹا یا دو چار سال نہیں بلکہ موت سے پہلے جب بھی توبہ کر لی وہ قریب ہی شمار ہوگی۔ ہاں جب موت کا عالم طاری ہو جائے اور شب کا معاملہ ظاہر ہو جائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔

﴿وَوَكَانَ اللَّهُ غَلِيظًا عَاقِبًا﴾ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ﴿اسلام میں توبہ کا قانون بتانا عین حکمت و علم پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کر دیتی ہے اور معافی کی امید توبہ پر بھارتی ہے۔ جس شخص کو پچھانی کی سزا سنائی گئی ہو اسے سب سے جدا قید میں رکھا جاتا ہے تاکہ کسی اور کو قتل نہ کر دے کیونکہ وہ اپنی زندگی سے اپنا پس ہو چکا ہے اور جسے ایک مقررہ مدت تک سزا کے بعد رہائی کا حکم ہوا ہے دیگر مجرموں کے ساتھ قید میں رکھا جاتا ہے، اس سے یہ خطر نہیں ہوتا کیونکہ اسے رہائی کی امید ہے۔﴾<sup>(۱)</sup>

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِنَّ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارًا ۖ  
أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۸﴾

● توبہ کی تریب اور فضائل کا کامیاب نمونہ جاننے کے لئے کتاب ”توبہ کی روایات و حکایات“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

توبہ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں گھرے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آنے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کافر میں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

توبہ کنزالایمان: اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں گھرے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آنے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مرے۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبِيعُوا﴾ اور پر والی آیت میں توبہ کی قبولیت کا جو وعدہ مگر اس کی وضاحت کر دی گئی، اب ان افراد کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ آیت میں ”مُتَبِعَات“ سے مراد گناہ ہوں تو معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں ملوث رہے جب موت کے آثار ظاہر ہوئے، عذابات الہی کا مشاہدہ کر لیا اور روح خلق تک آ پہنچی، اب توبہ کریں تو مقبول نہیں لیکن یہ وقت آنے سے ایک لمحہ پہلے بھی اگر توبہ کر لی تو قبول ہے اور اگر ان مسلمانوں کی توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ افراد ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بخش دے، چاہے تو سزا دے لیکن سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ جو کافر مرے قیامت کے دن ان کی توبہ قبول نہیں یعنی کسی صورت نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں ”مُتَبِعَات“ سے مراد کفر ہے، اس صورت معنی یہ ہوگا کہ وہ کفار جو موت کے آثار دیکھ کر یعنی غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے کفر سے توبہ کر لیں اور اپنے ایمان کا اقرار کریں تو ان کی یہ توبہ اور اقرار ایمان قائل قبول نہیں، ایسی توبہ تو فرعون نے بھی کی تھی یونہی وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقت موت بھی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائیں گے۔

(تفسیر قرطبی، النساء تحت الآية: ۱۸، ۶، ۶/۴، الجزء الخامس، تفسیر کبیر، النساء تحت الآية: ۱۸، ۴، ملقط)

### کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا شرعی حکم

جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مرد مردہ کو مرحوم یا مغفور کہے یا کسی مرے ہوئے مردہ کو مکمل کلمہ ہاشی (یعنی ہشتی) کہے وہ خود کافر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، ایمان و کفر کا بیان، ۱۸۵۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

توجہ کثرتِ احوال: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ  
شرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار  
ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ روزی ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا  
لِلشِّرْكِينَ وَلَوْ أَنَّهُمْ آؤُاْ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِهَا  
يَعْلَمُونَ لَهُمْ أَنَّكَ أَنْتَ مَوْلَا يَعْنِي (نور: ۱۱۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا  
تَعْضُلُوهُنَّ لِيَذَّبَهُنَّ بِبَعْضِ مَا اتَّيَسَّرُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ  
مُبِينَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ  
تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝

توجہ کثرتِ احوال: اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکنے اس نیت  
سے کہ جو مران کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ  
کرد پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

توجہ کثرتِ احوال: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس  
نیت سے روکو نہیں کہ جو مران نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب  
کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزار رہو مگر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور  
اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا: تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ کچھ اسلام  
سے پہلے اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ لوگ مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے تھے پھر اگر  
چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا کسی اور کے ساتھ شادی کر دیتے اور ان کا مہر خود لے لیتے یا انہیں آگے

شادی نہ کرنے دیتے بلکہ اپنے پاس ہی رکھتے تاکہ انہیں جو مال وراثت میں ملا ہے وہ ان لوگوں کو بیویں اور تب یہ ان کی جان چھوڑیں یا عورتوں کو اس لئے روک رکھتے کہ یہ سرجائیں گی تو یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔  
الغرض دو عورتیں ان کے ہاتھ میں بالکل مجبور ہوتیں اور اپنے اختیار سے کچھ بھی نہ کر سکتی تھیں اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب لا یحلی لکم ان تروا النساء کھدآ، ۲۰/۳، الحدیث: ۴۵۷۹،

تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآية: ۱۹، ۶۷/۳، الجزء الخامس، ملقطاً)

﴿يَسْتَأْذِنُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَن يُقْرَبُوا بِمَا هُمْ فِيهِ مَعًا﴾ تاکہ جو ہم تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ آیت اُس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی سے نفرت رکھتا ہو اور اُس کے ساتھ بدسلوکی اس لئے کرتا ہو کہ وہ پریشان ہو کر مردا ہوں کر دے یا مہر معاف کر دے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو طلاق دیتے پھر رجوع کر لیتے پھر طلاق دیتے اس طرح عورت کو متعلق (لٹکا ہوا) رکھتے تھے، وہ نہ ان کے پاس آرام پا سکتی نہ دوسری جگہ شادی کر کے گھر بسا سکتی، اس کو منع فرمایا گیا۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۹، ۶۷/۳)

### بیویوں پر ظلم و ستم کرنے والے غور کریں

یہاں جو حالات زمانہ جاہلیت کے بیان کئے جا رہے ہیں ان پر غور کریں کہ کیا انہی حالات پر اس وقت ہمارا معاشرہ نہیں چل رہا۔ بیویوں کو تنگ کرنا، جبری طور پر مہر معاف کروانا، ان کے حقوق ادا نہ کرنا، وحشیانہ آذیتیں دینا، کبھی عورت کو اس کے ماں باپ کے گھر بٹھا دینا اور کبھی اپنے گھر میں رکھ کر بات چیت بند کر دینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا، لڑنا، جھگڑنا وغیرہ۔ عورت بچپاری شوہر کے پیچھے پیچھے پھر رہی ہوتی ہے اور شوہر صاحب فرعون بنے آگے آگے جا رہے ہوتے ہیں، عورت کے گھر والوں سے صراحتاً یا بیوی کے ذریعے نہتے مطالبے کئے جاتے ہیں، کبھی کچھ دلانے اور کبھی کچھ دلانے کا۔ الغرض ظلم و ستم کی وہ کون سی صورت ہے جو ہمارے گھروں میں نہیں پائی جا رہی۔ اللہ غزو خلی کرے کہ قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آ جائیں اور وہ اپنی اس بری تروش سے باز آجائیں۔ نیز ان آیات کی روشنی میں وہ لوگ بھی غور کریں جو اسلام سے شرمندہ و شرمندہ رہتے ہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں۔ وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟



﴿فَمَنْ سَأَىٰ أَنْ يَكُونَ حُرًّا مَّشِيًّا﴾: تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں نا پسند ہو۔ کچھ گھروں کو اس کا گوارا بنانے کیلئے ایک بہت عمدہ نفسیاتی طریقہ بیان کیا جا رہا ہے۔ بیوی کے حوالے سے فرمایا کہ اگر بد نظمی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے عورت تمہیں پسند نہ ہو تو صبر کرو اور بیوی کو طلاق دینے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک اور فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔

### ثبت ذہنی سوچ کے فوائد

یہ طریقہ صرف میاں بیوی کے تعلقات میں نہیں بلکہ زندگی کے ہزاروں معاملات میں کام آتا ہے۔ اس طریقے کو ”ثبت ذہنی سوچ“ کہتے ہیں یعنی اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی کوئی صورت پائی جا رہی ہے تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کر لو۔ ہو سکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو مثلاً کسی کی بھی بیوی بد صورت ہے لیکن اسی سے آدمی کو نیک اولاد حاصل ہے، یہاں اگر بد صورتی کو گوارا کر لے تو اس کی زندگی امن سے گزرے گی لیکن اگر طلاق دیدے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ بیوی تو چھوٹ ہی جائے گی لیکن اس کے ساتھ بچے بھی چھوٹ جائیں گے اور ساری زندگی ایسی تکلیفوں، ذہنی اذیتوں، اولاد کے حصول کی جنگ اور حقوق کی لڑائی میں گزرے گی کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ یونہی کسی آدمی کو گوارا دے میں رکھا ہوا ہے جو کسی وجہ سے نا پسند ہے لیکن اسی کی وجہ سے نظام بہت عمدہ چل رہا ہے، اب اس آدمی کو رکھنا اگرچہ پسند نہیں لیکن صرف نا پسندی کی وجہ سے اُسے نکال دینا پورے نظام کو تباہ کر دے گا تو ایسی جگہ فوائد پر نظر رکھتے ہوئے اُسے برداشت کر لینا ہی بہتر ہے۔ یہ دو مثالیں عرض کی ہیں، ان کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کے بہت سے معاملات کو حل کیا جاسکتا ہے۔ صرف ”ثبت ذہنی سوچ“ ہیہ کرنے کی ضرورت ہے، ہماری زندگی کی بہت سی تکلیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ اسی ”ثبت ذہنی سوچ“ کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ آدمی پریشان فکری کی بجائے نعمتوں کو سامنے رکھے یعنی آدمی اگر ایک تکلیف میں ہے تو اُسی وقت میں وہ لاکھوں نعمتوں اور سینکڑوں کامیابیوں میں بھی ہوتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ پریشانی اور ناکامی کی یاد تو اپنا دینا مفید بنالے اور خوشی اور کامیابی کو بھولے سے بھی نہ سوچے۔ اس نسخے پر عمل کر کے دیکھیں اِنَّ شَاءَ اللّٰهُ غُزُوْغُلِ زَمْدٰكِي مِيں خوشیاں ہی خوشیاں بھر جائیں گی۔

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ أَحَدَ مِنْهُمَا قِطْرًا

## فَلَا تَأْخُذْوا مِنْهُ سُبْحًا ۖ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِذُنُوبِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّكُمْ أَتَمِّينَ ﴿۲۰﴾

توبہ کنزالایمان: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیونکہ اسے واپس لو گے جھوٹ بانٹھ کر اور کھلے گناہ سے۔

توبہ کنزالایمان: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ بانٹھ کر اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر دلو گے۔

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ اِخْلُصُوا لَهُ: اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔ چونکہ عورتوں کے حقوق کا بیان چل رہا ہے۔ یہاں مزید ان کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہمارا ارادہ بیوی کو چھوڑنے کا ہو تو ہم کی صورت میں جو مال تم اسے دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اہل عرب میں یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت انہیں پسند آ جاتی تو اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت لگاتے تاکہ وہ اس سے پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس کر دے اور طلاق حاصل کر لے۔

اسی کو فرمایا کہ کیا تم بہتان اور گناہ کے ذریعے ان سے مال لینا چاہتے ہو، یہ حرام ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 کے تفسیر میں وضاحت سے ہم طلع اور دیگر صورتوں میں مال لینے اور نہ لینے کی صورتیں بیان کر چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ بھی یہاں کر لیتا چاہیے۔

### زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے

اس آیت میں ڈھیروں مال دینے کا تذکرہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا مہر کہ جس کی ادائیگی آسان ہو۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ برسرِ مہر فرمایا: عورت کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ ایک عورت نے یہی آیت پڑھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عمر! تم سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے، (اے لوگو!) تم جو چاہو مہر مقرر کرو۔

(مبارک، النساء، تحت الآیہ: ۲۰، ص ۲۱۹)

مُتَبَعَاتُ اللَّهِ! احضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ انصاف اور طہارت نفس کس قدر اعلیٰ تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَآخَذَن  
مِنْكُمْ مِّمَّا قَاتَلْتُمُوهُ ۖ

توجیہ لکنا لایمان: اور کیونکر اسے (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو لیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

توجیہ لکنا لایمان: اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں۔

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ﴾ اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو۔ مگر کی واپسی کا بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا تم وہ مال غورقوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ وہ عہد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

”قَامَسَاتٍ يَمْغُورُونَ ذُنُوبَهُنَّ بِأَخْسَانٍ“  
توجیہ لکنا لایمان: کہ اچھے طریقے سے انہیں رکھو گے  
اور اگر چھوڑو گے تو اچھے طریقے سے چھوڑو گے۔ (سورہ بقرہ: ۲۲۹)

غُلُوتِ مِجَہ کی تحریف اور اس کا حکم

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلوتِ مِجَہ ہو جانے سے پورا مہر و بنا پڑتا ہے۔ غلوتِ مِجَہ یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ  
فَاحِشَةً وَمَقْتًا ۚ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہوگزرا وہ بیٹک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ صحاف ہے۔) بیٹک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ﴾: اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی مکی ماں کو چھوڑ کر باپ کی دوسری بیوی سے شادی کر لیتا تھا، اس آیت میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔

یہاں اگر نکاح سے مراد عقد نکاح ہے تو معلوم ہوا کہ سوئگی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دے دی ہو اور اگر نکاح سے مراد محبت ہے تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ محبت کرے خواہ نکاح کرے یا نہ کرے صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔

﴿مَا قَدْ سَلَفَ﴾: جو ہوگزرا۔ یعنی جاہلیت کے زمانہ میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں مر بھی چکیں تم پر اس کا گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ اگر مجوسی اسلام لائے اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن اس نے زمانہ کفر میں جو نکاح کئے ہوں، ان سے جو اولاد ہو چکی ہو وہ اولاد واصل ہو گئی، کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَوَّلَاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ

الْأَخِ وَبِنْتِ الْأَخْتِ وَأُمَّهُنَّ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوُكُمْ مِنَ  
الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهُنَّ نِسَائِكُمْ وَرَبَّائِبُكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِمَّنْ نِّسَاءُكُمْ  
الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَمَنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ  
عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ  
الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

توضیح: کلام اللہ: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم محبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے محبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹیوں کی بہنیں اور وہ بہنیں انہیں کہنا مگر جو ہو گزرا بیک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توضیح: کلام اللہ: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں (جو ان بیویوں سے ہوں) جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹیوں کی بیویاں اور وہ بیویوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حَدَّثَ عَنْكُمْ أُمَّهُنَّ﴾: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں۔ کچھ نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں

(۱) ماں، اسی طرح وہ عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے سے نسب بنتا ہو یعنی دادیاں و نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں اور اپنی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔ سوتیلی ماؤں کی حرمت کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (۲) بیٹی، پوتیاں اور نواسیاں کسی وجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔ (۳) بہن (۴) چھو بہن (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی، اس میں بھانجیاں، بھتیجیاں اور ان کی اولاد بھی داخل ہے غلام یہ ہے کہ اپنی اولاد اور اپنے اصول حرام ہیں۔ اس کی تصریح خود اسی آیت میں آگے آ رہی ہے۔

﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔ ﴿رَضَاعِي﴾ رضاعی رشتے دودھ کے رشتوں کو کہتے ہیں۔ رضاعی ماؤں اور رضاعی بہن بھائیوں سے بھی نکاح حرام ہے بلکہ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ، ماموں وغیرہ سب سے نکاح حرام ہے۔ حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الشہادت، باب الشہادۃ علی الانساب... الخ، ۱۹۱/۲، الحدیث: ۲۶۶۵)

﴿وَأُمَّهَاتُ بَنَاتِكُمْ﴾ اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ ﴿چاچا﴾ طرح کی عورتیں مصاہرت کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) وہ بیوی جس سے صحبت کی گئی ہو اس کی لڑکیاں۔ (۲) بیوی کی ماں، دادیاں، نانیاں۔ (۳) باپ دادا وغیرہ اصول کی بیویاں۔ (۴) بیٹے پوتے وغیرہ مکرور کی بیٹیاں۔

﴿وَأُمَّهَاتُ بَنَاتِكُمْ﴾ اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں۔ ﴿جن بیویوں سے صحبت کر لی ہو ان کی دوسرے شوہر سے جو بیٹی ہو اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو کیونکہ پرورش کی قید اتفاقی ہے مگر یہ سوتیلی لڑکی صرف شوہر کیلئے حرام ہے شوہر کی اولاد کے لئے حلال اور شوہر کیلئے بھی جب حرام ہے جبکہ بیوی سے صحبت کر لی ہو اور اگر بغیر صحبت غلطی دی یا وہ فوت ہوگئی تو اس کی بیٹی حلال ہے۔

﴿وَأُمَّهَاتُ بَنَاتِكُمْ﴾ تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔ ﴿اس سے معلوم ہوا کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے کیونکہ وہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے اور پوتے پر پوتے بھی بیٹوں میں داخل ہیں۔ ﴿وَأَنْ تَتَجَنَّزُوا بَيْنَهُنَّ الْأَحْشَابَ﴾ اور وہ بیٹوں کو اکٹھا کرنا۔ ﴿یعنی ایک بہن نکاح میں موجود ہے اور دوسری سے نکاح کر لیتا، یہ حرام ہے اور حدیث شریف میں چھو بہن بھائی کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا ہے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عفتها، ۱۹۳/۳، الحدیث: ۵۱۰۹)

نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱۱ سے اور بہار شریعت حصہ ۷ سے "محرمات کا بیان" پڑھیے۔

# پانچواں پارہ

(وَالْمُحْصَنَاتُ)

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ  
لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ فَمَا  
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا  
تَرْضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۳۱﴾

توجہ دیکھنا الیہما: اور حرام ہیں شوہر وار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آ جائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے  
تم پر اور ان کے سوا جو ہیں وہ تمہیں حلال ہیں کچھ مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو  
نکاح میں لا نا چاہو ان کے بندے ہوئے مہر انہیں دواور قرار دے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے  
تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

توجہ دیکھنا الیہما: اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کے جو تمہاری ملک میں آ جائیں۔  
یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو  
تلاش کرو نہ کرنا کرنے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں دید و اور مقررہ مہر  
کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر ہر ماضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ: اور شوہر والی عورتیں۔ کچھ ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، یہاں  
بتایا جا رہا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر ہو وہ دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا اس کی عدت  
میں ہواہت کافروں کی وہ عورتیں جن کے مسلمان مالک بن جائیں وہ ان کے لئے حلال ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ  
میدان جنگ سے کفار کی عورتیں گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دائر الخوہ میں ہوں تو باوجود اسلام یا کفر کا مجاز امیران



عورتوں کو عجاہد میں من تسلیم کر دے اور جو قیدی عورت جس عجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہو گیا، وہ عورت اگر حاملہ ہے تو منقطع حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری کر سکتا ہے۔

### جنگی قیدیوں سے مطلق اسلام کی تعلیمات

فی زمانہ جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحیانہ سلوک کیا جاتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، ان پر جو ظلم و ستم اڑھائے جاتے ہیں ان کا تصور تک لرزائے والا ہوتا ہے۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے مسئلے میں ایسا بہترین حل پیش کیا کہ جس کی مثال کہیں نہیں ملتی، وہ یہ کہ جنگ میں قید ہونے والے مردوں کو غلام بنالیا جائے اور عورتوں کو لوٹ لیاں، پھر انہیں بھوکا پیاسا رکھنے، طرح طرح کی اذیتیں دینے یا دن رات ان سے جبری مزدوری لینے کی بجائے ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی، بلکہ فدیہ لئے بغیر یا فدیہ لے کر ہی انہیں چھوڑ دینے کی ترغیب بھی دی، آزاد کرنے پر ثواب کی بے شمار بشارتیں سنائیں، جنگی قیدیوں کو لوٹ لیاں غلام بنانا لازمی قرار نہیں دیا بلکہ مکافات عمل کے طور پر صرف اجازت دی کیونکہ اس دور میں جنگی قیدیوں کو لوٹ لیاں غلام بنانے کا رواج تھا جس کو اوپر بیان کر دہ طریقوں کے مطابق ختم کیا گیا۔ ﴿وَأُولَٰئِكَ نَتَمَنَّوْهُمْ وَمَوَدَّةُ الرَّحْمَٰنِ﴾ ان کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال ہیں۔ لہٰذا یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح حلال ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مزید کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ نہیں مگر ان سے نکاح حرام ہے جیسے چار عورتوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح و منکر کہ عورت سے نکاح، تین طلاقیں دینے کے بعد عدالہ سے پہلے اسی عورت سے دوبارہ نکاح، اسی طرح پھر بھی بھتیجی، خالہ، بھانجی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا یا طلاق یا وفات کی عدت میں نکاح کرنا حرام ہے البتہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں، نکاح میں جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہونے کے بعد ان سے نکاح ہو سکتا ہے۔

﴿وَإِنْ تَبَيَّنَ أَحَدُكُم مَّا وَآوَلَكُمْ﴾ تم اپنے مالوں کے ذریعے تلاش کرو۔ کچھ عورت سے نکاح مہر کے بدلے کیا جائے اور اس نکاح سے مقصود شخص لذت نفس اور شہوت پورا کرنا نہ ہو بلکہ اولاد کا حصول، نسل کی بقاء اور اپنے نفس کو حرام سے بچانا مقصود ہو۔ یہاں ذاتی کو تمہید کی جارہی ہے کیونکہ اس کے پیش نظر یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے اور یوں وہ اپنے نطفہ اور مال کو ضائع کر کے دین و دنیا کے خسارے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

## مہر کے چند ضروری مسائل

اس آیت میں مہر کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں مہر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱)۔۔۔ مہر کی کم از کم مقدار اس درہم ہے، چاندی میں اس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے ہے، اس کی جو قیمت بنتی ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں باہمی رضامندی سے جتنا چاہے مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ خیال رکھیں کہ مہر اتنا مقرر کریں جتنا دے سکتے ہوں۔

(۲)۔۔۔ مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور جو چیز مال نہیں وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً مہر یہ نہیں کہ شوہر عورت کو قرآن مجید یا علم دین پڑھادے گا تو اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

(۳)۔۔۔ نکاح میں مہر کا ذکر کسی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ مہر کے بغیر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوت مسجد ہوگی یا دونوں میں سے کوئی نہ کر گیا اور نکاح کے بعد میاں بیوی میں کوئی مہر ملے نہیں پایا تھا تو مہر مثل واجب ہے ورنہ جو ملے پایا تھا وہ واجب ہے۔ مہر سے متعلق تفصیل معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت حصہ ۷ کا مطالعہ کیجئے۔

﴿لَمَّا اشْتَبَهَتُمُ ظُفُرُهَا مِنْهُ﴾: قرآن میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو۔ یعنی جن عورتوں سے تم شرعی نکاح کر کے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو۔

## عورت سے نفقہ اٹھانے کی جائز صورتیں

یاد رہے کہ اسلام میں عورت سے نفقہ اٹھانے کی صرف دو صورتیں جائز ہیں جو قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں:

(۱) شرعی نکاح کے ذریعے۔ (۲) عورت جس صورت میں لونڈی بن جائے۔ لہذا اس کے علاوہ ہر صورت حرام ہے۔ شروع اسلام میں کچھ وقت کیلئے نکاح سے کچھ ملتا جلتا معاہدہ کر کے فائدہ اٹھانے کی اجازت تھی لیکن بعد میں ہجرتِ مہاجرہ و ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام فرما دیا۔ جیسا کہ حضرت سیدہ زینبہؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین ﷺ نے نفقہ اٹھانے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے تو جس کے پاس صورت میں نفقہ اٹھانے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے تو جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے اور جو انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ نہ لو۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انہ ابیح ثم نسخ... الخ، ص ۷۲۲، الحدیث: ۲۱۰۶)

اور حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ و خیرہ الکونین سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے منع فرمایا۔ (ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح المصدة، ۳۶۵/۲، الحدیث: ۱۱۲۴)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَتِ الْمُؤْمِنَتِ فَمِنْ مَّا  
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ  
مِنْ بَعْضٍ فَإِنْ كُنْتُمْ هُنَّ أَهْلُهُنَّ وَأَنْتُمْ هُنَّ أُولُوهُنَّ بِالسَّعَرِ وَفِي  
مُحْصَنَةٍ غَيْرَ مُسْفَحَةٍ وَلَا مَسْجُودَةٍ أَخْذَاهُنَّ فَادَّاءُ أَحْصَنَ فَإِنْ أَتَيْنَ  
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ  
خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تُصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں سے جو مردوں کی باعث جن کے نکاح میں آزار و عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں ایمان والی کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں وہ قید میں آتیاں نہ مستحق نکاحی اور نہ پار بناتی جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آگئی ہے جو آزار و عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور میر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزار و مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرے جو تمہاری ملک ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو اور اچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدہ اس حال میں کہ وہ نکاح

کرنے والی ہوں، منہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشپنا نے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہو جائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اثر نکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت آدمی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑ جائے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرتا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ عَلَيْكُمْ مَثَلًا ۖ﴾ اور تم میں سے جو کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔ ﴿جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت اور وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کسی مسلمان کی مومنہ کنیز سے اس کے مالک کی اجازت کے ساتھ نکاح کر لے۔ اپنی کنیز سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مالک کے لئے نکاح کے بغیر ہی حلال ہے۔﴾ (سازن، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۳۶۸/۱)

### باندی سے نکاح کرنے کے حلقہ ۲ شری مسائل

(۱)..... جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے بھی مسلمان کنیز سے نکاح کرنا جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(۲)..... احناف کے نزدیک بکریہ لونڈی سے نکاح بھی کر سکتا ہے جبکہ مومنہ کنیز کے ساتھ مستحب ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا نَسْتَعِظُ﴾: اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ ﴿اہل عرب اپنے نسب پر فخر کرتے اور لونڈیوں سے نکاح کو باعثِ عار سمجھتے تھے، ان کے اس خیال کی تردید کی گئی کہ نسب میں تم سب برابر ہو کہ کبھی حضرت آدم علیہ السلام نے زانیہ کی اولاد دہلہذا لونڈیوں سے نکاح کرنا باصفِ شرم نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ تم سب ایمان میں متشکر ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے اور ایمان والا ہونا بڑی فضیلت کا حامل ہے بلکہ فضیلت کا دار و مدار تو ایمان اور تقویٰ پر ہے اس لئے جب لونڈیوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرماء نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے۔

(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۴۹/۴، جعل، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۳۹/۲، منصفین)

﴿فَاِنْ اَتَيْتُمْ بِمَا جَسْتُوْا ۖ﴾ تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اثر نکاب کریں۔ ﴿نکاح کے بعد اگر لونڈی زنا کرے تو آزاد عورت کے مقابلے میں اس کی سزا آدمی ہے یعنی آزاد کنواری عورت زنا میں مثلاً ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور لونڈی کی سزا اس سے آدمی یعنی چپاس کوڑے ہے۔ لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ اس کی سزا چپاس کوڑے ہی ہے شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح زجر نہیں کیا جائے گا کیونکہ زجر میں تخصیص یعنی اس سزا کو ادا کرنا ممکن نہیں۔

(قرطبی، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۱۰۲/۳، الجزء العاشر)

وَلَا يَكُنْ مِنَ الْخَائِضِينَ وَالْعَتَّةُ وَتَكُنْ: یہ اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے زنا کا اندیشہ ہے۔ یعنی آزادی و عورت کی بجائے باندی سے نکاح کرنا اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو اور اگر وہ اس خوف کے باوجود مبرا کرے اور پرہیزگار رہے تو یہ بہتر ہے اور جہاں تک ممکن ہو لونڈی سے نکاح نہ کرے کیونکہ کثیر سے نکاح کرنے کی صورت میں جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کی غلام بنے گی اور لونڈی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شوہر کی خدمت کے لئے بھی نہ آسکے گی۔ (بخاری، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱۷/۲)

پھر اگر مبرا نہیں کر سکتا تو لونڈی سے نکاح کر لے۔ یاد رہے کہ فی زمانہ بین الاقوامی طور پر مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔

### نکاح کا شرعی حکم

مرد کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور نہ نامردی نہ ہو، نیز مبرا اور نان نفقہ دینے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا مستحب مؤکد ہے۔ لیکن اگر اسے زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور وہ زوجیت کے حقوق پورے کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے نکاح کرنا واجب ہے اور اگر اسے زنا میں پڑنے کا یقین ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر اسے زوجیت کے حقوق پورے نہ کر سکے کا اندیشہ ہو تو اس کا نکاح کرنا مکروہ اور حقوق پورے نہ کر سکے کا یقین ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ہفتم، ۳۱۲، ۵، ملخصاً)

عورت کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ جس عورت کو اپنے نفس سے اس بات کا خوف ہو کہ غالباً وہ شوہر کی اطاعت نہ کر سکے گی اور شوہر کے واجب حقوق اس سے ادا نہ ہو سکیں گے تو اسے نکاح کرنا ممنوع و ناجائز ہے، اگر کرے گی تو گناہگار ہوگی۔ اگر اسے ان چیزوں کا خوف یقینی ہو تو اسے نکاح کرنا حرام قطعی ہے۔ جس عورت کو اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو اسے اگر نکاح کی شدید حاجت ہے کہ نکاح کے بغیر معاذ اللہ گناہ میں مبتلا ہو جانے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورت کو نکاح کرنا واجب ہے اور اگر نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا یقین کلی ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی ہو، نہ اس شدت کا شوق ہو کہ نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا ظن غالب ہو تو ایسی حالت میں اس کے لئے نکاح کرنا مستحب ہے جبکہ وہ اپنے آپ پر اس بات کا کافی اطمینان رکھتی ہو کہ اس سے شوہر کی اطاعت ترک نہ ہوگی اور وہ شوہر کے حقوق اصلاً ضائع نہ کرے گی۔ (نہجی رضویہ، ۲۹۱، ۲۹۳، ملخصاً)

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَيِّبَنَّكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُبُلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ  
عَلَيْكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢١﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کر دے اور تمہیں انگوں کی روشنی بتا دے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کر دے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتا دے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿وَيَهْدِيَكُمْ سُبُلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتا دے۔ اے اس سے مراد یہ ہے کہ کمال آیات میں تمہارے لئے جو عورتیں حرام یا حلال ہیں بیان ہوئیں یہی عورتیں کچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام و حلال تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللہ تعالیٰ وہ بیان کر دے جیسا کہ پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔ (حمل، النساء، تحت الآية: ۲۶، ۱/۲، ۴، حازن، النساء، تحت الآية: ۲۶، ۱/۳، ۳۶۹، المنقظم) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں ترویج کے بغیر منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائق عمل ہیں اور جو منافعت کے ساتھ نقل ہوئے ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ  
أَنْ تُبَيِّلُوا مَآئِلًا عَظِيمًا ﴿٢٢﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ۔

﴿وَيُؤَيِّدُ الْآيَاتِ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ﴾ اور جو لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔ چھ شانیں نزول: یہود و نصاریٰ اور مجوسی بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے نکاح حلال سمجھتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا تو وہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جس طرح آپ خالہ اور پھوپھی کی بیٹی سے نکاح جائز سمجھتے ہو جبکہ خالہ اور پھوپھی تم پر حرام ہے اسی طرح تم بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے بھی نکاح کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح زنانیں پڑ جاؤ۔ (مدارک، النساء، تحت الآیہ ۲۷، ص ۲۲۳، تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیہ ۲۷، ۱/۴: ۵۵-۵۶، جلائین، النساء، تحت الآیہ ۲۷، ص ۷۵، منقطع)

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے۔ ﴿اللَّهُ غَفُورٌ غَلِيظٌ﴾ اللہ بخشنے والا اور سخت ہے اور ان کے فطری نرم احکام عطا فرماتا ہے اور کئی جگہ رحمتیں عطا فرماتا ہے، لوگوں کی طاقت کے مطابق ہی انہیں حکم دیتا ہے اور ان کے فطری تقاضوں کی رعایت فرماتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے اور اسی فطری کمزوری کا یہ نتیجہ ہے کہ مرد و عورت کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتا ہے، اس کے لئے عورت اور شوہر سے مبرد شواہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے مردوں کے لئے عورتوں سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں فساد و ظلم اور بڑے نقصان کا خدشہ تھا اسی لئے منع کی پرہیزگار اور گناہوں کا تقاضا اور موقع موجود ہونے کے باوجود گناہوں سے بچ رہنے والے اللہ غفور و غلیظ کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ غفور و غلیظ کی رضا کیلئے اپنی کمزوری کا مقابلہ کیا اور اپنی خواہشات کو کچھ پشت ڈالا۔ ترغیب کیلئے ایک ایسے ہی متقی بزرگ کا واقعہ پیش خدمت ہے۔

## منگ کی خوشبو میں بے ہوش ہوئے بزرگ

بصرہ میں ایک بزرگ منگ یعنی "منگ کی خوشبو میں بے ہوا" کے نام سے مشہور تھے، کسی نے بہاؤ سوار اس خوشبو سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا "میں کوئی خوشبو نہیں لگاتا، میرا قصہ بڑا عجیب ہے، میں بغداد و معلیٰ کا رہنے والا ہوں، جوانی میں بہت حسین و جمیل تھا اور صاحب شرم و حیا بھی۔ ایک کپڑے والے کی دکان پر میں نے ملازمت اختیار کی، ایک روز ایک بڑھیا آئی اور اس نے کچھ قیمتی کپڑے لٹکوائے اور دوکاندار سے کہا: میں ان کپڑوں کو گھر لے جانا چاہتی ہوں، اس نوجوان کو میرے ساتھ بھیج دیں، جو کپڑے پسند آئیں گے وہ رکھ لیں گے پھر ان کی قیمت اور بقیہ کپڑے اس نوجوان کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ مالک دکان کے کہنے پر میں بڑھیا کے ساتھ ہو گیا۔ وہ مجھے ایک عالی شان کوٹھی پر لے آئی اور مجھے ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک نوجوان عورت کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا، پھر میرے قریب بیٹھ گئی، میں گھبرا کر نگاہیں نیچی کئے فوراً وہاں سے ہٹ گیا مگر اس پر شہوت سوار تھی وہ میرے پیچھے پڑ گئی، میں نے بہت کہا کہ اللہ غفور غنی سے ڈرو، وہ میں کو کچھ رہا ہے لیکن وہ میرے ساتھ منکالا کرنے پر بغیر تھی۔ میرے ذہن میں اس گناہ سے بچنے کی ایک تجویز آئی تو میں نے اس سے کہا: مجھے سیٹ اٹھا دے جانے دو، اس نے اجازت دے دی۔ میں نے سیٹ اٹھا دی، میں جا کر دل مضبوط کر کے وہاں کی نجاست اپنے ہاتھ منہ اور کپڑوں پر پٹ لیا، اب جوں ہی باہر آیا تو میری عاشقہ گھبرا کر بھاگی اور کوٹھی میں "پاگل، پاگل" کا شورا مٹا۔ میں نے وہاں سے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی، غسل کیا اور کپڑے پاک کر کے وہاں سے چل دیا۔ رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی آیا ہے اور میرے چہرے اور لباس پر اپنا ہاتھ پھیر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: مجھے جاننے ہو میں کون ہوں؟ سنو! میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرے سارے بدن اور لباس میں خوشبو آری تھی جو آج تک قائم ہے اور یہ سب حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ کی برکت ہے۔ (رو ص الریاحین: الحکایۃ السابعة عشرۃ بعد الاربع مائۃ، ص ۳۳۴-۳۳۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً  
عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْسِلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی



رضامندی کا ہوا اور اپنی جائیں گے نہ کرو چنگ اللہ تم پر مہربان ہے۔

ترجمہ مکمل العرفان: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو گول نہ کرو۔ چنگ اللہ تم پر مہربان ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هُمْ يَحْتَرِفُونَ﴾ باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ کھانچ کے ذریعے نفس میں کثرت کی وضاحت کے بعد اب مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بیان کیا جا رہا ہے، اس آیت میں باطل طریقے سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے مال حاصل کرنا شریعت نے حرام قرار دیا ہے جیسے سون چوری، اور جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب کے ذریعے مال حاصل کرنا اور گانے بجانے کی اجرت یہ سب باطل طریقے میں داخل اور حرام ہے۔ یونہی اپنا مال باطل طریقے سے کھانا یعنی گناہوں یا فرامی میں خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

(معاوضۃ النساء، تحت الآیہ: ۲۹، ۸۱، ۳۷)

اسی طرح رشوت کا لین دین کرنا، ڈنڈی مار کر سووا پچنا، ملاوٹ والا مال فروخت کرنا بقرض دہالینا، ڈاکوئی، بہت خدوئی اور پر چپاں بھیج کر ہراساں کر کے مال وصول کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

### حرام مال کمانے کی مذمت

حرام کمانا اور کھانا اللہ عز و جل کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے اور احادیث میں اس کی بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ۱۴ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو بندہ مال حرام حاصل کرتا ہے، اگر اس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جائے گا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، اس نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے۔ بے شک غیبت کو غیبت نہیں مٹاتا۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۳/۲، الحدیث: ۳۶۷۲)

(۲)..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس جسم پر جنت حرام فرمادی ہے جو حرام غذا سے پلا ہو۔

(کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۸/۲، الجزء الرابع، الحدیث: ۹۲۵۷)

(3)..... تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”اے سعد! اپنی

نظارہ پاک کر لو! مستحباب اللہ عوات ہو جاؤ گے، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈال رہا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلاؤ ہوا ہو اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔ (معجم الاوسط، من اسمعہ مجملہ، ۳۴/۵، الحدیث: ۶۴۹۵)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا ستر کرتا ہے، اس کے بال بڑھ گئے اور بدن خراب آلود ہے اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یا رب! یا رب! پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام ہو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(مسلم، کتاب الزکاة، باب قول الصلوة من الکسب الطیب و فربہا، ص ۶، الحدیث: ۶۵ (۱۰۱۵))

﴿وَإِذَا أَنْتَلَوْنَ تَجَارَتُكَ عَنْ شِرَافِ صَلَاتِكَ﴾: مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ یعنی باہمی رضامندی سے جو تجارت کرو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ باہمی رضامندی کی قید سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کی وہ تمام صورتیں جن میں فریقین کی رضامندی نہ ہو درست نہیں جیسے اکثر ضبط شدہ چیزوں کی نیلائی خریدنا کہ اس میں مالک رضی نہیں ہوتا یونہی کسی کی دکان، مکان زمین یا جائیداد پر چربی قبضہ کر لینا حرام ہے۔ یا ورے کہ مال کا مالک بننے کے تجارت کے علاوہ اور بھی بہت سے جائز اسباب ہیں جیسے حق کی صورت میں، وصیت یا وراثت میں مال حاصل ہو تو یہ بھی جائز مال ہے۔ تجارت کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ مالک بننے کی اختیاری صورت ہے۔

### تجارت کے فضائل

احادیث میں تجارت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ۱۴ احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سچا اور امانت دار تجارتیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی النحر و نسمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہم، ۵/۳، الحدیث: ۱۲۱۲)

(2)..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو گنگو کے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے، جب کوئی چیز خریدیں تو اس کی برائی بیان نہیں کرتے اور جب کچھ

بچیں تو اس کی تعریف نہیں کرتے، جب ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں ہنس و ہنسی نہیں کرتے اور جب انہوں نے کسی سے لینا ہو تو اس پر ہنسی نہیں کرتے۔

(در منثور، النساء، تحت الآية: ۲۹، ۱۹۵/۶)

(3)۔۔۔ حضرت رفاعة بن ریحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ہر روز کائنات خلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن تاجر قاسق اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللہ غزو غنم سے ڈرے، بھلائی کرے اور سچ بولے۔“ (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وقسمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایامہم، ۵/۳، الحدیث: ۱۶۱۴)

(4)۔۔۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا: کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا: میں نہیں جانتا۔ اس سے کہا گیا: غور تو کر۔ کہنے لگا: اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان سے (اپنی رقم کا) تقاضا کرتا تو امیر کو مہلت دیتا تھا اور غریب کو معاف کر دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اے فرشتو! اس سے درگزر کرو۔“ (مسند امام احمد، حدیث، حذیفہ بن الیمان، ۹/۹۸، الحدیث: ۲۳۴۱۳، مسلم، کتاب

المساواة والعزارة، باب فضل انظار المعسر، ص ۸۴۳، الحدیث: ۲۶ (۱۵۶۰))

### تجارت کے آداب

اس سے پہلے تجارت کے فضائل بیان کئے گئے اور قبلی سطور میں تجارت کے 14 آداب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے اکثر آداب ایسے ہیں جن پر عمل کرنا ہر تاجر کے لئے شرعاً لازم ہے۔

(1)۔۔۔ تاجر کو چاہئے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت اچھے ارادے یعنی نیتیں دل میں تازہ کرے کہ بازار اس لئے جاتا ہوں تاکہ حلال کمائی سے اپنے اہل و عیال کی شکم پروری کروں اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اور مجھے اتنی فراغت مل جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہوں اور راداً آخرت پر گامزن رہوں۔ نیز یہ بھی نیت کرے کہ میں مخلوق کے ساتھ شفقت، خلوص اور امانت داری کروں گا، نیکی کا حکم دوں گا، برائی سے منع کروں گا اور خیانت کرنے والے سے باز نہ رہوں گا۔

(2)۔۔۔ تجارت کرنے والا جعلی اور اصلی دونوں کو پہچاننے کا طریقہ دیکھے اور نہ خود جعلی ٹوٹ لے نہ کسی اور کو روئے تاکہ مسلمانوں کا حق ضائع نہ ہو۔

(3)۔۔۔ اگر کوئی جعلی ٹوٹ وے جائے (اور دینے والے کا پتہ نہ پلے) تو وہ کسی اور کو نہیں دینا چاہئے (اور اگر دینے والے کا پتہ مل جائے تو اسے بھی وہ جعلی ٹوٹ واپس نہیں دینا چاہئے) بلکہ پھاڑ کے پھینک دے تاکہ وہ کسی اور کو دھوکہ نہ دے سکے۔

(4)..... اپنے مال کی حد سے زیادہ تحریف نہ کرے کہ یہ جموٹ اور فریب ہے اور اگر خریدار اس مال کی صفات سے پہلے ہی آگاہ ہو تو اس کی جائز اور صحیح تحریف بھی نہ کرے کہ یہ فحشول ہے۔

(5)..... عیب دار مال ہی نہ خریدے اگر خریدے تو دل میں یہ عہد کرے کہ میں خریدار کو تمام عیب بتا دوں گا اور اگر کسی نے مجھے دھوکہ دیا تو اس نقصان کو اپنی ذات تک محدود رکھوں گا دوسروں پر نڈالوں گا کیونکہ جب یہ خود دھوکہ باز پرست کر رہا ہے تو اپنی ذات کو دوسروں کی لعنت میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔

(8)..... اگر اپنے پاس موجود صحیح مال میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اسے گاہک سے نہ چھپائے ورنہ ظالم اور گناہگار ہوگا۔  
(7)..... وزن کرنے اور ناپنے میں فریب نہ کرے بلکہ پورا تولے اور پورا ناپے۔

(8)..... اصل قیمت کو چھپا کر کسی آدمی کو قیمت میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔

(9)..... بہت زیادہ نفع نہ لے اگرچہ خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے اس زیادتی پر راضی ہو۔

(10)..... تجارتوں کا مال زیادہ قیمت سے خریدے تاکہ انہیں بھی مسرت نصیب ہو جیسے بیوہ کا سوت اور دو پھل جو فقراء کے ہاتھ سے واپس آیا ہو کیونکہ اس طرح کی چشم پوشی صدقہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(11)..... قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے اس کا قرض ادا کر دے اور اسے اپنے پاس بلا کر بیٹے کی بجائے اس کے پاس جا کر دے۔

(12)..... جس شخص سے معاملہ کرے، اگر وہ معاملہ کے بعد پریشان ہو تو اس سے معاملہ چھ کر دے۔

(13)..... دنیا کا بازار اسے آخرت کے بازار سے نہ روکے اور آخرت کا بازار مساجد ہیں۔

(14)..... بازار میں زیادہ ویر رہنے کی کوشش نہ کرے مثلاً سب سے پہلے جائے اور سب کے بعد آئے۔

(کیمیائے سعادت، رکن دوم در معاملات، اصل سوم آداب کسب، ۱/۳۲۲-۳۴، ملقط)

﴿وَلَا تَقْسَظُوا أَلْفَافَكُمْ﴾ اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ یعنی ایسے کام کر کے جو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔  
(بخاری، النساء، تحت الآية: ۲۹، ۱/۳۷۰)

### خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں

خود کو ہلاک کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، اور ان میں سے 4 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)..... مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ احادیث میں مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند فرمایا گیا

ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم مسلمانوں کو دیکھو کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی مانند ہوں گے چنانچہ جسم کے جب کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم جاگنے اور بخار وغیرہ میں اس کا شریک ہوتا ہے۔“

(بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس واليهام، ۱۰۳/۴، الحدیث: ۶۰۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مسلمان (ہاہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔“

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعالفهم، ص ۱۳۹۶، الحدیث: ۶۷ (۲۵۸۶))

جب مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں تو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ایسا ہی جیسے اس نے خود کو قتل کیا۔ (2)۔۔۔ ایسا کام کرنا جس کی سزا میں اسے قتل کر دیا جائے جیسے کسی مسلمان کو قتل کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا یا مُرتد ہونا بھی خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں ہیں۔ یاور ہے کہ زنا کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، زنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَغْرِبُوا الرِّبَاَ إِنَّهُ كَانَ فَاجِسًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۳۲﴾  
(نہی اسرائیل: ۳۲)

اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَقَدْ آذَىٰ ذُنُوبَهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَوْ عَذِيبُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۳﴾  
(النساء: ۹۳)

اور مُرتد ہونے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُزِدْ ذُنُوبَهُ يُغْرِبْهُ فِي ظُلُمٍ لَّيْسَ مِنْهُ نَافِثٌ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا نَبَّأَهُ بِالْحَقِّ فَبُذِلَ ﴿۱۰۳﴾  
وَأُولَٰئِكَ سَوِّفَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۴﴾  
(نور: ۱۰۳، ۱۰۴)

(3)..... خود کو ہلاک کرنے کی تیسری صورت خودکشی کرنا ہے۔ خودکشی بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنا گناہوں کا توہ جہنم کی آگ میں اپنا گناہوں کا ٹھکانہ ہے گا اور جس نے خود کو نیزہ مارا وہ جہنم کی آگ میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔“

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في قاتل النفس، ۴/۴۶۰، الحديث: ۱۳۶۵)

ان ہی سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ نار و زرخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی تو نار و زرخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔“ (بخاری، کتاب الطب، باب ضرب السمّ والدواء به، ... الخ، ۴/۴۳۱، الحديث: ۵۷۷۸)

(4)..... ایسا کام کرنا جس کے نتیجے میں کام کرنے والا دنیا یا آخرت میں ہلاکت میں پڑ جائے جیسے بھوک ہڑتال کرنا یا باطل طریقے سے مال کمانا وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل کے وقت ایک سردار میں احتکام ہو گیا، مجھے غسل کرنے کی صورت میں (سردی سے) ہلاک ہونے کا خوف لاحق ہوا تو میں نے تیمم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عمرو! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ لی کہ تم تنہی تھے۔ میں نے غسل نہ کرنے کا عذر بیان کیا اور عرض کی: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝  
تَوْبَةُ كَذَّابٍ يَعْرِفُونَ: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر

مہربان ہے۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا دیے اور کچھ نہ فرمایا۔

(ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا عافى الحبيب، ... الخ، ۱/۵۳۱، الحديث: ۳۳۴)

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ  
عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

توحید کثر الایمان: اور جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

توحید کثر العرفان: اور جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ لِّذَلِكَ مَذْمُومًا اَوْ مُعْتَدِلًا﴾ اور جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا۔ ﴿یہاں ظلم و زیادتی کی قید اس لئے لگائی کہ جن صورتوں میں مومن کا قتل جائز ہے اس صورت میں قتل کرنا جرم نہیں جیسے مؤذمہ کو سزا میں یا قاتل کو قصاص میں یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے میں یا ڈاکو کو مقابلے یا سزا میں یا باغیوں کو لڑائی میں قتل کرنا یہ سب حکومت کیلئے جائز ہے بلکہ حکومت کو اس کا حکم ہے قتل کے بارے میں مزید تفصیل سورہ مائدہ کی متعدد آیات کے تحت آئے گی۔

اِنْ تَجْتَنِبُواْ كِبَارَ مَا تُهَوَّنُ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ  
وَنُدْخِلَكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيمًا ﴿۵﴾

توحید کثر الایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

توحید کثر العرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

﴿اِنْ تَجْتَنِبُواْ كِبَارَ مَا تُهَوَّنُ عَنْهُ﴾ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ ﴿اس سے پہلی آیات میں بعض کبیرہ گناہ کرنے پر وعید بیان کی گئی اور اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر (مغیرہ گناہ بخشے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا) وعدہ ذکر کیا گیا ہے۔

(البحر المحیط، النساء، تحت الآية: ۳۰، ۲۴۳/۳)

کبیرہ گناہ کی تعریف اور تعداد

کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ جس کا مؤ تکبیر قرآن و سنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو۔

(الرواجع، مقدمة فی تعریف الکبیرہ، ۱/۱۲۱)

کبیرہ گناہوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے چنانچہ 7، 10، 17، 40 اور 700 تک بیان کی گئی ہے۔

### گناہوں سے حقیقی 3 احادیث

(1)..... حضرت ابو ثعلبہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے پچھراٹھ ستر کے ہیں انہذا تم انہیں ہرگز ضائع نہ کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں ہرگز ہکانہ جانو، کچھ حدیں قائم کی ہیں تم ہرگز ان سے تجاوز نہ کرو، اور اس نے تم پر رحمت فرماتے ہوئے جان بوجھ کر کچھ چیزوں کے حقیقی کچھ نہیں فرمایا تو ان کی جستجو نہ کرو۔“  
(دار فطنی، کتاب الرضا، ۲/۱۷۴، الحدیث: ۹۳۰۰)

(2)..... حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، جب وہ اس گناہ سے باز آ جاتا ہے اور توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔“  
(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ اویل للمطفلین، ۵/۲۲، الحدیث: ۳۳۱۵)

(3)..... حضرت عبد اللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”اے گناہ گار! تو گناہ کے انجام بد سے کیوں بے خوف ہے؟ حالانکہ گناہ کی طلب میں رہنا گناہ کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا دائیں، بائیں جانب کے فرشتوں سے حیا نہ کرنا اور گناہ پر قائم رہنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ یعنی توبہ کئے بغیر تیرا گناہ پر قائم رہنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ کر لینے پر خوش ہونا اور قہقہہ لگانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے حالانکہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا سلوک فرمانے والا ہے، اور تیرا گناہ میں ناکامی پر غمگین ہونا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرتے ہوئے تیز ہوا سے دوڑنے کا پردہ اٹھ جائے تو ڈوڑر جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس نظر سے نہیں ڈرتا جو وہ تجھ پر دیکھتا ہے تیرا یہ عمل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔“  
(الزواجر، مفید فی تعریف الکبیر، ۱/۲۷)

### کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث

بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث یہ ہے: حضرت عمرو بن حزمؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہوں گے: (1) اللہ عز و جل کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) مسلمان کو ناحق قتل کرنا۔ (3) جنگ کے دن راہِ خدا



غزوہ خندق میں جہاد سے فرار ہونا۔ (4) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (5) پاکدامن عورتوں پر چست لگانا۔ (6) جادو سیکھنا۔ (7) سودا گنا اور (8) یتیم کا مال کھانا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب ترکہ، باب کیف فرض الصدقة، ۱۴۹/۴، الحديث: ۷۲۵۵)

### چالیس گناہوں کی فہرست

یہاں مسلمانوں کے فائدے کیلئے ہم چالیس گناہوں کی ایک فہرست بیان کرتے ہیں جن میں اکثر کبیرہ ہیں تاکہ کم از کم یہ تو علم ہو کہ یہ گناہ ہیں اور ہمیں ان سے بچنا ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ٹھہرانا۔ (2) ریا کاری۔ (3) کینہ۔ (4) حسد۔ (5) تکبر۔ (6) اور خود پسندی میں مبتلا ہونا۔ (7) تکبر کی وجہ سے حقوق کو حقیر جاننا۔ (8) بدگمانی کرنا۔ (9) دھوکہ دینا۔ (10) لالچ۔ (11) حرص۔ (12) عقلمندی کی وجہ سے فقراء کا مذاق اڑانا۔ (13) تقدیر پر ناراض ہونا۔ (14) گناہ پر خوش ہونا۔ (15) گناہ پر اصرار کرنا۔ (16) سنگلی کرنے پر تعریف کا طلبگار ہونا۔ (17) حیض والی عورت سے محبت کرنا۔ (18) جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا۔ (19) صف کو سیدھا نہ کرنا۔ (20) نماز میں امام سے ہیبت کرنا۔ (21) زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔ (22) رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دینا۔ (23) قدرت کے باوجود جح نہ کرنا۔ (24) ربی لباس پہننا۔ (25) مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنا۔ (26) عورتوں کا پارک لباس پہننا۔ (27) اترا کر چلنا۔ (28) مصیبت کے وقت چہرہ لوچتا، تھجڑا مارنا یا گریبان چاک کرنا۔ (29) مقروض کو بلا وجہ تنگ کرنا۔ (30) سود لینا دینا۔ (31) حرام ذرائع سے روزی کمانا۔ (32) ذخیرہ اندوزی۔ (33) شراب پینا، چونا، بیچنا۔ (34) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (35) یتیم کا مال کھانا۔ (36) گناہ کے کام میں مال خرچ کرنا۔ (37) شستر کھار دیا یا شریک کا دوسرے سے خیانت کرنا۔ (38) غیر کے مال پر غلام قابض ہو جانا۔ (39) اجرت دینے میں تاخیر کرنا۔ (40) اور امانت میں خیانت کرنا۔ یہ چند باطنی اور ظاہری گناہ ذکر کئے ہیں، ان سب گناہوں کی معلومات حاصل کرنا اور ان کے احکام سیکھنا ضروری ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان گناہوں کی تعریفیں تک یاد نہیں کہ یہ ہوتے کیا ہیں؟<sup>(۱)</sup>

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ہم تم سے دوسرے گناہ مٹا دیں گے۔ کچھ ارشاد فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے اور اس کے ساتھ دیگر عبادات بجالاتے رہو گے تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرما دیں گے۔

① کبیرہ گناہوں سے حقیقی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”جہنم میں لے جانے والے اعمال“ (ملبورہ مکتبہ الدہلیہ) کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ یعنی جنت میں داخل کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ معاملہ بھی اللہ عز و جل کی مشیت اور مرضی پر ہے۔ یہ بیان مغیرہ گناہوں کے متعلق ہے، کبیرہ گناہ تو یہی سے معاف ہوتے ہیں، البتہ حج مقبول پر بھی یہ بشارت ہے۔ اس کی مزید تحقیق کیلئے قرآنی رضویہ شریف کی چوبیسویں جلد میں اعلیٰ حضرت دُخْطُہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نہایت تحقیقی کتاب ”اغضب الاثمذاد فی مکھبر اب حُقوق العباد“ (بندوں کے حقوق کے معاف کرانے کے طریقے) کا مطالعہ فرمائیں۔<sup>(۱)</sup>

وَلَا تَسْتَسْأُوا فِضْلَ اللَّهِ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ لِلرَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَسَأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر برائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جانتے والا ہے۔

﴿وَلَا تَسْتَسْأُوا فِضْلَ اللَّهِ بِهِ﴾: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے برائی دی۔ جب ایک انسان دوسرے کے پاس کوئی ایسی نعمت دیکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں تو اس کا دل ٹھو لیش میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کی حالت دو طرح کی ہوتی ہے (۱) وہ انسان یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت دوسرے سے چھین جائے اور مجھے حاصل ہو جائے۔ یہ حسد ہے اور حسد مذموم اور حرام ہے۔ (۲) دوسرے سے نعمت چھین جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے

۱۔ اعلیٰ حضرت دُخْطُہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کتاب حسین دگر نیک کے ساتھ عام ”حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟“ منکبہ المدینہ نے بھی شائع کر کے کی سعادت حاصل کی ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

(تفسیر کبیرہ السعایہ تحت الآیۃ: ۳۲، ۶۵/۴)

بھی مل جائے، اسے غبط کہتے ہیں یہ مذموم نہیں۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو یں یا دنیا کی چھت سے جو نعمت عطا کی اسے اس پر راضی رہنا چاہئے۔ ثواب نازل: جب آج میراث میں ”لَا تَكُونُوا مِثْلَ الْاَنْفِثِیْنِ“ والا احصا نازل ہوا اور میرٹ کے ترک میں مرد کا حصہ عورت سے دگنا مقرر کیا گیا تو مردوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ آخرت میں نیکیوں کا ثواب بھی ہمیں عورتوں سے دگنا ملے گا اور عورتوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ گناہ کا عذاب ہمیں مردوں سے آدھا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو فضیلت دی وہ عین حکمت ہے بندے کو چاہئے کہ وہ اُس کی قضاء پر راضی رہے۔

(عزائز، السعایہ تحت الآیۃ: ۳۲، ۳۷۲/۱)

### دل کے صبر و قرا کا نسو

دل کے صبر و قرا کا نسو ہی اللہ عز و غنی کی رضا پر راضی رہنا ہے ورنہ دنیا میں کوئی شخص کسی نعمت کی انتہا کو نہیں پہنچا ہوا اور اگر بالفرض کوئی پہنچا بھی ہو تو کسی دوسری نعمت میں ضرور کم تر ہوگا تو اگر دل کو انہی آرزوؤں اور تناسک کا مرکز بنا کر رکھا تو ہزاروں نعمتوں کا مالک ہو کر بھی دل کو قرا نہیں مل سکتا، جیسے ایک آدمی ایک ارب روپے کا مالک ہے لیکن خوبصورت نہیں تو اگر وہ خوبصورتی کی تمنا کرتا رہے گا تو جینا دو بھر ہو جائے گا اور اگر ایک آدمی خوبصورت ہے لیکن جیب میں پیسہ نہیں اور وہ پیسے کو روٹتا رہے گا تو بھی بے قرار رہے گا اور جس کے پاس پیسہ اور خوبصورتی کچھ نہ ہو لیکن وہ کہے کہ میں اللہ عز و غنی کی رضا پر راضی ہوں اور پھر دوسرے کے آخرت کے ثواب کو بخش نظر کر کے تو یقیناً ایسا آدمی دل کا سکون پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ عالمی و قارضی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کہن آدم کے پاس مال کی دو دوایاں بھی ہوں تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس تیسری وادی بھی ہو اور اس کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یبغی من حب العالہ ۲۲۸/۴، الحدیث: ۶۴۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔ (مسلم، کتاب الزہد والرفاق، ص ۱۵۸۴، الحدیث: ۲۹۶۳۹)

﴿لَا تَزَالُ تَطَاوُلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَا مَا أَفْكَسْتُمُؤَا: مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔﴾ کھ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، دونوں کا نیک اور پرہیزگار ہونا انہیں اعمال سے بے نیاز نہ کرے گا۔

شان نزول: اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم بھی اگر مرد ہو جتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثواب عظیم پاتے۔  
(جلائین، النساء تحت الآیۃ: ۲۲، ص ۲۷)

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی کہ مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔

﴿وَسَأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ﴾ دلوں کے قرار کا کتنا بڑا راز بیان فرمایا کہ اللہ غزوہ خندق سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اللہ کریم کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو دوسرے سے لاکھ گنا زیادہ بھی ثواب ملتا ہو لیکن اس کے باوجود واللہ غزوہ خندق کے فضل ہی کا محتاج ہے کیونکہ اس کا جنت میں داخلہ تو اللہ غزوہ خندق کے فضل ہی سے ہوگا۔ بغیر فضل کے اپنے عمل سے کوئی جنت میں نہیں جائے گا لہذا واللہ غزوہ خندق سے اس کا فضل مانگنا چاہیے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ  
أَيْمَانُكُمْ فَأَوْفُوا بِمَا بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۳۱

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنادیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندہ چکا انہیں ان کا حصہ دو، بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اس مال میں) مستحق بنادیے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ ﴿اس سے عقد مؤالات مراد ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب محمول ہو وہ دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میں مرنے والی تو تو میرا وارث ہوگا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دیت دینی ہوگی۔ دوسرا کہے: میں نے قبول کیا۔ اس صورت میں یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث بن جاتا ہے اور دیت بھی اُس پر آ جاتی ہے اور دوسرا بھی اسی کی طرح سے مجھوں الٹا ہو اور ایسا

ہی کہے اور یہ بھی قبول کر لے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور اس کی وصیت کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ عقد ثابت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اس کے قائل ہیں۔  
(مدارک، النساء تحت الآية: ۳۳، ص ۲۲۵)

الرِّجَالُ قَوُّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِأَنَّهُمْ  
أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالْصَّالِحَاتُ قَنِتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ  
اللَّهُ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي  
النِّصَاحِ وَاصْرَبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا  
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ۝

توجہ کذا الایمان: مرد وافر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا جہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

توجہ کذا العرفان: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا جہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نبی کے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

﴿الرِّجَالُ قَوُّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔ کچھ عورت کی ضروریات، اس کی حفاظت، اسے ادب

سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر تسلط حاصل ہے گویا کہ عورت مدعا یا اور مرد بادشاہ اس لئے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے اس سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ مرد کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں اور ایسا ہونا عورت کے ساتھ نا انصافی یا ظلم نہیں بلکہ میں انصاف اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ شان نزول: حضرت سعد بن ربیع زوجہ فاطمہ نے اپنی بیوی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے شوہر کی شکایت کرنے حاضر ہوئیں۔ مرد و عورت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم فرمایا تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے سے منع فرمادیا۔

(یعنی النساء تحت الآية: ۳۴، ۳۳/۱)

لیکن یہ یاد رہے کہ عورت کو ایسا کرنا ناجائز ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَىٰ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۖ وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَأَطِيعُوا أَمْرَ الرَّسُولِ ۚ وَأَطِيعُوا أَهْلَ بَيْتِ اللَّهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ﴾

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات کثیر ہیں، ان سب کا حاصل دو چیزیں ہیں علم اور قدرت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں عورت سے فائق ہوتے ہیں، اگرچہ بعض جگہ عورتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ابھی بھی پوری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو عقل کے امور مردوں ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ یونہی مشکل ترین اعمال سرانجام دینے پر انہیں قدرت حاصل ہے جبکہ مرد عقل و دانائی اور قوت میں عورتوں سے فوقیت رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ جتنے بھی انبیاء، خلفاء اور ائمہ ہوئے سب مرد ہی تھے۔ گھڑ سواری، تیر اندازی اور جہاد مرد کرتے ہیں۔ امامت کبریٰ یعنی حکومت و سلطنت اور امامت شغریٰ یعنی فرائض کی امامت یونہی اذان، خطبہ، حدود و قصاص میں گواہی پالا اتفاق مردوں کے ذمہ ہے۔ نکاح، طلاق، رجوع اور یک وقت ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حق مرد کے پاس ہے اور نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یہ سب قرائن مرد کے عورت سے افضل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مردوں کی عورتوں پر حکمرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر ہر اور دانان فقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس لئے ان پر حاکم ہیں۔ خیال رہے کہ مجموعی طور پر جنس مرد میں عورت سے افضل ہے نہ کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل۔ بعض عورتیں علم و دانائی میں کئی مردوں سے زیادہ ہیں جیسے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، ہم جیسے لاکھوں مردان کے فطین کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ یونہی صحابہ عورتیں غیر صحابی بڑے بڑے بزرگوں سے افضل ہیں۔

﴿قَالَ صَلِّ لِحُطِّ: نیک عورتیں﴾ نیک اور پارسا عورتوں کے اوصاف بیان فرمائے جا رہے ہیں کہ جب ان کے شوہر موجود ہوں تو ان کی اطاعت کرتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی اور شوہر کی نافرمانی سے بچتی ہیں اور جب موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔

### نیک بیوی کے اوصاف اور فضائل

کثیر احادیث میں نیک اور پارسا بیویوں کے اوصاف اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 2 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)..... حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اُسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم بھی کر دے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے۔“  
(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الفضل للنساء، ۱۴/۲، الحدیث: ۱۸۵۷)

(2)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی ملی۔ (1) شکر گزار دل۔ (2) یاد خدا کرنے والی زبان۔ (3) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (4) ایسی بیوی کہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی کھوشی (یعنی اس میں خیانت کرنے والی) نہ ہو۔“  
(معجم الکبیر، طبع بن حبیب عن ابن عباس، ۱۰۶/۱، الحدیث: ۱۱۲۷۵)

### نکاح کی عورت سے کرنا چاہئے؟

نکاح کے لئے عورت کے انتخاب کے وقت اس کی دینداری دیکھ لی جائے اور دین والی ہی کو ترجیح دی جائے۔ جو لوگ عورت کا صرف حسن یا مالدار یا عزت و منصب پیش نظر رکھتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کر لیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ہر کار و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے، اللہ عز و جل اس کی ذلت میں زیادتی کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو اس کے حسب (خاندانی مرتبہ) کے سبب نکاح کرے گا تو اللہ عز و جل اس کے کمینہ پن میں زیادتی کرے گا۔“  
(معجم الاوسط، من اسمہ ابراہیم، ۱۸/۲، الحدیث: ۲۳۴۲)

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو۔ اس آیت میں نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بڑے احسن ہیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔

### نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ

سب سے پہلے نافرمان بیوی کو اپنی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات بتا دیے قرآن وحدیث میں اس تعلق سے منقول فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانیں تو ان سے اپنے بستر الگ کر لو پھر بھی نہ مانیں تو مناسب انداز میں انہیں مارو۔ اس مارے سے مراد ہے کہ ہاتھ یا سواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دوسریں لگا دو۔ وہ مارو انہیں جو تمہارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ چہرے اور سارے بدن پر مارتے ہیں، گھٹنوں، گھٹنوں اور لاتوں سے پیٹتے ہیں، ڈنڈا لیا جو کچھ ہاتھ میں آئے اس سے مارتے اور لمبا لہان کر دیتے ہیں یہ سب حرام و ناجائز، گناہ کبیرہ اور پرلے درجے کی جہالت اور کینسی ہے۔

### شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں

عورت اور مرد دونوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں، اس سلسلے میں ۱۵ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت عمرو بن احمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ تمہارے پاس منکبہ ہیں، تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ یہ کہ وہ مکمل کھلا بے حیائی کی صورت کیجے ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستر میں علیحدہ چھوڑ دو، (اگر نہ مانیں تو) ہلکی مار مارو، پس اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تمہارے ذمہ کچھ حقوق ہیں تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر میں نہ پائے نہ پائے نہ لوگوں سے پامال نہ کرنا میں اور ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ تمہارے ذمے ان کا حق یہ ہے کہ ان سے بھلائی کرو، عمدہ لباس اور اچھی غذا دو۔ (ترمذی، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها ۳۸۷/۲، الحدیث ۱۱۶۶)

(۲)..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین نکلی ہیں: اللہ عز و جل تجھے قتل کرے، اسے ایذا دے،

یہ تو میرے پاس مہمان ہے، مخترب تمہ سے جدا ہو کر تمہارے پاس آ جائے گا۔ (ترمذی، کتاب الفرائض، باب ۱۹، الحدیث ۳۸۷/۲، الحدیث ۱۱۶۶)



(3)..... اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، سرکارِ عالی و قاری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا شوہر اس پر راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگی۔“

(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ۳۸۶/۲، الحدیث: ۱۱۶۴)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ بدو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پہلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سے زیادہ عزیز می اوپر دانی ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے گا اور اگر وکس ہی رہے دے تو عزیز می باقی رہے گی۔“

(بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایہ بالنساء، ۵۷۴/۴، الحدیث: ۵۱۸۰)

(5)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”عورت پہلی سے پیدا کی گئی وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔“ (مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص ۷۷۰، الحدیث: ۶۱۶۸/۱)

﴿وَلَا تَحْضَنْكُمْ﴾: پھر اگر وہ تمہاری احاطت کر لیں۔ یعنی جب گناہ کے بعد توبہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرماتا ہے تو تمہیں بھی چاہئے کہ تمہاری زیر دست عورت جب قصور کرنے کے بعد معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر احاطت گزار میں جائے تو اس کی معذرت قبول کر لو اور توبہ کے بعد اسے تنگ نہ کرو۔

**یہی جب اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے معاف کر دیا جائے**

اس آیت سے اُن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑا کر پاؤں پڑنے، طرح طرح کے واسطے دینے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صفحہ نازک کو سختی سم ہٹا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بہادروں کو عاجزی اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا  
اِنْ يُّرِيدَا اَصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۷۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر تم کہیں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک شیخ مردوں کی طرف سے بھیجو اور ایک شیخ

عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

تجیداً لکھا ہے: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک منصف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو۔ جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد و طلاق دینے میں جلدی کرے، نہ عورت طلع کے مطالبے پر اصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو منصف مقرر کر لیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ چونکہ رشتے دار ایک دوسرے کے خانگی معاملات سے واقف ہوتے ہیں، فریقین کو ان پر اطمینان ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں کوئی جھجک بھی نہیں ہوتی، یہ منصف مناسب طریقے سے ان کے مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر منصف، میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا اس لئے جتنی اقتضای صلح کے ذریعے اس معاملے کو حل کیا جائے لیکن یہ یاد رکھیں کہ انہیں میاں بیوی میں جدائی کروا دینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کریں تو شرعاً ان میں جدائی ہو جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي  
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ  
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ  
لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿۱۹﴾

تجیداً لکھا ہے: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں

اور قسیموں اور محتاجوں اور پاس کے مسائے اور دور کے مسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے  
پیشک اللہ کو خوش نہیں آ جا کوئی اترا نے والا بڑائی مارنے والا۔

توبہ ۱۰۸: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور  
رشتہ داروں اور قسیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور اپنے  
غلام لوہڑیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) پیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو شکریہ نہ کرنے والا ہو۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ﴾ اور اللہ کی عبادت کرو۔ اے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے حقوق کی تعلیم دی گئی  
ہے، اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور  
بندوں کے آپس میں حقوق یہ ہیں:

### بندوں کے باہمی حقوق

(۱)..... والدین کے ساتھ احسان کرنا: ان کے ساتھ احسان یہ ہے کہ والدین کا ادب اور اطاعت کرے، نافرمانی سے  
بچے، ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں ہتھ رو تھوڑی اور استطاعت کی نہ کرے۔ حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مرد کا نجات خلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اُس کی ناک خاک  
آلود ہو۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! خلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کون؟ ارشاد فرمایا: جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان  
میں سے ایک کو بڑھا پے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب رُحْم من أدرك أبوه أو أخته عند الكبر... الخ، ص ۱۳۸، الحديث: ۲۵۰۱)

(۲)..... رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا: ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور قطع  
تعلقی سے بچے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم خلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا  
سلوک کرے۔

(بخاری، کتاب البيوع، باب من أحب البسط في الرزق، ۲/۱، الحديث: ۲۰۶۷)

حضرت نجیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا: ”رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطعها، ص ۱۸۳، الحديث: ۲۵۰۶)

صلہ رحمی کا مطلب بیان کرتے ہوئے صدرِ اشریہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: صلہ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے، یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا، ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم (یعنی رشتہ کاٹنا) حرام ہے۔

(بہارِ شریعت، حصہ شانزہم، سلوک کرنے کا بیان، ۵۵۸/۳)

(4.3)..... قیموں اور محتاجوں سے حسن سلوک کرنا: قیم کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ بچھرے۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قیم کی کفالت کرے میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔

(بہاری، کتاب الطلاق، باب العنان، ۴/۴۹۷، الحدیث: ۵۳۰۴)

اور مسکین سے حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی امداد کرے اور انہیں خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یتیم اور مسکین کی امداد و خبر گیری کرنے والا رامِ خدا غور و خیزل میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (بہاری، کتاب الفقار، باب فضل الصدقة علی الاہل، ۳/۵۱۱، الحدیث: ۵۳۵۳)

(5)..... ہمسائوں سے حسن سلوک کرنا: قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو مختلہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآية ۳۶، ص ۲۷۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔

(بہاری، کتاب الادب، باب الوصایہ بالحقار، ۵/۱۰۴، الحدیث: ۶۰۱۴)

(6)..... پاس بیٹھے والوں سے حسن سلوک کرنا: اس سے مراد بیوی ہے یا وہ جو محبت میں رہے جیسے رفیق سفر، ساتھ پڑھنے والا یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھے کسی کو بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔

(7)..... مسافر کے ساتھ حسن سلوک کرنا: اس میں مہمان بھی داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (مسلمہ کتاب الایمان باب الحث علی اکرام العار... الخ، ص ۴۳، الحدیث: ۷۴ (۴۷))

(8)۔۔۔ لوطی غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ انہیں اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے اور کھانا کپڑا وغیرہ بقدر ضرورت دے۔ حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، جو تم کو کھاتے ہو اس میں سے انہیں کھاؤ، جو لباس تم پہننے ہو ویسا ہی انہیں پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسا ہو تو تم بھی ساتھ میں ان کی مدد کرو۔ (مسلمہ کتاب باب اطعام المملوک مما یاکل... الخ، ص ۹۰، الحدیث: ۳۸ (۱۶۶۱))

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾: بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر، فخر کرنے والا ہو۔ کبھی کو خود سے حقیر سمجھتا اور حق بات قبول نہ کرنا تکبر ہے، یہ انتہائی مذموم وصف اور کبیرہ گناہ ہے، حدیث میں ہے: قیامت کے دن تکبریں کو انسانی شکلوں میں چوہنیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے "بولس" نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں "عقینۃ العقبان" یعنی چوہنیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ (ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ ۴۷-۴۸، ص ۲۲۱/۴، الحدیث: ۲۵۰۰)

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ  
مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۖ

تجسس کنندگان ایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تجسس کنندگان ایمان: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید عذاب ہے) اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تکبر کی قسم، ان کے احکام اور اس کے خلاف سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب "تکبر" (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

﴿وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ: وہ لوگ جو غور و فکر کرتے ہیں۔﴾ لغت عرب میں غل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال دیا اس میں سے سب کو نہ دینا اور غل کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہو اسے ادا نہ کرنا۔

(یعنی: النساء تحت الآية: ۳۷، ۳۳۹/۱)

اور صدر الزا فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی دُعا اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: غل یہ ہے کہ خود کھائے دوسرے کو نہ دے۔ غل یہ ہے کہ نہ کھائے نہ کھائے۔ یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھائے، مجبور یہ ہے کہ آپ نہ کھائے دوسرے کو کھائے۔ (اسرار العرفان، النساء تحت الآية: ۳۷، ص ۱۶۶، مشکوٰۃ، النساء تحت الآية: ۳۷، ص ۲۲۷) یہاں غل سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توریت میں مذکور اوصاف بیان کرنے میں غل کرنا اور اس کا حکم دینا۔ شان نزول: یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو توریت میں مذکور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے میں غل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (حارث، النساء تحت الآية: ۳۷، ۳۷۹/۱) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال خرچ کرنے میں غل کرنا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء تحت الآية: ۳۷، ۷۸/۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ووصلت کسی مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں، غل اور بدعتی۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلة باب ما جاء فی البخل، ۳۸۷/۳، الحديث: ۱۹۶۹)

تفسیر: اس سے موجودہ زمانے کے ان علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف میدہ خود بھی بیان نہیں کرتے اور بیان کرنے والوں کو بھی طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت دُعا اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ذکر روئے فضل کا نئے نقص کا جو یاں رہے پھر کہے عز واک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

نوٹ: غل کے بارے میں کافی تفصیل سورہ آل عمران آیت ۱۸۰ میں گزر چکی ہے۔

﴿وَيُكَلِّمُونَ مَا لَا يَفْقَهُونَ﴾ اور اللہ نے جو انیس اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ اللہ غور و غفلت عطا فرمائے اسے اچھی نیت کے ساتھ موقع محل کی مناسبت سے حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے ظاہر کرنا چاہیے۔

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میرے والدہ اگندہ بال اور ناپسندیدہ بچت میں سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میرے پاس مال

نہیں؟ عرض کی کیا رسول اللہ! اے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کو جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا اثر بندے پر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المکین، حدیث مالک بن نضلة ابی الاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۸۴/۵، الحدیث: ۱۵۸۹۲)

مسئلہ: اللہ عزوجل کی نعمت کا اظہار اخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی شکر ہے اور اس لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباسوں میں بہتر پہنانا مستحب ہے۔

وَالَّذِينَ يُفْقُونَ أَمْوَالَهُمْ بَرَائِءًا تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا  
بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿۳۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مصاحب شیطان ہو تو کتنا برا مصاحب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید وعید ہے) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گیا۔

﴿وَالَّذِينَ يُفْقُونَ أَمْوَالَهُمْ بَرَائِءًا تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ کھل کی برائی بیان فرمانے کے بعد اب ان لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جو محض دکھاوے اور شہرت کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی رضا کا حصول ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں جو لو پر گزرا۔

### ربا کاری کی مذمت

اس سے ان لوگوں کو عبرت چلائی جا رہی ہے کہ جو نیک کاموں میں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن مقصد صرف دام وادہ کروانا ہوتا ہے، بکثرت خیرات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ اگر بارش خبر اور تصویر ضرور آئی چاہیے، اسی طرح شادیوں کی منسول رسومات میں لاکھوں روپے اڑا دینے والے بھی عبرت حاصل کریں جو صرف اس لئے رکشیں کرتے ہیں کہ اگر یہ دیکھیں بھرپور انداز میں نہ کی گئیں، تو لوگ کیا کہیں گے بھلا ان نے اتنا خرچ کیا تھا، میں کیوں پیچھے رہوں

وغیرہ۔ حضرت محمود بن لُحید رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تا جہاں رسالت خلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”مجھے تم پر سب سے زیادہ شربک امیر یعنی کھانے میں جلا ہونے کا خوف ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کے حساب کے وقت ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے پاس جہاں جن کے لئے دنیا میں تم کھانا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟“ (مسند امام احمد، حلیت محمود بن لُحید، رسی اللہ علیہ، ۱۶۶/۹، الحدیث ۲۳۶۹۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اکرم خلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ وادی اُمتِ محمدیہ کے ان ریاکاروں کے لئے تیار کی ہے جو قرآن پاک کے حافظ، راہِ خدا میں صدقہ کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے گھر کے حاجی اور راہِ خدا عز و جل میں نکلنے والے ہوں گے (لیکن یہ سارے کام صرف دیا کاری کیلئے کر رہے ہوں گے)۔“ (۱)

(معجم الکبیر، الحسن بن ابن عباس، ۱۳۶/۱۲، الحدیث ۱۸۸۰۳)

﴿وَمَنْ يَلِكُنَ الشَّيْطَانُ لَمْ يَكُنْ يَكُنْ﴾ اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے۔ دنیا میں شیطان کا ساتھی اس طرح ہوگا کہ وہ شیطان کا کام کر کے اسے خوش کرے کیونکہ جو شیطان کو خوش کرتا ہے شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ کھانے پینے، رات بسر کرنے اور دیگر گنہگار معاملات میں شریک ہو جاتا ہے اسی لئے یہ حکم ہے کہ ہر جائز کام میں اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے تاکہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یوں ہوگا کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتشِ زنجیر میں جکڑا ہوگا۔

(عائز، النساء، تحت الآیہ ۳۸، ۳۷۹/۱)

یہ وعید خاص گناہوں کے ذریعے شیطان کا ساتھی بننے والے کے بارے میں ہے اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لے کہ کیا ہوگا۔

### شیطان کے بہکانے کا اعجاز

شیطان مختلف انداز سے انسان کو بہکانے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و فرما رہاری کرنے سے روکتا ہے جیسے شیطان پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت سے روکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ انسان کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر روک دیتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کی بہت سخت ضرورت ہے کیونکہ مجھے اس دوا رفاقی سے آخرت گمے لئے توشہ اور زوراء تیار کرنا بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر آخرت کا سفر ممکن نہیں۔

۱۔ دیا کاری کے بارے میں مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”ریا کاری“ (مطبوعہ مکتبہ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔



جب انسان شیطان کے اس کمرے سے بچ جاتا ہے تو شیطان اسے اس طرح بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اسے عبادت کرنے میں کاٹلی اور سستی کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آج رہنے وکل کر لیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس سے بھی محفوظ کر لیتا ہے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے کہ میری موت میرے قبضے میں نہیں، نیز اگر میں آج کا کام کل پر چھوڑوں گا تو کل کا کام کس دن کروں گا کیونکہ ہر دن کے لئے ایک کام ہے۔

جب شیطان اس حیلے سے بھی ناامید ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے انسان! حق اللہ تعالیٰ کی عبادت جلدی جلدی کر دنا کہ فلاں فلاں کام کے لئے فارغ ہو سکو۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس حیلے سے بھی بچائے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دفع کر دیتا ہے کہ تھوڑی اور کامل عبادت زیادہ مگر ناقص عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

اگر شیطان اس حیلے میں بھی ناکام و نامراد ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو ریاضہ کاری کے ساتھ عبادت کرنے کی ترغیب دیتا اور اسے ریاضہ کاری میں جتنا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس حیلے سے محفوظ ہو گیا تو وہ یہ کہہ کر ریاضہ کاری کے دوسرے کو ٹھکرا دیتا ہے کہ میں کسی اور کی نمائش اور دکھاوے کے لئے عبادت کیوں کروں، کیا اللہ تعالیٰ کا کچھ لیتا میرے لئے کافی نہیں۔

جب شیطان اپنے اس جھٹکنڈے سے بھی ناکام ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو خود پسندی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کتنا عمدہ کام کیا اور تم نے کتنی زیادہ شب بیداری کی۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بار بھی محفوظ رہا اور خود پسندی میں مبتلا نہ ہونے سے بچ گیا تو وہ شیطان کے اس دوسرے کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ مجھ میں کوئی خوبی اور بزرگی نہیں، یہ تو سب اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہگار کو خاص توفیق و عطا فرمائی اور یہ بھی اسی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے میری حقیر اور ناقص عبادت کو شرف قبولیت عطا فرمایا، اگر اس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو میرے گناہوں کے مقابلے میں میری ان عبادتوں کی حیثیت ہی کیا ہوتی۔

جب لعین شیطان ان تمام تدبیروں سے ناکام ہو جاتا ہے تو پھر یہ خربہ استعمال کرتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے اور شیطان کے اس حربے سے بہت حلفندہ اور ہوشیار دل شخص کے علاوہ کوئی اور نہیں بچ سکتا، چنانچہ شیطان کہتا ہے کہ اے نیک بخت انسان! تم لوگوں سے چھپ چھپ کر نیکیاں کرنے میں کوشاں ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ان نیکیوں کو مقرب بہ تمام لوگوں میں مشہور کر دے گا تو لوگ تمہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ کہہ کر یاد کیا کریں گے۔ اس طرح شیطان اسے ریاضہ

کاری میں جکڑنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و عنایت سے انسان کو شیطان کے اس حربے سے بھی محفوظ فرما دے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ذلیل و خوار و نامراد کر دیتا ہے کہ اے ملعون! ابھی تک تو تو میرے پاس میرے اعمال کو فاسد و بے کار کرنے آیا کرتا تھا اور اب ان اعمال کی اصلاح و درستی کے لئے آتا ہے تاکہ میرے اعمال کو بالکل ختم کر دے، چل دفع ہو جا، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، وہی میرا آقا و مولیٰ ہے، میں اپنی نیکیوں کی شہرت کا مشتاق اور طلبکار نہیں ہوں، میرا پروردگار چاہے میرے اعمال ظاہر و مشہور کر دے چاہے پوشیدہ رکھے، چاہے مجھے عزت و مرتبہ عطا فرمائے چاہے مجھے ذلیل و رسوا کر دے۔ سب کا سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے میرے اعمال کا اظہار فرمائے یا نہ فرمائے۔ انسانوں کے قبضے میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اگر انسان شیطان کے اس وار سے بھی بچ جائے تو وہ انسان کے پاس آ کر کہتا ہے کہ تجھے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ انسان کے نیک اور بد ہونے کا فیصلہ تو روزِ اول میں ہو چکا ہے، اس دن جو برا ہو گیا وہ برا ہی رہے گا اور جو اچھا اور نیک ہو گیا وہ نیک ہی رہے گا اس لئے اگر تجھے نیک بخت پیدا کیا گیا ہے تو اعمال کو چھوڑنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں اور اگر تجھے بد بخت و شقی پیدا کیا گیا ہے تو تمہارا عمل تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو شیطان کے اس وار سے بچالیا تو انسان شیطان مردوس سے یوں مغلوب ہوتا ہے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے احکام بحال لائے اور اللہ تعالیٰ سارے جہان کا پروردگار ہے، جو چاہتا ہے حکم کرتا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یقیناً اعمال میرے لئے فائدہ مند ہیں کسی صورت میں بھی نقصان دہ نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نیک بخت ہوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ ثواب کا محتاج ہوں اور اگر خدا خواستہ علم الہی میں میرا نام بد بختوں میں ہے تو بھی عبادت کرنے سے اپنے آپ پر ملامت تو نہیں کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاعت و عبادت کرنے پر مہمزد دے گا اور کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ نافرمان ہو کر دوزخ میں جانے سے فرما تمہارا در ہو کر دوزخ میں جانا بہتر ہے اور پھر یہ کہ سب محض احتمالات ہیں و نہ اس کا وعدہ بالکل حق ہے اور اس کا فرمان بالکل سچ ہے اور اللہ تعالیٰ نے طاعت و عبادت پر ثواب عطا فرمانے کا بے شمار مقامات پر وعدہ فرمایا ہے تو جو محض اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان اور طاعت کے ساتھ حاضر ہو گا وہ ہر گز ہرگز جہنم میں داخل نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے سچے و مقدس وعدے کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔

لہذا (اے لوگو!) تم خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ شیطان کے چیلوں سے ہوشیار رہو، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور شیطان مروود سے اسی کی پناہ مانگتے رہو کیونکہ تمام معاملات اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے، گناہوں سے بچنے اور طاعت و عبادت کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتی ہے۔  
(مساجد العابدین، العقبة الثالثة، العاقل الثالث: الشيطان، ص ۶۱-۶۲)

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ  
وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝۱۱

توجہ دیکھنا ایجاب: اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیے میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔

توجہ دیکھنا ایجاب: اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ انہیں جانتا ہے۔

﴿وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ﴾ اور ان کا کیا نقصان تھا۔ ﴿وَانْفَقُوا﴾ ناسوری اور دکھاوے کے طور پر مال خرچ کرنے والوں کو تحیہ کی جاری ہے کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ عز و جل کے دیے ہوئے مال میں سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خرچ کرتے تو اس میں سراسر ان کا نفع ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں خرچ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی نیت ہونی چاہئے، بصورت دیگر عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر سزا بھی ملے گی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُؤْتِ  
مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۲

توجہ دیکھنا ایجاب: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دو ٹی کرنا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

توجہ کذا یعرفون: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ایک ذرے جتنا بھی ظلم فرمائے۔ یہاں یہ بات اس معنی میں ہے کہ اللہ عز و جل کسی کے نیک اعمال بغیر کسی وجہ کے ضائع فرما کر ان کی جزا سے محروم کر دے یا کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دیدے، یہ اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب مل کے مقابلے میں بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے مومن نیکی کرتا ہے تو دنیا میں رزق اور آخرت میں جنت کی صورت میں ثواب پاتا ہے اور کافر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے بدلے دنیا میں ہی اسے رزق دے دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس پر اسے کوئی جزا ملے۔

(مسلم، کتاب صفۃ الصفۃ والحدیث، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرہ...، الحدیث: ۵۶ (۲۸۰۸))

**فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝**

توجہ کذا یعرفون: تو کیسے ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اسے محبوب حبیب ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

توجہ کذا یعرفون: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اسے حبیب انہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ﴾: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔ اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ جب قیامت کے دن تمام انبیاء و علیہم السلام و الشہداء و الشفیعہ اپنی امت کے ہر نیک اور بد کے ایمان، کفر و نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنایا جائے گا تو ان کا انجام کیا ہوگا۔ قیامت کے دن دی جانے والی اس گواہی کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت نمبر 143 کے تحت گزر چکی ہے۔

يَوْمَ يَدْعُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ  
وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا

ترجمہ کنزالایمان: اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے چھپانہ سکیں گے۔

﴿يَوْمَ يَدْعُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اس دن کافر تمنا کریں گے۔ ﴿لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ﴾ قیامت کے دن کی ہولناکی اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ کر کفار تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا۔ کاش ازمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں۔ کاش! ہمیں بھی جانوروں کی طرح مٹی کر دیا جاتا پھر جب ان کی خطاؤں پر باز نہ ہوگی تو قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم شرک نہ تھے، تب ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی پھر ان کے اعضاء بول نہیں گے اور سب اعمال بیان کر دیں گے، اس طرح یہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپانہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرتا چاہیے

یہ آیت تو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی لیکن بہر حال دنیا میں تو ہر آدمی کو اللہ غفر ذل کے عذاب سے ڈرنا چاہیے یہی وجہ ہے قیامت کی ہولناکی اور عذاب جہنم کی شدت کے پیش نظر ہمارے اکابر اُسطاف اور بزرگان دین بھی تمنا کرتے تھے کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار پرندے کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے پرندے! کاش! میں تمہاری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرما ہے: میری تمنا ہے کہ میں ایک مینڈھا ہوتا جسے میرے اہل خانہ اپنے مہمانوں کے لئے ذبح کر دیتے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: کاش! میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ امیر المؤمنین حضرت

مٹان غنی زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے وفات کے بعد ندا اٹھایا جائے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے: کاش! ہم یہی اٹھ نہ ہوئے ہوتے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتیں: کاش! میں کوئی بھولی بھری چیز ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: کاش! میں راکھ ہوتا۔ (نور الثلوب۔ الفصل الثانی والآخر، شرح مقام الصوف ووصف العارفين...، طبع ۱۹۶۱ء، ص ۴۶، ملخصاً) یہ کلمات ان ہستیوں کے ہیں جو زبانِ رسالت سے قطعی جنتی ہونے کی بشارت سے بہرہ مند ہوئے، جبکہ اب کے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ عمل نام کی کوئی چیز بٹے نہیں اور بے حساب مغفرت کا یقین دل میں سجائے بیٹھے ہیں۔ اے کاش! ہمیں بھی حقیقی معنوں میں ایمان پر خاتمے کی فکر، قبر و حشر کے پُہل بولِ احاط کی تیاری کی سوچ، عذابِ جہنم سے ڈر اور بچاؤ کا رعبِ غلوز غلٰی کا خوف نصیب ہو جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لِمَسْتُمُ النِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَسَّبُوا صَبِيحًا طَيِّبًا فَاْمَسْحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۴﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! نوشکی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کھوا سے سمجھو اور نہ پاکی کی حالت میں بے نہاے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تمہم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا سحر کو چٹک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! نوشکی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو و وہ بات جو تم کھوا اور نہ

ناچاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتیٰ کہ تم غسل کرو اور سوائے اس کے کہ تم حالت سفر میں ہو (تو تحیم کرو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تمہارے قدموں پر منادیاں تھامو اور تمہارا مسح کر لیا کرو چنگ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَهُمْ مَعَ الْبَغْيِ ذَلِكُمْ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِمْ وَذَلِكَ هُوَ عَمَلُهُمُ الشَّرَّاءُ﴾ اسے ایمان والوں! کھانا نہ کرو آپس میں بغی کے ساتھ۔ یہ تم پر حرام ہے اور یہی ان کا عمل ہے۔  
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْرِقُوا أَنْفُسَكُمُ الَّتِي كَفَرْتُمْ بِهَا لَكُمْ سَبِيلٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ اے ایمان والو! اپنے نفس کو نہ چور کرنا جس کی خاطر تم نے کفر کیا۔ تم کو ایک سیدھی راہ ملے گی۔  
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا فِي مَخْرَجِكُمْ كَيْدَ الظَّالِمِينَ الَّذِي يُرِيدُ يَكْفُرَكُمْ أَصْحَابُكُمْ فَهُمْ لَكَ خَوَافٌ إِنَّهُ يَمُوتُ فَيَضَعُكَ أَبْنَاءُكَ وَهُمْ لَهُ غَلَبَةٌ عَلَىكَ﴾ اے ایمان والو! اپنی نکلنے والی جگہ سے ظالموں کی سازش نہ مانو جو تم کو کفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم کو خوف ہے کہ وہ مر جائے گا تو تمہاری جگہ تمہارے بیٹے لگا دیں گے جن پر تم پر غلبہ ہوگا۔  
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرِبُوا أَهْلَ الْحَرَامِ مَا قُرْبَٰهُمَا إِلَى الشَّرِّ فَخِلَا بَيْنَ الْيَدَيْنِ لَعَلَّكُمْ أَتَقَارِفُونَ﴾ اے ایمان والو! حرام لوگوں کے قریب نہ جاؤ۔ اگرچہ وہ اللہ کی نظر میں کم از کم ہوں، لیکن ان کی طرف سے شر زیادہ ہے۔ پس دونوں ہاتھ درمیان رکھ دو تاکہ تم نہ آکر ٹکرائو۔

چنانچہ مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کر دی، اس کے بعد سورۃ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کر دیا گیا۔

نفس کی حالت میں کلمہ کفر پڑھنے کا حکم

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر نفل کی حالت میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ کَلِّیٰ نَافِلٌ لِّکُلِّ شَیْءٍ میں دونوں جگہ ”کَلِّیٰ“ کا تکرار کفر ہے کیونکہ اس سے معنی بنے گا کہ اے کافر! جو جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی میں بھی عبادت کرتا ہوں۔ اور یہ کلمہ یقیناً کفریہ ہے لیکن چونکہ یہاں نفل کی حالت تھی اس لئے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کفر کا حکم نہ فرمایا بلکہ قرآن پاک میں اُن کو ”کَلَّا لَیْسَ الْاِیْمَنُ اَنْ تَقُولُوْا بِاللّٰهِ عَلٰمًا“ سے خطاب فرمایا گیا۔ (۱)

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا سَافِرًا یَّحْتَکِمُوْنَ اَمْرَہُمْ فِی الْمَدَیْنِۃِ﴾ اور نہ حالتِ چٹابت میں۔ اچھے آیت میں پہلا حکم تھا کہ نفل کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کر لو تب تک نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی پہلے غسل کرنا فرض ہے۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ یہاں سفر کی قید اس لئے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر میں ہی ہوتا ہے ورنہ نہ تو سفر میں تیمم کی کئی اجازت ہے اور نہ تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر سفر میں پانی نہیں ہو تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی اور یونہی اگر سفر کی حالت نہیں لیکن بیماری وغیرہ ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔

① ... گھریب جہلوں اور اوقات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ایمر الہندت سے درخواست کی تھی، مگر یہ گلات کے بارے میں سوال جواب "کا مطالعہ ضرور کیجئے۔"

﴿وَأَن تَلْبِسُواْ مَنَظَرَهُ﴾ اور اگر تم بتا دو۔ کہ آیت میں تیسری بات جو ارشاد فرمائی گئی اس میں حتم کے حکم میں تفصیل بیان کر دی گئی جس میں یہ بھی داخل ہے کہ حتم کی اجازت جس طرح بے غسل ہونے کی صورت میں ہے اسی طرح بے وضو ہونے کی صورت میں ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم بتا دو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہے یا تمہیں اعتکاف سے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور تمہیں وضو کی حاجت ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم پر غسل فرض ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی موجود نہ ہونے کے باعث یا دور ہونے کے سبب یا اس کے حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے کے سبب یا سانپ، دھند، دشمن وغیرہ کے ڈر سے تو حتم کر سکتے ہو۔ یاد رہے کہ جب عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کی حاجت ہو اور اگر اس وقت پانی پر قدرت نہ پائے تو اس صورت میں اسے بھی حتم کی اجازت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

﴿فَمِنْكُمْ سَوَاحِجٌ كَأَصْحَابِ﴾ تو پاک مٹی سے حتم کرو۔ کہ آیت کے آخر میں حتم کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ اور چند احکام یہ ہیں:

### حتم کا طریقہ

حتم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، چتر، مٹی کا فرش وغیرہ، اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ زمین پر ہاتھ پھیر کر کہیں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔

### حتم کے احکام

- (۱)۔۔۔ ایک حتم سے بہت سے فرائض و فواہل پڑھے جاسکتے ہیں۔
- (۲)۔۔۔ حتم کرنے والے کے پیچھے غسل اور وضو کرنے والے کی اقتدا صحیح ہے۔

نوٹ: حتم کے بارے میں مزید احکام جاننے کے لئے بہار شریعت، جلد ۱، حصہ ۲ ”حتم کا بیان“ ملاحظہ فرمائیں۔  
آج ہمارے کمالیہ جو کاشانہ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مفسطیل میں جب لشکر اسلام رات کے وقت ایک بیابان میں ٹھہرا جہاں پانی نہ تھا اور صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا، وہاں آتم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غنا کا ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش کے لئے سیدہ دو عالم رضی اللہ عنہا غنیمہ و فتنہ نے وہاں قیام فرمایا صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔



اس پر اللہ تعالیٰ نے حتم کی آیت نازل فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت انسؓ بن مالکؓ نے کہا کہ ”اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں ہوئیں اور بہت فوائد پہنچے۔ پھر جب اوٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہارل گیا۔“

ہار گم ہونے اور مصدقہ عالمِ خلقی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے نہ ہونے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہار کی وجہ سے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں قیام فرمانا حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت و مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ حضورِ جبارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی خدمتِ مؤمنین کی سعادت ہے، نیز اس واقعے سے عظیم کام بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُشْتَرُونَ الصَّلَاةَ  
وَيُرِيدُونَ أَن تَقْضُوا السَّيْلَ ۖ

توجہ کفرانِ ایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا مگر ای مول لیے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔

توجہ کفرانِ ایمان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بہک جاؤ۔

﴿أَلَمْ تَرَ﴾: کیا تم نے نہ دیکھا۔ ﴿يہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی تورات ملی جس سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن امامِ الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ تورات میں بیان کیا تھا اس حصہ سے محروم رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اس لئے فرمایا کہ انہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔ گویا اللہ عزوجل کی کتاب رکھنے کے باوجود ہدایت کی بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! جنہیں بھی گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کا دار و مدار

ی حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کامل ایمان لانے پر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَلِیًّا ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِیْرًا ۝۱۰

توجہ لکڑالایعین: اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

توجہ لکڑالہورفان: اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور مخالفت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ﴾ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَلِیًّا﴾ کہ ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اُس نے تمہیں بھی اُن کی عداوت (دشمنی) پر خبردار کر دیا ہے لہذا تمہیں چاہئے کہ اُن دشمنوں سے بچتے رہو۔ یقیناً اللہ عز و جل ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہذا جسے وہ دشمن فرمادے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوا وَاٰیَحِرَفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ وَيَقُولُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَیْرُ مُسْمِعٍ وَرَاعِ الْیَاسَیَا لَسْتَ تَهْتَمُ وَطَعْنَانِی الدِّیْنُ ۚ وَلَوْ اَنْتُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاَسْمِعْ وَاَنْظُرْنَا لَكَانَ حَیْرًا لَّهْمُ وَاَقْوَمُ ۚ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۱۱

توجہ لکڑالایعین: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعتا کہتے ہیں نہ بائیں پھیر کر اور دین میں طعن کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

توجہ دیکھنا عرفان: یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور ”راسا“ کہتے ہیں زبانیں مرد و زکا اور دین میں طعنہ کے لئے، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی تو وہ بہت تھوڑے یقین رکھتے ہیں۔

﴿وَمِنَ الْيَہُودِ عَصَاؤُا یُہُودِیوں میں کچھ وہ ہیں۔﴾ اچھا آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے یہودیوں کی خصلت و عادت نہایت ہی بری اور قبیح ہے، ان میں کئی بری عادتیں ہیں: پہلی یہ کہ توریت شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جو بیان فرمایا ہے، یہودی ان کلمات کو بدل دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جب تاجدار مہینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کچھ حکم فرماتے ہیں تو یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں کہ ہم نے قبول نہیں کیا۔ تیسری بات یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کئی طرح سے منافقت کرتے ہیں جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے جملے بولتے ہیں جن کے دو معنی بنتے ہوں، ایک اچھے اور دوسرے برے۔ اور ان یہودیوں کا طریقہ یہ ہے کہ ظاہر تو اچھے معنی کا تاثر دیتے ہیں لیکن دل میں وہی غیبت معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ ”نہ سنایا جائے“ کے ظاہری معنی یہ نکلا کہ کوئی ناگوار بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منافقت میں نہ ہو۔ اور اسی کی دوسری مثال ”وَاعِنَا“ کا کلمہ ہے جس کا ظاہری معنی ”ہماری رعایت فرمائیے“ ہے اور یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شانِ مبارک کے لائق نہ ہو حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرمادیا گیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہودی اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ ہم تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو آپ اس کو جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندر کی خباثت کو یہاں ظاہر فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر طعن کرنا اور حقیقت دین اسلام پر طعن کرنا ہے اور یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہلِ ادب کا طریقہ اختیار کرتے اور انہی کی طرح کہتے کہ ”یلا رسول اللہ اہم نے سنا اور دل و جان سے تسلیم کیا، حضور ہماری بات سنئے اور ہم پر نظر فرمائیں“ تو یہ ان کیلئے دنیا و آخرت ہر اعتبار سے بہتر ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہوگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ائْتُوا بِآيَاتِنَا مِثْلَ مَا مَعَكُمْ وَمِن قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعْنَا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿۲۵﴾

تفسیر کنزالایمان: اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مومنوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہندہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے۔

تفسیر کنزالعرفان: اے کتاب والو! جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ، اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے بننے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر رہی رہتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ﴾: اے کتاب والو! یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہل کتاب! ہم نے قرآن اتارا ہے جو تمہارے پاس موجود کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا ہے اس پر ایمان لے آؤ کہ نہ ایمان نہ ہو کہ ہم تمہارے چہرے سے آنکھ، ناک، کان، اور دماغ وغیرہ مٹا کر تمہاری شکلیں بگاڑ دیں اور تمہارے چہرے کو آگ سے بھی ایک ایسی کھال کی طرح کر دیں جیسے سر کا پچھلا حصہ ہوتا ہے کہ اس میں نہ آنکھیں رہیں، نہ ناک، نہ دماغ وغیرہ اور یا ان یہودیوں پر بھی ہم ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہندہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر لعنت کی گئی تھی۔ لعنت تو یہودیوں پر ایسی پڑی کہ دنیا انہیں ملعون کہتی ہے۔ اس آیت کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض اسے آخرت کے اعتبار سے قرار دیتے ہیں نیز بعض کہتے ہیں کہ لعنت ہو چکی ہے اور وعید واقع ہو گئی ہے اور بعض کہتے ہیں ابھی انتظار ہے۔ بعض کا قول ہے کہ چہرے بگاڑنے کی یہ وعید اس صورت میں تھی جبکہ یہودیوں میں سے کوئی ایمان نہ لاتا اور چہرہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے شرط نکالیں پائی گئی اور وعید اٹھ گئی۔



گناہگار اور کبیرہ گناہوں میں مشغول ہو اور بے توبہ بھی مر جائے تب بھی اُس کے لئے جہنم میں ہمیشہ کا داخل نہیں ہوگا بلکہ اُس کی مغفرت اللہ عز و جل کی مشیت (یعنی اس کے چاہنے) پر ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرماوے اور چاہے تو اُس بندے کو اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرماوے۔ اس آیت میں یہودیوں کو ایمان لانے کی ترغیب ہے۔

### مغفرت کی امید گناہ کرنا بہت خطرناک ہے

یہ یاد رہے کہ کفر کے علاوہ قیامت کے دن ہر گناہ کے بخشے جانے کا امکان ضرور ہے مگر اس امکان کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ بعض صورتوں میں گناہ کو ہلکا سمجھنے کی صورت میں خود کفر ہو جائے گا۔ کتنا کریم ہے وہ خدا عز و جل جو لاکھوں گناہ کرنے والے بندے کو معافی کی امید دلارہا ہے اور کتنا گھٹیا ہے وہ بندہ جو ایسے کریم کے کرم و رحمت پر دل و جان سے قربان ہو کر اس کی بندگی میں لگنے کی بجائے اس کی نافرمانیوں پر کمر بستہ ہے۔

### حضرت وحشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قبول اسلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وحشی جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا وہ سلطان دو جہاں خلیفہ خلیفہ و سلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے امان دیجئے تاکہ میں آپ خلیفہ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم سے خدا کا کلام سنوں کہ اس میں میری مغفرت اور نجات ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھے یہ پسند تھا کہ میری نظر تم پر اس طرح پڑتی کہ تو امان طلب نہ کر رہا ہو تاہم اب تو نے امان مانگی ہے تو میں تمہیں امان دیتا ہوں تاکہ تو خدا عز و جل کا کلام سن سکے، اس پر آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

ترجمہ: کفار الصفا: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ (الفرقان: ۱۸)

وحشی نے کہا: میں شرک میں مبتلا رہا ہوں اور میں نے ناحق خون بھی کیا ہے اور زنا کا بھی مرتکب ہوا ہوں کیا ان گناہوں کے ہوتے حق تعالیٰ مجھے بخش دے گا؟ اس پر سرکار رسالت خلیفہ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی کلام نہ فرمایا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

توبہ کنڈا اعرافان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔

(الغرفہ: ۷۰)

وحشی نے کہا: اس آیت میں شرط کی گئی ہے کہ گناہوں سے مغفرت اسے حاصل ہوگی جو توبہ کر لے اور نیک عمل کرے، جبکہ میں نیک عمل نہ کر سکا تو میرا کیا ہوگا؟ تب یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ  
توبہ کنڈا اعرافان: وَلَئِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَا آسَافَ بْنَ هِشَامٍ وَأَبَا سَهْلٍ خَيْرًا مِنْكَ وَلَئِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَا آسَافَ بْنَ هِشَامٍ وَأَبَا سَهْلٍ خَيْرًا مِنْكَ وَلَئِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَا آسَافَ بْنَ هِشَامٍ وَأَبَا سَهْلٍ خَيْرًا مِنْكَ

اب وحشی نے کہا: اس آیت میں مغفرت مشیت الہی کے ساتھ وابستہ ہے، ممکن ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ساتھ حق تعالیٰ کی مشیت مغفرت وابستہ نہ ہو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ لِيُحْيِيَنَّ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْدِرُوا مِنْهُمْ شَيْئًا اللَّهُ لَا يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ  
توبہ کنڈا اعرافان: قُلْ لِيُحْيِيَنَّ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ثُمَّ يَكْفُرْهُمْ هُدًى فَتَوَلَّيْتُمْ إِلَهُكُمْ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ لَا يُغْفِرْ لَكُمْ ذَلِكَ اللَّهُ يَكْفُرُ لِمَنْ يَشَاءُ

(الزمر: ۵۳) اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

یہ آیت سن کر وحشی نے کہا: اب میں کوئی قید اور شرط نہیں دیکھتا اور اس وقت مسلمان ہو گیا۔

(ملہاج النبوة، قسم سوم، باب ہفتم: ذکر سال ہفتم وفتح مکہ، ۳۰/۲)

مدارج کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ عرض معروض نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نہ ہوئی بلکہ دوسرے ذریعے سے ہوئی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ رَبُّهُمْ فَلْيُرُوا رَبَّهُمْ إِنَّهُمْ مُبْتَلَوْنَ وَلَئِنْ تَوَلَّوْا يَكْفُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ فَأُولَٰئِكَ لَمُخَذَّبُونَ  
يُظَلُّونَ قَتِيلًا ۝

توبہ کنڈا اعرافان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستمرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستمرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ورنہ خدائے مہربان کے ڈورے برابر۔

توبہ کنڈا اعرافان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزہ

بنادیتا ہے۔ اور ان پر مجبور کے اندر کی حملی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْتِيْكَ مِنْ اَنْفُسِكَ﴾: جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے آپ کو اللہ عز و جل کا بیٹا اور اس کا بپا یا رہتا تھے اور کہتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں داخل ہوگا اور یوں اپنی تعریف آپ کرتے تھے اور وہ بھی جھوٹی۔

### خود پسندی کی مذمت

اس آیت کریمہ میں خود پسندی کی مذمت کا بیان ہے۔ خود پسندی یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دیئی یا دنیاوی کوئی نعت عطا کی ہو وہ یہ غمور کرے کہ اس نعت کا ملنا میری ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے اور اس پر ناز کرنے لگے۔

(کیمیائی سعادت، رکن سوج: مہلکات، اصل نہج، حقیقت عجب و ادلال، ۷۲/۲)

خود پسندی ایک مذموم عالمی مرض ہے اور فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت اس میں جکھا نظر آتی ہے۔ اپنے علم و عمل پر ناز کرنا، کثرت عبادت پر اترانا، عزت و منصب اور دولت پر نازاں ہونا، فنی مہارت پر کسی کی انگشت ثنائی برداشت نہ کر سکتا، کسی اور کو خاطر میں ہی نہ لانا بہت عام ہے۔ ایسے حضرات کو چاہئے کہ ان روایات کا بخور مطالعہ کریں:

(۱)۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع ہوا اور عمل برباد ہو گیا۔“ (کنز العمال، کتاب الاحلاق، قسم الاکوال، المصباح، ۶/۲، الجزء الثالث، الحديث: ۷۶۷۴)

(۲)۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ عالمی و قار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تین چیزیں ہذاکت میں ڈالنے والی ہیں: (۱) لالچ جس کی اطاعت کی جائے (۲) خواہش جس کی پیروی کی جائے

(۳) بندے کا اپنے عمل کو پسند کرنا یعنی خود پسندی۔“ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۲۱۲/۴، الحديث: ۵۷۸۴)

(۳)۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے سراقہ! کیا میں تجھیں سختی اور جہنمی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ عرض کیا: ہاں، رسول اللہ! ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا: ”پر سختی کرنے والا، اتر آکر چلنے والا، مٹی بڑائی جانے والا جہنمی ہے جبکہ کمزور اور مغلوب لوگ سختی ہیں۔“ (معجم الكبير، علی بن رواحہ سے سراقہ بن مالک، ۱۲۹/۷، الحديث: ۶۸۸۹)

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَ كُفِيَ بِهِ اِثْمًا مُّبِينًا ۝

توجہ! کتنا لالچ! دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔



توبہ لکن العرفان: دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾: دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں۔ ﴿ جو لوگ اپنے آپ کو بے گناہ اور مقبول بارگاہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو کہ یہ کیسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اَوْثَرُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ  
وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَؤُلَاءِ اَهْلٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۱۰  
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَئِنْ تَجَدَّلْتُمْ فِيْهِ لَتَكُوْنُوْا فِيْهِ

توبہ لکن الاعمال: کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

توبہ لکن العرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ اودرت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اَوْثَرُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ﴾: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔ ﴿ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھ مزید ستر یہودی مشرکین کے کہ پاس پہنچے اور انہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ قریش بولے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ تم بھی کتابی ہو اور ان سے قرعہ تڑ ہو۔ اگر ہم نے ان سے جنگ کی اور تم ان سے مل گئے تو ہم کیا کریں گے؟ اگر ہمیں اطمینان دلاتا ہو تو ہمارے بتوں کو کبھہ کروان، ان بانیوں نے سجدہ کر لیا۔ ایسویان نے کہا کہ جہاں ہم ٹھیک راستہ پر ہیں یا نہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ تم ٹھیک راہ پر

ہو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (مفسر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۱/۴، ۱۰۱/۵، عازل، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۱/۶، ۱۰۱/۷، مفسر صغیر)

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے حضورؐ کا جدا اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں مشرکین کے بتوں تک کو پوجا۔

### طاغوت کا معنی

اس آیت میں ”طاغوت“ کا لفظ آیا ہے۔ یہ ”علفی“ سے بنا ہے جس کا معنی ہے ”سرکش“۔ جو رب عز و جل سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے وہ طاغوت ہے خواہ شیطان ہو یا انسان۔ قرآن کریم نے سردارانِ فکروں کو بھی طاغوت کہا ہے۔ چونکہ طاغوت کے لفظ میں سرکش کا مادہ موجود ہے اس لئے مقررین بارگاہِ الہی کیلئے یہ لفظ ہرگز استعمال نہیں ہو سکتا بلکہ جو ان کیلئے یہ لفظ استعمال کرے وہ خود ”طاغوت“ ہے۔

### أَمَرَلَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا أَلِيُّوْهُمْ النَّاسُ نَقِيْرًا ﴿٥٦﴾

توجہ کنزالایمان: کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے ایسا ہو تو لوگوں کو بتل بھرندیں۔

نوجہ کنزالایمان: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ ایسا ہو تو یہ لوگوں کو بتل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

﴿أَمَرَلَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ﴾: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ یہودی کہتے تھے کہ ہم ملک اور نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اجازت کریں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو جھٹا دیا کہ ان کا ملک میں کیسے حصہ ہے یعنی کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ان کا سلطنت میں کچھ حصہ ہوتا تو ان کا بخل اس درجہ کا ہے کہ یہ لوگوں کو بتل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

### أَمْ يَحْضُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٧﴾

توجہ کنزالایمان: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو

کتاب اور رحمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

توبۃ کا ذکر اعرافان: بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے پس بیشک ہم نے امرا ایم کی اولاد کو کتاب اور رحمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی۔

﴿وَأَمَّا يَهُودُ بْنُ نَافَثٍ﴾ بلکہ یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔ لے اس آیت میں یہودیوں کے اصل مرض کو بیان فرمایا کہ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو نبوت عطا فرمائی اور ان کے ساتھ ان کے غلاموں کو جو حضرت، غلبہ عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان سے حسد کرتے ہیں حالانکہ یہودیوں کا یہ فعل ہر اس جہالت و حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام و السلام کی اولاد پر فضل فرمایا تھا کسی کو کتاب عطا فرمائی، کسی کو نبوت اور کسی کو حکومت اور کسی کو کلمہ کئی چیزیں جیسے حضرت یوسف، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام و السلام کو نواز تو پھر اگر اللہ عز و جل اپنے حبیب و امام الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کرم سے کتاب اور نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو اسے یہودیوں اہم سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو؟

فِيهِمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّاعُهُ ۖ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿۵۵﴾

توبۃ کا ذکر اعرافان: تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیر اور دوزخ کا فی ہر کوئی آگ۔

توبۃ کا ذکر اعرافان: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور کسی نے اس سے منہ پھیر اور عذاب کے لئے جہنم کافی ہے۔

﴿فِيهِمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ﴾ پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا۔ لے رب کریم عز و جل کا فضل جاری دوسری رہا، اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر رسالت کا تاج سجایا، کتاب عطا فرمائی اور انہیں عزت و غلبہ سے نوازا۔ پھر کسی کو تو ایمان لانے کی توفیق مل گئی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ والے ایمان لے آئے اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف وغیرہ۔ تو جو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لایا اس کیلئے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَلِمًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ  
بَدَلَتْهُمْ جُلُودًا غَيْرَ هَٰلِكَ وَتَوَدُّوا الْعَذَابَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا مغرب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی  
کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا مغرب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔  
جب کبھی ان کی کھالیں خوب مل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ  
لیں۔ بیشک اللہ بڑا درست ہے حکمت والا ہے۔

﴿كَلِمًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ﴾: جب کبھی ان کی کھالیں خوب مل جائیں گی۔ یہاں کافروں کے سخت عذاب کا تذکرہ  
ہے اور جہنم کے عذاب کی شدت کا بیان ہے کہ جہنم میں ایسا نہیں ہوگا کہ عذاب کی وجہ سے جل کر آدمی چھوٹ جائے بلکہ  
عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرما تا رہے گا تا کہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔  
یہ ایسے ہی ہوگا جیسے دنیا میں کسی کی کھال جل جائے تو کچھ عرصے بعد صحیح ہو جاتی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا آزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا  
خَالِدُونَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے مغرب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے

نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں ستھری بیاباں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

توبہ ۱۸: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کے عنقریب ہم انہیں ان باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (۱۸) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیاباں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور ایمان والے۔ ﴿کافروں کے عذاب اور جہنم کے ذکر کے بعد ایمان والوں پر کرم نوازیوں اور جنتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ قرآن پاک کا ایک انداز ہے کہ کافروں کے افعال و عذاب کے ذکر کے ساتھ اہل ایمان کے اعمال و جزا کا ذکر مونا ہوتا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں باغوں میں داخل کیا جائے گا جہاں انہیں پاکیزہ بیویاں ملیں گے اور وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ رب کریم عَزَّوَجَلَّ کے نور کی چمکی کی روشنی ہوگی اور درخت ہوں گے اور ایسی رحمت ہوگی کہ اس کی راحت و سائش انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۵۹﴾

توبہ ۱۸: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کے عنقریب ہم انہیں ان باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (۱۸) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیاباں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

توبہ ۱۸: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کے عنقریب ہم انہیں ان باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (۱۸) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیاباں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ﴾ اور اللہ تمہیں حکم دیتا ہے۔ ﴿یہاں آیت میں دو حکم بیان کئے گئے۔ پہلا حکم یہ کہ امتیں ان کے

حوالے کرو جن کی ہیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

### اسلامی تعلیمات کے شاہکار

یہ دونوں حکم اسلامی تعلیمات کے شاہکار ہیں اور امن و امان کے قیام اور حقوق کی اوائجی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کی کچھ تفصیل یوں ہے۔

(۱)۔ امانت کی ادا نگلی امانت کی ادا نگلی میں غیادی چیز تو مایا معاملات میں حقدار کو اس کا حق دیدتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں امانت کی ادا نگلی میں داخل ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو مسلمان کو اس کا حاکم بنا پھر اس نے ان پر کسی ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا جس کے بارے میں یہ خود جانتا ہے کہ اس سے بھتر اور اس سے زیادہ کتاب و سنت کا عالم مسلمانوں میں موجود ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔“

(معجم الكبير، عمرو بن دينار عن ابن عباس، ٩٤/١١، الحديث: ١١٢١٦)

(2)..... انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا: نظامِ عدل و عدالت کی روح ہی یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔ فرشتے جن میں سے انسان کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ علماء نے فرمایا کہ حاکم کو چاہئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے۔ (1) اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے، دوسرے کو بھی دے۔ (2) نشست دونوں کو ایک جیسی دے۔ (3) دونوں کی طرف برابر ٹھوکر دے۔ (4) کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔ (5) فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ انصاف کرنے والوں کو قربِ الہی میں فورے منبرِ مصطفیٰ رکھے گئے۔

(مسلم، كتاب الامارة باب فضيلة الامام العادل... الخ، ص ١٥٠، الحديث: ١٨ (١٨٢٧))

قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا عادلانہ فیصلہ

مسلمان قاضیوں نے اسلام کے عادلانہ نظام اور برحق فیصلوں کی ایسی عظیم الشان مثالیں قائم کی ہیں کہ دنیا ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتی، اس موقع پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے: جبکہ صفین کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ عظیمہ اللہ تعالیٰ وغفہ النگوہ کی ایک زبردست ہونگی، بعد میں جب آپ عظیمہ اللہ تعالیٰ وغفہ النگوہ کو قہر شریف لائے تو وہ زبردست ایک یہودی کے

پاس پائی، اسے فرمایا: یہ زورہ میری ہے، میں نے تمہیں بتی ہے نہ تجھے میں دی ہے۔ یہودی نے کہا: یہ زورہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ فرمایا: ہم قاضی صاحب سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ یہ قاضی شرع و حنیٰ اللہ تعالیٰ غنہ کی عدالت میں پہنچے، حضرت علی المرتضیٰ عزم اللہ تعالیٰ و زینۃ الکونین ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قاضی شرع و حنیٰ اللہ تعالیٰ غنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: اس یہودی کے قبضے میں جو زورہ ہے وہ میری ہے، میں نے اسے نہ بتی ہے نہ تجھے میں دی ہے۔ قاضی شرع و حنیٰ اللہ تعالیٰ غنہ نے یہودی سے فرمایا: اے یہودی! تم کیا کہتے ہو؟ یہودی بولا: یہ زورہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ قاضی صاحب و حنیٰ اللہ تعالیٰ غنہ نے حضرت علی المرتضیٰ عزم اللہ تعالیٰ و زینۃ الکونین سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: ہاں، قبر اور حسن و دلوں اس بات کے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب و حنیٰ اللہ تعالیٰ غنہ نے کہا: (کہ حسن آپ کے بیٹے ہیں اور شرعی اصول یہ ہے کہ) بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ جب اس یہودی نے قاضی صاحب کا عادلانہ فیصلہ سنا تو حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے قاضی صاحب کے پاس لے کر آئے اور قاضی صاحب نے آپ ہی کے خلاف فیصلہ کر دیا! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی مذہب حق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عز و جل کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ زورہ آپ ہی کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ عزم اللہ تعالیٰ و زینۃ الکونین اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے، وہ زورہ اور ایک گھوڑا اُسے تجھے میں دے دیا۔ (تاریخ الخلفاء، ابو المصطفیٰ: علی بن ابی طالب، فصل فی نبلہ من اصحاب علی...، ج ۱، ص ۱۸۴-۱۸۵، الکامل فی التاریخ، ص ۱۸۵) ذکر بعض سیرتہ ۲۶۵/۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ٦٤

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کا اور حکم مالو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں

کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کروا کر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہوئے بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

تبیخۃ کذا یعرفون: اسے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اور رسول کی اطاعت کرو۔ یہاں آیت میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ عزوجل ہی کی اطاعت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیرہ باب یقاتل من وراء الامام وبقی ۴، ۲۹۷/۲، الحدیث: ۲۹۵۷)

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی سادہ حدیث میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیرہ باب یقاتل من وراء الامام وبقی ۴، ۲۹۷/۲، الحدیث: ۲۹۵۷)

### نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے قرآن پاک کی مستفاد آیات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا بلکہ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر عذاب عظیم کا وعدہ فرمایا اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی پر عذاب جہنم کا مژ و سنا یا باندھا جس کا کام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اسے کرنا اور جس سے منع فرمایا اس سے رک جانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:



وَمَا إِلَهُكُمْ إِلَّا السُّوْلُ وَقَدْ وَكَّهٖ وَمَا لَهُمْ  
عَنْهُ قَائِلُونَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ  
شَدِيذُ الْعِقَابِ ① (سورہ حشر: ۷)

توحید کا لفظ اللہ تعالیٰ اور جو کچھ ہمیں رسول عطا فرمائیں وہ لو  
اور جس سے منع فرمائیں، اُس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو جب تک  
اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور اس چیز کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے میری قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے، میں واضح طور پر تمہیں اُس سے ڈرا رہا ہوں، اپنی نجات کی راہ تلاش کر لو۔ اب ایک گروہ اس کی بات مان کر مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راتوں رات وہاں سے چلا گیا وہ تو نجات پا گیا اور ایک گروہ نے اس کی بات نہ مانی اور وہ ہیں رکا رہا تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔ تو جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا اس پر عمل پیرا ہوا وہ اس گروہ جیسا ہے جو نجات پا گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لایا اسے جھٹلایا تو وہ اس گروہ کی طرح ہے جو نہ مان کر ہلاکت میں پڑا۔

(مسلم، کتاب القسائل، باب شفعۃ صلی اللہ علیہ وسلم علی لستہ... الخ، ص ۱۲۵۳، الحدیث: ۱۶ (۲۲۸۳))

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان لشکر ان کی اطاعت کا بھی حکم ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تعین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ دوسرے وہ جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں اور تیسرے وہ جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔ آیت میں ”أُولَی الْأَمْرِ“ کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علماء سب داخل ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا  
أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقْدًا  
أُمْرًا ۚ أَنْ يَتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ①

توحید کا لفظ الہامی: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا شیخ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصل مذہب میں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور رہا کر دے۔

توحید کا ذوالعقلی: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکا دے۔

﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ أَكْثَرَ مِنْ إِلَهِمْ﴾: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں ﴿شَاطِرٌ ذُو لُبٍّ﴾: بھڑائی کا ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا چلو مجھ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کر دیا جائے۔ منافق نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو کسی کی رعایت نہیں کریں گے اور اس سے میرا مطلب حاصل نہ ہوگا، اس لئے اس نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو شیخ بناؤ (یہاں آیت میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے، اس لئے اس نے یہودی ہونے کے باوجود اس کو شیخ تسلیم نہ کیا، ناچار منافق کو فیصلہ کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آنا پڑا۔ رسول صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے خلاف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق اس یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آیا، یہودی نے آپ وحنی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے طے فرما چکے لیکن یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ابھی آ کر اس کا فیصلہ کرتا ہوں، یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور کھوار لا کر اس کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ تعالیٰ غفلت اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ اس منافق کے درجہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے لیکن ان آیات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید نازل ہو گئی تھی لہذا درجہ کے مطابق کوسٹر دکرو دیا گیا۔

(حازن، الصباہ تحت الآية: ۶۰، ۳۹/۱)

وَإِذْ أَقْبَلُ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ  
 الْمُنَافِقِينَ يُصَدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۖ فَكَيْفَ إِذَا آصَابَتْهُمْ  
 مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ  
 أَرَدْنَا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوَفِّيْنَا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي  
 قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝۱۷

ترجمہ کلہو الامین: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق  
 تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی افتاد پڑے بدلہ ملے گا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے  
 محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں، اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصد تو بھلائی اور میل ہی تھا ان کے دلوں کی بات اللہ جانتا  
 ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملہ میں ان سے رسالت کہو۔

ترجمہ کلہو العفوان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ  
 منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ تو کیسی (حالت) ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت  
 آپڑے پھر اے حبیب! تمہیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا  
 تھا۔ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے رہو اور ان کے بارے میں  
 ان سے ہدایت کا کام کرتے رہو۔

فَکَيْفَ إِذَا آصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ: تو کیسی ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی  
 مصیبت آپڑے کہ یہاں منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ ویسے تو اے حبیب! منشی اللہ تعالیٰ علی ذلک وظنمہ، آپ سے  
 منہ پھیرتے ہیں لیکن جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے جیسے حشر منافق پر آپڑی تو کیا پھر بھی

یہ آپ سے اعراض کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وقت اپنی کوتاہیوں کی تادیبیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور وفریقوں میں اتفاق کرنا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس ٹھیلے کیلئے جانے لگا تھا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿٣٧﴾

توجہ! کذا لایحیائی اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

توجہ! کذا لایعوان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (میں) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ﴾ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ غزوہ غل کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موصوم بنا تا ہے کیونکہ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود گناہوں کے شریک ہوں گے تو دوسرے ان کی اطاعت و اتباع کیا کریں گے۔ رسول کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ غزوہ غل کی اطاعت کا طریقہ ہی رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ اس سے بہت کہ اطاعت الہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں لہذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔ ﴿آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام فرمایا گیا۔ البتہ اس میں موجود حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سرورِ دو جہاں علی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو اسے حبیبِ اصلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم آپ کی بارگاہ میں آجائیں کہ یہ بارگاہ، ربِ کریم غزو خلی کی بارگاہ ہے، یہاں کی رضا و ادب غزو خلی کی رضا ہے اور یہاں کی حاضری درج کریم غزو خلی کی بارگاہ کی حاضری ہے، یہاں آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ حبیبِ ربِّ العلین علی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی شفاعت کیلئے عرض کریں اور نبی مکرّم علی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ان کیلئے سفارش فرمادیں تو ان لوگوں پر اللہ غزو خلی کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنی شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان دُخندۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”ہندوں کو حکم ہے کہ ان (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم، اس کا سمیع (یعنی سنا)، اس کا فہم (یعنی دیکھنا) سب جگہ ایک سا ہے، مگر حکم بھی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ وَرَءَايَاهُمْ﴾

اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی معفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا ہر مان پائیں۔

حضور کے عالمِ حیات ظاہری میں حضور (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا) ظاہر تھا، اب حضورِ مزارعہ الوار ہے اور جہاں یہ بھی ٹھیکر نہ ہو تو دل سے حضورِ نہ تو کی طرف توجہ، حضور سے توسّل، فریاد، استیجا، طلبِ شفاعت (کی جائے) کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں ”ذُوخ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم حَاضِرٌ فَعِنِّي مَبْنُوتٌ أَهْلِي الْأَوْسَلَامُ“ ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ (نہادی رضویہ، ۲۵۳۸)

یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اور وصالِ ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے حزار پرانوار پر حاضری دے کر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے، اپنی مغفرت و نجات کی انتجاہ کرنے اور اپنی مشکلات کی دوری چاہنے کا سلسلہ صحابہؓ

کرامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں

### بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے واقعات

(۱)..... حضرت ابولہب بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوہ بدر کے موقع پر ایک خطا سرزد ہو گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر مام ہوئے کہ خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا: جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک میں کچھ کھائے گا نہ پیوں گا، نہ کوئی چیز پکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو ارشاد فرمایا: اگر یہ میرے پاس آ جاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا لیکن اب اس نے خود کو باندھ لیا ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھوں گا۔ سات دن تک حضرت ابولہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کوئی چیز کھائی، نہ پی، نہ کبھی جلی کر ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، جب انہیں توبہ کی قبولیت کے بارے میں بتایا گیا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں اس وقت تک خود کو نہیں کھوں گا جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر اپنے وسیع اقدس سے مجھے نہیں کھولتے۔ چنانچہ تادم اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اپنے پیارے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بندشوں سے آزاد فرما دیا (دلائل النبوة للبیہقی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومجرده الی بنی قریظہ... الخ ۴/۱۲۳-۱۲۴، عازن، الاقبال، تحت الآية: ۲۷، ۲/۱۹۰)

(۲)..... بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں توبہ و رجوع کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ایک ایسا ستر خریداجس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے، میں نے آپ کے روئے انور پر پائیندگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئی: یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجھ سے جو نہ فرمائی ہوئی میں اس سے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: یہ گناہ یہاں کیوں ہے؟ عرض کی: میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خرید رکھا تھا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوں اور اس سے ٹیک لگاؤں۔ سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں (کوٹنے) والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا انہیں زندہ کرو۔ اور ارشاد فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب الثمار فیماء یکرہ لہ للرجال والنساء، ۲/۲۱۰، الحدیث: ۲۱۰۵)

(3)..... حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے جمع ہو کر غمرہ وفد میں بحث کرنے لگے تو وُحّ الافمین حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! اُصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ غصہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ انار کا دانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک پر چھڑا گیا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے باز وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے ہاتھ اور بازو کا پیرے تھے اور عرض کی ”کُنَّا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں توبہ پیش کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قریب تھا کہ تم اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیتے، میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر امت کے پاس تشریف لے جائیں، انہوں نے نیا کام شروع کر دیا ہے۔“

(معجم الکبیر، ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۵۹/۲، الحدیث: ۱۴۲۳)

### حزارہا نواریں حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ماضی کا یہ طریقہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سالِ مبارک کے بعد بھی یہ عرض و معروض باقی رہی اور آج تک ساری امت میں گنتی آ رہی ہے۔ چنانچہ

(1)..... امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مَکُھُ پڑ گیا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث الحمزی رضی اللہ عنہ نے غصے سے سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! اُصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اس سے ارشاد فرمایا: تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دے دو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ غمی اختیار کریں۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خلافت میں

حاضر ہوئے اور خبر دے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رونے لگے، پھر فرمایا: یا رب العز و العزلیٰ میں کوئی ایسی چیز نہیں کرتا مگر ایسی چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۱۸۲/۷، الحدیث: ۳۵، وفاء الوفاہ، باب الثامن فی ذلک فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۱۳۷/۲، الجزء الرابع)

(2)..... ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں شدید قحط پڑا، اہل مدینہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انورہ کی دعا اور وصیت میں ایک روحمدان بناؤ گئی کہ روضہ منور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے، اہل مدینہ نے جیسے ہی روحمدان بنایا تو اتنی کثیر بارش ہوئی کہ بزرگ اس آگ آئی اور اونٹ مرنے ہو گئے یہاں تک کہ گوشت سے بھر گئے۔

(مسند دارمی، باب ما احکم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موئکہ ۵۵۶/۱، الحدیث: ۹۲)

(3)..... پادشاہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام مالک ذی عنینہ رحمہ اللہ سے مسجد نبوی شریف میں مناظرہ کیا، دوران مناظرہ ابوجعفر کی آواز کچھ بلند ہوئی تو امام مالک ذی عنینہ رحمہ اللہ نے اسے (ڈانچے ہوئے) کہا: اے امیر المؤمنین اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا کہ ”تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو۔“ اور دوسری جماعت کی تعریف فرمائی کہ ”بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بے شک کرتے ہیں۔“ اور ایک قوم کی مذمت بیان کی کہ ”بے شک وہ جو جنہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔“ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت اب بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر ابوجعفر خاموش ہو گیا، پھر دریافت کیا: اے ابو عبد اللہ! میں قبل کی طرف منکر کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر؟ فرمایا: تم کیوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منہ پھرتے ہو حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کے بروز قیامت اللہ عز و جل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف متوجہ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت مانگو پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (شعاع شریف، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل واعلم ان حرمة النبی... الخ، ص ۴۱، الجزء الثانی)

(4)..... مروان نے اپنے زمانہ تفسیل میں ایک صاحب کو دیکھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر اپنا مندر رکھے ہوئے ہیں، مروان نے (ان کی گروں مبارک پکڑ کر) کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب



نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں، میں کسی ایسے پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں،۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دین پر شد و رو جب اس کا اٹل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر رو کہ جبکہ تا اٹل والی ہو۔ یہ صحابی رسول حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(مسند امام احمد - حدیث ابی یوب الانصاری، ۱/۸۸۹، الحدیث: ۲۳۶۴۶)

(5)۔۔۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ انور کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جو آپ نے فرمایا، ہم نے سنا اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، اس میں یہ آیت بھی ہے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا“ میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اللعز و زجل سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب عز و زجل سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر تہر شریف سے عذائی کی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

(معارف النساء، نعت الایہ: ۶۴، ص ۲۳۶)

الغرض یہ آیت مبارکہ مرد و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم مدح و ثناء پر مشتمل ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت ذہن اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سے اشعار فرمائے ہیں۔ چنانچہ ”عدائق بخشش“ میں فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جٹا غوک ہے گواہ  
پھر رو ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور فرمایا:

بخدا خدا کا بھی ہے در نہیں اور کوئی مغر مغر  
جو وہاں سے ہو نہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور فرمایا:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بتایا  
ہمیں بیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا

آیت ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا“ سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنے کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے۔

(2)۔۔۔ قمر انور پر حاجت کے لئے حاضر ہونا بھی ”جٹا غوک“ میں داخل اور غیر اثر و ن کاممool ہے۔

(3)۔۔۔ بعد وفات مقبولان جن کو ”یا“ کے ساتھ بد اکرا تا جائز ہے۔

(4).....قبولان بارگاہ الہی مد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿١٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مدینہ پہاڑ سے آنے والے پانی سے باغوں میں آبیاشی کرتے تھے۔ وہاں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے کھیت کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ حبیبہ کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پردی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے پانی کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، اس کے باوجود سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصاری کے ساتھ بھی احسان کرنے کا فرمایا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزار اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجود اس کے کہ فیصلہ میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو میرا ب کر کے پانی روک لو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح، ... الخ، ۲/۲۱۵، الحدیث ۸۰۸، ۲۷۰)

اور بتایا گیا کہ حبیبہ خدا و محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو تسلیم کرنا فرض قطعی ہے۔ جو شخص ناجائز

رسالت خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے، ایمان کا مدار ہی اللہ کے رسول خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو تسلیم کرنے پر ہے۔

### آیت ”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت مبارکہ سے 7 مسائل معلوم ہوئے۔

(1)۔۔۔ اللہ عز و جل نے اپنے رب ہونے کی نسبت اپنے صیب خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمائی اور فرمایا اے صیب! تیرے رب کی قسم۔ یہ نبی کریم خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بیچان اپنے صیب خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے کروا رہا ہے۔

(2)۔۔۔ حضور پر نور خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننا فرض قرار دیا اور اس بات کو اپنے رب ہونے کی قسم کے ساتھ پختہ کیا۔

(3)۔۔۔ حضور اکرم خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننے سے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا۔

(4)۔۔۔ تا جہاں وہینہ خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاکم ہیں۔

(5)۔۔۔ اللہ عز و جل بھی حاکم ہے اور حضور خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی البتہ دونوں میں لامتناہی فرق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی صفات جو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوتی ہیں اگر وہ حضور خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال کی جائیں تو شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ شرک کی حقیقت نہ پائی جائے۔

(6)۔۔۔ رسول کریم خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دل و جان سے ماننا ضروری ہے اور اس کے بارے میں دل میں بھی

کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لئے آیت لے کر حکم فرمایا کہ پھر اپنے دلوں میں آپ خلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے متعلق کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

(7)۔۔۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی احکام کا ماننا فرض ہے اور ان کو نہ ماننا کفر ہے نیز ان پر اعتراض کرنا، ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو کافروں کے قوانین کو اسلامی قوانین پر فوقیت دیتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ احْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا

لَهُمْ وَأَشَدَّ تَشْيِيتًا ۖ وَإِذَا لَاتَتْهُم مِّنْ لَّدُنَّا آجُرًا عَظِيمًا ۚ  
وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گمراہ چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جتنا۔ اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گمراہ چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ ہر وہ کام کر لیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا۔ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے۔ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ كَانُوا يَسْمَعُونَ﴾ اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے۔ ﴿یہاں قصص و مناقب سب کے اعتبار سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گمراہوں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے جیسا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے اور توبہ کے لئے اپنے آپ کو قتل کا حکم دیا تھا۔ اس آیت کا شان نزول یہ کہ اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک یہودی نے کہا کہ اللہ عز و جل نے ہم پر خود کو قتل کرنا اور گمراہ چھوڑنا فرض کیا تھا، ہم اس کو بجالائے تھے۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ عز و جل ہم پر فرض کرنا تو ہم بھی ضرور بجالاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری، النصاب تحت الآیۃ ۱۰۶۶/۱۶۳)

کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن اگر واقعی ایسا حکم دیدیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی۔ اس میں بطور خاص منافقین یا نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہوں گے جیسے منافقین اکثر جہاد سے فرار کی راہ ہی اختیار کرتے تھے اور نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کئی جنگوں میں ثابت قدم نہ ہو سکے۔ جہاں تک مخلصین یعنی طہارۃ القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے ہیں جنہوں نے مختلف جنگوں میں خود کو سرکارِ دو عالم صلی

اللہ تعالیٰ غنیو ذیہ و زلّٰم کے گھر کھڑا کرو یا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں خود کو قتل کرنے یا اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دیا جائے تو تم میں سے تھوڑے لوگ ہی کرتے لیکن اگر وہ ہر اس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے مار دینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا بہر صورت یہ ان کیلئے بہتر ہوتا اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر و ثواب عطا فرماتے اور انہیں سراسر ملکہ مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۖ

توجہ دیکھنا! اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔

توجہ دیکھنا! اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ سکتے اچھے ساتھی ہیں۔

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے۔ ﴿أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ انہیں جہاں تو جان و زمین اللہ تعالیٰ عطا تا جہاں وہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال درجے کی امت رکھتے تھے اور انہیں جہاں کی تاب نہ آتی۔ ایک روز اس قدر ممکن اور رغبت و حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد و دوا ہے اس کے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سامنے نہیں ہوتے تو انتظار و چکی دشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یادِ نبی ہوتا ہے کہ وہ اس میں کس طرح ویدار پاسکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(عازن، النساء، تحت الآیۃ: ۶۹، ۷۰/۱)

اور انہیں تسکین دی گئی کہ منزلوں کے فرق کے باوجود فرما بیروں کو بھی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ماضی اور حیثیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے قلم فرما بیروں جنت میں اُن کی محبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "آؤی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے۔"

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته لہ ۴/۲۶۹، الحدیث: ۵۱۲۷)

### صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شوقِ رفاقت

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہت محبوب تھی اور دنیا کی رفاقت کے ساتھ ساتھ اخروی رفاقت کا شوق بھی ان کے دلوں میں رہا بسا تھا اور وہ اس کے لئے بڑے فکر مند ہوا کرتے تھے۔ فی سطور میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شوقِ رفاقت کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، چنانچہ حضرت ربیع بن اکب السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں رات کو دو سو فی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا اور دیکر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سئل (ماگو) میں نے عرض کیا: "أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ يَیُّ الْخَبَةِ" میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کی: میرا مقصود تو وہی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر زیادہ وہ ہے کہ اسے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔"

(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص ۲۵۲، الحدیث: ۴۸۹)

جبکہ اُحد کے موقع پر حضرت ام ہارمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزار کی کارِ شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ: "اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِہُمْ رَفَقَتِیْ فِی الْخَبَةِ" یا اللہ! ہم و ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔ حضرت ام ہارمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی فرمایا: یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔

(الطہات الکبریٰ لا من سعلہ ومن نساء بنی النجار ... الخو لم عمارۃ بہت کعبہ ۸/۳۰)

عاشقوں کے امام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ شدت غم سے فرمانے لگیں: ہائے غم۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واہ! بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل ہم اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کریں گے۔

(سیرت حلبیہ، باب استخفافہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فی دار الارقم... الخ ۱/۱۲۲)

ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ہاشم بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے ہاشم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تم جنت سے بھاگتے ہو حالانکہ جنت تو تکواروں (کے سامنے) میں ہے۔ آج میں اپنی محبوب ترین ہستیوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ اسی جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔

(اسد العالیہ، باب العین والیم، عمار بن یاسر، ۱/۱۴۱)

جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے (جب انہوں نے دیکھا کہ یہ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے) تو فرمایا: "تم خوش ہو جاؤ، کل تم محبوب ترین ہستی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کرو گے۔

(الہدایہ والنہایہ، ثم دخلت سنة سبع وثلاثين، ذكر من توفي فيها من الاعيان، ۱/۱۷۵)

اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کے شوق رفاقت کے صدقے ہمیں بھی اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر وحشر اور جنت میں رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

### صدق کے معنی اور اس کے مراتب

اس آیت میں بڑے یقین کا لفظ آیا ہے۔ صدقین انبیاء علیہم السلام کے سچے یقین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم اس کے معانی اور اس کے درجات بیان کرتے ہیں چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: صدق 6 معانی میں استعمال ہوتا ہے: (1) گفتگو میں صدق۔ (2) نیت و ارادہ میں صدق۔ (3) غم میں صدق۔ (4) عزم کو پورا کرنے میں صدق۔ (5) عمل میں صدق۔ (6) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔ ان معانی کے اعتبار سے صادقین کے بہت سے درجات ہیں اور جس شخص میں کسی خاص چیز میں صدق پایا جائے تو وہ اسی چیز کی نسبت سے صادق کہلائے گا، چنانچہ:

پہلا صدق "زبان کا صدق" ہے اور یہ صرف خبریں دینے میں یا ان باتوں میں ہوتا ہے جو خبروں میں شامل

ہوں اور ان سے آگاہی ہو اور اس میں وعدے کو پورا کرنا اور اس کی خلاف ورزی کرنا بھی داخل ہے، لہذا ہر بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے الفاظ کی حفاظت کرے اور (ہیش) سچی بات ہی کہے۔

دوسرا صدق ارادے اور نیت سے متعلق ہے اور یہ اخلاص کی طرف لوثا ہے، یعنی بندے کی حرکات و سکنات کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے، اگر اس میں کوئی نفسانی غرض بھی آجائے تو صدق نیت باطل ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہنا صحیح ہے لہذا ہر صادق کا مقصد ہونا ضروری ہے۔

تیسرا صدق ”عزم کا صدق“ ہے کیونکہ بعض اوقات انسان کسی عمل کا پختہ ارادہ کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں تمام مال صدقہ کر دوں گا یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا دشمن سے مقابلہ ہوا تو میں اس سے لڑوں گا اور اس لڑائی میں اگر میں قتل بھی ہو جاؤں تو مجھے اس کی پروا نہ ہوگی یا اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو میں انصاف کروں گا اور ظلم کرنے اور حقوق کی طرف میلان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ یہ عزم و ارادہ دل میں ہوتا ہے اور انتہائی پختہ اور سچا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں دوسری طرف میلان اور خدو ہوتا ہے، نیز ایسی کمزوری ہوتی ہے جو عزم میں صدق کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے تو صادق اور صدیق وہ شخص ہے جس کا پختہ ارادہ تمام نیکیوں میں قوت تامہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا میلان، تردد اور کمزوری نہیں ہوتی اور اس کا نفس ہمیشہ نیک کاموں پر پختہ ارادہ رکھتا ہے۔

چوتھا صدق ”عزم کو پورا کرنے کا صدق“ ہے کیونکہ بعض اوقات نفس فی الحال عزم کر لیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وعدے اور عزم میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اور اس میں محنت بھی کم ہوتی ہے لیکن جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ختم ہو جاتا ہے اور خواہشات غالب آ جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ عزم کو پورا نہیں کر سکتا اور یہ بات صدق کے خلاف ہے۔

پانچواں صدق ”اعمال کا صدق“ ہے، یعنی انسان کو شش کرے حتیٰ کہ اس کے ظاہری اعمال ایسی بات پر دلالت نہ کریں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے۔ یہ کوشش اعمال کو چھوڑنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کی طرف کھینچنے سے ہو اور یہ بات خرب ریائے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ریا کار تو یہی چاہتا ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن کی اچھی صفات سمجھی جائیں البتہ کئی نمازی نماز میں محسوس و مخصوص کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور



ان کا مقصد دوسروں کو دکھانا نہیں ہوتا لیکن ان کا دل نماز سے غافل ہوتا ہے اور جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے جبکہ باطنی طور پر وہ خواہشات میں سے کسی خواہش کے سامنے بازار میں کھڑا ہوتا ہے، اس طرح یہ اعمال زبان حال سے باطن کی خبر دیتے ہیں اور وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اور اس سے اعمال میں صدق کی باز پرس ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص سکون و وقار سے چل رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا باطن سکون و وقار سے موصوف نہیں ہوتا تو یہ بھی اپنے عمل میں سچا نہیں اگرچہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو اور نہ ہی وہ ان کو دکھا رہا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ظاہر کا باطن کے خلاف ہوتا قصود اور اوے سے ہو تو وہ ریہا ہے اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے اور قصود اور اوے کے بغیر ہو تو اس سے صدق فوت ہو جاتا ہے اور اس قسم کی خرابی سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ظاہر و باطن ایک جیسا ہو بلکہ باطن ظاہر سے بہتر ہو۔

چنانچہ اور سب سے اعلیٰ و متکبر ذرے کا صدق ”مقامات وین میں صدق“ ہے، جیسے خوف، امید، تعظیم، زہد، رضا، توکل، محبت اور باقی امور ویسے ہی صدق پایا جاتا۔ ان امور کی کچھ بنیادیں ہیں جن کے ظاہر ہونے سے یہ نام بولے جاتے ہیں، پھر ان کے کچھ مقاصد اور حقائق ہیں تو حقیقی صادق وہ ہے جو ان امور کی حقیقت کو پالے اور جب کوئی چیز غالب آجائے اور اس کی حقیقت کامل ہو تو اس سے موصوف شخص کو صادق کہا جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب البیۃ والاحلاص والصدق، الباب الثالث، بیان حقیقۃ الصدق ومعناہ ومراتبہ، ۱۱۷/۵-۱۲۲)

یاد رہے کہ اس آیت میں صدیقین سے سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شہداء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہ خدا میں جا میں دیں اور صالحین سے مراد وہ یدار لوگ ہیں جو حق ایجاد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝

یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

ترجمہ کنزالایمان:

یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

ترجمہ کنزالایمان:

﴿وَالَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ یہ اللہ کا فضل ہے۔ بے معلوم ہوا کہ جنت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرب جنت کی بہت بڑی نعمت ہوگی کیونکہ اللہ عزوجل نے اسے بطور خاص فضیلت میں شمار فرمایا اور اسے اپنا افضل قرار دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ تَنْفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧﴾

توجہ! کنز الایمان: اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلنا یا اکٹھے چلو۔

ترجمہ: کائنات اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان والوں اور دشمنوں کے کاموں کو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر ٹکڑا دیا، کھینچے چلو۔

﴿وَقَدْ عَلِمْتُمْ هَٰذَا مِنْ قَبْلُ﴾ ہوشیاری سے کام لو۔ اے اللہ غزوہ خندق کا کردہ ہر کردار احسان ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے احکام سے محروم نہیں رکھا بلکہ ہر جگہ ہماری رہنمائی فرمائی۔ ماں باپ، بیوی بچے، درشتے دار، پڑوسی، اپنے بیگانے سب کے متعلق واضح ہدایات عطا فرمائیں۔ اسی سلسلے میں ہماری بھلائی کیلئے ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمنوں کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دشمن کی گھات سے بچو اور اُسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لے کر کھوپھر موقع محل کی مناسبت سے دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلیا اکٹھے چلو۔ یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ یہ آیت مبارکہ جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بحر پور تیاری اور بہتر جنگی حکمت عملی کے جملہ اصولوں میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ بغیر اسباب لڑنا مرنے کے مترادف ہے، تو کُل حُرکۃ اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ غزوہ خندق سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔

جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایات

جنگی تیاری کیلئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)..... حضرت عقب بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ما جد اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اس آیت) ”وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَغْنَوْا“ اور ان کے لئے تیار رکھو جو تم سے بن بڑے۔ (کی تفسیر میں)

فرمایا ”خبر وارد ہوتی تیر اندازی ہے، خبر وارد ہوتی تیر اندازی ہے، خبر وارد ہوتی تیر اندازی ہے۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ باب فضل الرمی والحث علیہ... الخ، ص ۱۰۶۱، الحدیث: ۱۶۷ (۱۹۱۷))

(2)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مشرکین سے اپنے مال، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرو (یعنی دین کی اشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ)

(نسائی، کتاب الجہاد باب وجوب الجہاد ص ۵۰۳، الحدیث: ۳۰۹۳)

(3)..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سر در کائنات، شایا و جوات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا (1) ثواب کی نسبت سے تیر بنانے والے کو (2) تیر چیکنے والے کو (3) تیر پکڑوانے والے کو۔ اور تیر اندازی اور گھڑ سواری میں مقابلہ کیا کرو، تمہارا تیر اندازی میں مقابلہ کرنا گھڑ سواری میں مقابلہ کرنے سے زیادہ مجھے پسند ہے اور جو تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے غفلت کرتے ہوئے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کو گنوا لیا۔ (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، ۱۹/۳، الحدیث: ۲۵۱۳)

(4)..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شام کو خط لکھا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔

(در مشورۃ الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۸۶/۴)

وَإِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ يُبِطِّنْ ۚ فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۖ وَلَكِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ لِيَقُولَنَّ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يُلَيْتُنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَنْتُمْ قَوْمٌ عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گا یہ تم میں اس میں کوئی دوسری نہ تھی اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مروت پاتا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو دیر لگانے

والا کہے گا: بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف بخفے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوسری ہی تھی (جنگ اب) ضرور کہے گا: اسے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ كَافِرٌ فَاصْرَفْ﴾ اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے۔ پھر یہاں منافقوں کا بیان ہے کہ منافقوں کی حالت یہ ہے کہ کشتی الامکان میدان جنگ میں جانے میں دیر لگائیں گے تاکہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے اور اگر پھر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آ پھٹے اور یہ منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو بڑی خوشی سے کہیں گے کہ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا۔ اور اگر اس کی جگہ مسلمانوں پر اللہ عزوجل کا خصوصی فضل ہو جائے کہ انہیں فتح حاصل ہو جائے اور مالی قیمت مل جائے تو پھر وہی جو تکلیف کے وقت انہیں اور بیگانے بن گئے تھے اب کہیں گے کہ اسے کاش کہ ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ گویا منافقین کا اول و آخر صرف مال کی ہوس ہے۔ انہیں یہ مسلمانوں کی فتح سے خوشی اور نہ شکست سے رنج بلکہ شکست پر خوشی اور فتح پر غمیدہ ہوتے ہیں۔

### خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے بڑھتا پھرے۔ مفاد پرست اور خود غرض آدمی کچھ عرصہ تک تو اپنی منافقت چھپا سکتا ہے لیکن اس کے بعد ذلت اور سوائی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُمِيتْ أَوْ يُغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عترت پر ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بچا دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آ جائے تو عترت پر ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿فَلْيَمَازِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾: تو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے۔ یہاں اہل ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں آخرت کی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں اللہ غزوہ کی راہ میں لڑنا چاہیے اور اس میں دنیوی نفع کا ہرگز خیال نہ کریں بلکہ ان کا مطلوب مقصود اللہ غزوہ کی رضا و محبت، اسلام کی سر بلندی اور حق کا بول بالا ہونا چاہیے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے گا تو وہ شہید ہو جائے یا فتح کرا جائے دونوں صورتوں میں بارگاہ الہی میں مقبول ہو جائے گا اور اللہ غزوہ کی بارگاہ میں عظیم اجر کا مستحق ہوگا۔

### حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ شہادت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میرے چچا حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں نہ جاسکے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین سے جو پہلی جنگ کی تھی میں اس میں حاضر نہ ہو سکا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی غزوہ میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دکھائے گا جو میں کروں گا، پھر جب غزوہ اُحد کا موقع آیا تو کچھ لوگ بھاگنے لگے، حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے میرے پروردگار غزوہ کی! ان بھاگنے والوں میں جو مسلمان ہیں، میں ان کی طرف سے معذرت خواہ ہوں اور جو مشرک ہیں، میں ان سے میری ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا لڑے، میں ان کی طرف دیا اور بڑھے۔ راستے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ”اے سعد! رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت۔ اس پاک پروردگار غزوہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں اُحد پہاڑ کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔“ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جیسا کارنامہ انہوں نے سر انجام دیا ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے انہیں شہیدوں میں اس حال میں پایا کہ ان کے جسم مبارک پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اتنی (80) سے زائد زخم تھے، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعضاء جگہ جگہ سے کاٹ دیئے گئے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا نہایت مشکل ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمیشہ نے آپ کو انگلیوں کے نشانات سے پہچانا۔ (بحراری، کتاب الجہاد والسریر، باب قول اللہ تعالیٰ: من المؤمنین رجال صلفوا... الخ، ۲/۲۰۰، الحدیث: ۲۸۰۰، ص ۱۰۱) الحکایات، الحکایۃ العاشرة، ص ۲۷، ملقطاً

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ مَبْئُتًا ۖ أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ  
أَهْلُهَا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ نڈر والہ اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس ہمتی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کے راستے میں نڈر اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نڈر و جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نڈر و ﴿اور شاد فرمایا گیا کہ جہاد فرض ہے اور اس کے ترک کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ غزوہ جنگ کی راہ میں جہاد نہ کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد و عورت اور بچے ظلم کی چکی میں پھنس رہے ہیں اور ان کا کوئی پُرسان حال نہیں اور وہ دُبُ الْعَلَمین غزوہ جنگ کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! غزوہ جنگ ہمیں اس ہمتی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم ان کو پہچانے کی طاقت رکھتے ہو تو کیوں ان کی مدد کیلئے نہیں اٹھتے۔

آیت ”وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(۱)..... جہاد فرض ہے، بلاوجہ جہاد نہ کرنے والا ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے نماز چھوڑنے والا بلکہ کئی صورتوں میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ جہاد کی فرضیت کی کچھ شرائط ہیں جن میں ایک اہم شرط اِسْطِطَاعَت یعنی جنگ کی

حالت ہونا بھی ہے۔ جہاد یہ نہیں ہے کہ طاقت ہو نہیں اور چند مسلمانوں کو لڑائی میں جھونک کر مروادیا جائے۔ جہاد کبھی فرض عین ہوتا ہے اور کبھی فرض کفایہ۔

(2)..... آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کیلئے مسلمانوں کی مظلومیت کا بیان کرنا بہت مفید ہے۔ آیت میں جن کمزوروں کا تذکرہ ہے اس سے مراد مکہ مکرمہ کے مسلمان ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے منہ پر ظلم سے چڑھائیں جنہیں مکہ مکرمہ میں مشرکین نے قید کر لیا تھا اور طرح طرح کی ایذاؤں دے رہے تھے اور ان کی محروقیوں اور بچوں تک پر بے رحمانہ مظالم کرتے تھے اور وہ لوگ ان کے ہاتھوں میں مجبور تھے اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خلاصی اور مدد الہی کی دعا میں کرتے تھے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا ولی و ناصر کیا اور انہیں مشرکین کے ہاتھوں سے چڑھایا اور مکہ مکرمہ فتح کر کے ان کی زبردست مدد فرمائی۔

(3)..... آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیور اللہ کو ولی اور ناصر (یعنی مددگار) کہہ سکتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ  
سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَاءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ  
ضَعِيْفًا ۝۱۱۱ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قَتِلَ لَهُمْ كُفُوًا اَيُّدِيْكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ  
وَاتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ  
النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا ۙ كَتَبْتَ عَلَيْنَا  
الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا اٰخَرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ  
وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۚ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۱۱۲

توبہ کذا العیون: ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو جنگ شیطان کا ادا کرو رہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے بعض لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم فرما دو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور دیوانوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاکے برابر ظلم نہ ہوگا۔

توبہ کذا العیون: ایمان والے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو جنگ شیطان کا کرو فریب کرو رہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرتا ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کر دی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

والکم تنتر: کیا تم نے نہ دیکھا۔ اے اس آیت مبارکہ کا شان نزول یوں ہے کہ مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذا نہیں دیتے تھے۔ ہجرت سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت نے تاجدار و رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجئے، انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے اور بہت ایذا نہیں دی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے ابھی ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اسی کے متعلق فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروع اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روکے رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ (بخاری، المساء، تحت الآیۃ: ۱۷۷، ۱۰۳/۱)

لیکن پھر جب مدینہ منورہ میں ان پر جہاد فرض کیا گیا تو وہ اس وقت طبعی خوف کا شکار ہو گئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت تیزی کی ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! غفور و رحیم! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟



یہ سوال حکمت و ریاضت کرنے کے لئے تھا، اعتراض کرنے کیلئے نہیں۔ اسی لئے اُن کو اس سوال پر توجہ و زحمت فرمایا گیا بلکہ تسلی بخش جواب عطا کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیبِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ السلام، تم ان سے فرما دو کہ دنیا کا سارا سامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کیلئے بہتر ہے۔ لہذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔

اَيِّنْ مَا تَكُونُوا اِيذِرْ كُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ فَاَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْاَلَاءُ  
الْقُوٰمَ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَٰثِيًا ۝۷۰

ترجمہ مکتبہ الانبیاء: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی تم فرما دو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

ترجمہ مکتبہ الانبیاء: تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (مناظروں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد!) یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے اے حبیب! تم فرما دو: سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

﴿اَيِّنْ مَا تَكُونُوا اِيذِرْ كُمْ الْمَوْتُ﴾: تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی۔ کچھ لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والا! تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اس سے رہائی پانے کی کوئی صورت نہیں اور جب موت ناگزیر ہے تو بہتر پر مر جانے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کہ یہ سعادت آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔

﴿وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ حَسْبُكُمْ عَذَابٌ﴾ اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔ یہاں سے منافقین کا بیان ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں فراوانی آجائے، بیکارو پارا چما ہو جائے، رید اور زیادہ ہو جائے تو کہتے ہیں یہ اللہ غزو خلی کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط پڑ جائے یا کوئی اور مصیبت آجائے تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں ایسی ہی سختیاں پیش آ رہی ہیں۔ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذنلہ کے دفاع میں اللہ غزو خلی نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم ان سے فرما دو کہ رزق میں کمی پیشی قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ غزو خلی کی طرف سے ہیں یعنی ہر راحت و مصیبت اللہ غزو خلی کے ارادے سے آتی ہے، ہاں ہم اس کے اسباب سمیٹ کر لیتے ہیں نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ تنگی یا راحت کا ذریعہ ہے اور گناہ مصیبت کا سبب ہے۔

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ وَأَمَّا سَأَلُكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝۹

فہمہ کلام اللہ: اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب! ہم نے تجھیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

توجہ کلام اللہ: اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تجھیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور کوہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

﴿وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَخَطٍ﴾ تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے۔ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مخاطب! تجھیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کریم کا فضل و رحمت ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ تو نے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ تو اس کا مستحق ہوا۔ یہاں بھلائی کی نسبت اللہ غزو خلی کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی ہے جب کہ اوپر کی آیت میں سب کی نسبت اللہ غزو خلی کی طرف ہے، غلام یہ ہے کہ بندہ جب بوقر حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامت نفس کے سبب سے سمجھے۔

﴿وَأَمَّا سَأَلُكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا﴾ اور اے حبیب! ہم نے تجھیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ رسول کائنات

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام عرب و عجم اور ساری مخلوق کے لئے رسول بنائے گئے اور کل جہاں آپ کا امتی کیا گیا۔ یہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طویل القدر منصب اور عظیم المہریت قدر و منزلت کا بیان ہے۔ اولین و آخرین سارے انسانوں کے آپ نبی ہیں، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر یوم قیامت تک سب انسان آپ کے امتی ہیں، اسی لئے تمام نفعوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِیْظًا ۝۸

توجہ لکڑا الیہ: جس نے رسول کا حکم مانا یا ایک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے جنہیں ان کے پھانے کو نہ بھیجا۔

توجہ لکڑا الیہ: جس نے رسول کا حکم مانا یا ایک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے جنہیں انہیں پھانے کے لئے نہیں بھیجا۔

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾: جس نے رسول کا حکم مانا یا ایک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ یہ آیت مبارکہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی، اس پر آج کل کے مستغاب بدویوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ جانتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب مانا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ سب شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

(یعنی: النساء تحت الآیۃ ۸۰ ۳۶/۱)

تو جس نے ان کی اطاعت سے اعراض کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے نہیں

بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کیلئے بھیجا ہے۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَأُوا مِنْ عُثْرِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ  
غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبْشِرُونَ فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ  
وَتَوَلَّى عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

ترجمہ: ﴿٨١﴾ اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک گروہ جو کہ  
گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے کا غمناک ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے کدات کے منصوبے تو اے محبوب تم ان سے  
چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو۔

ترجمہ: ﴿٨٢﴾ اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک  
گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب!  
تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے۔

﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ﴾ اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، جو نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں  
سے اٹھ کر اس کے خلاف کرتے تھے۔ (بخاری، النساء، تحت الآیة: ۸۱/۱-۱۰۰)

ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے سب منصوبے ان کے نامہ اعمال میں لکھے جا رہے ہیں اور انہیں اُس کا  
بدلہ بھی ملے گا۔ لیکن چونکہ یہ ظاہر اُٹھ کر پڑھتے تھے اور ظاہری طور پر کفر نہیں کرتے تھے اس لئے ان کے بارے میں کہا  
گیا کہ ان سے چشم پوشی کرو یعنی ان کے کافروں کی طرح ونبوی احکام نہیں ہیں۔ ہاں چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا  
جاتا ہے تو اس میں اللہ غزوئیل پر بھروسہ رکھو، ان کی طرف سے اللہ غزوئیل آپ کو کفایت کرے گا۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ۖ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا

## فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

﴿اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْغُرَابُ﴾: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ ﴿یہاں قرآن کی حکمت کا بیان ہے اور لوگوں کو اس میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ قرآن حکیم میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم اور حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی نصاحت سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلے سے عاجز کر دیا ہے اور فقیہی خبروں سے منافقین کے احوال اور ان کے مکر و فریب کو کھول کر رکھ دیا ہے اور اولین و آخرین کی خبریں دی ہیں۔ اگر قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اللہ عز و جل کا کلام ہے اور اسے لانے والا اللہ عز و جل کا رسول ہے۔

## قرآن مجید میں غور و فکر کرنا عبادت ہے لیکن

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ امام غزالی ذخنة اللہ تعالیٰ علیہ احمیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ ایک آیت سمجھ کر اور غور و فکر کر کے پڑھنا غیر غور و فکر کے پورا قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب التفكير، بیان معاری الفكر، ۱۷/۵)

قرآن کا ذکر کرتا ہوں اسے پڑھنا، دیکھنا، چھونا سب عبادت ہے۔ قرآن میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ قرآن میں وہی غور و فکر مختصر اور صحیح ہے جو صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض اور حضور نے نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یا نصیحت سے حاصل کرنے والے تابعین ذخنة اللہ تعالیٰ علیہم کے علوم کی روشنی میں ہو کیونکہ وہ غور و فکر جو اس ذات کے فرائض کے خلاف ہو جس پر قرآن اتر اور اس غور و فکر کے خلاف ہو جو وحی کے نزول کا مشاہدہ کرنے والے بزرگوں کے غور و فکر کے خلاف ہو وہ یقیناً مستجر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دور ہدایہ کے اُن نت نئے محققین سے بچنا ضروری ہے جو چودہ سو سال کے علماء، فقہاء، محدثین

دوسرین اور ساری امت کے فہم کو غلط قرار دے کر قولاً یا عملاً یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قرآن اگر سمجھا ہے تو ہم نے ہی سمجھا ہے، پچھلی ساری امت جاہل ہی گزر گئی ہے۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔

﴿وَلَوْ كُنَّا مِنْ عَشِيرَتِ نَحْلٍ﴾ اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا۔ یہاں قرآن پاک کی حقانیت پر ایک نہایت آسان اور واضح دلیل دی جا رہی ہے کہ اگر قرآن پاک اللہ عز و جل کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا ہے تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، اس میں جو غیب کی خبریں دی گئی ہیں وہ سو فیصد پوری نہ ہوتیں بلکہ کوئی بات تو پوری ہو جاتی اور کوئی نہ ہوتی لیکن جب ایسا نہ ہوا بلکہ قرآن پاک کی تمام نبی خبریں بالکل سچی ثابت ہو رہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یقیناً یہ کتاب اللہ عز و جل کی طرف سے ہے نیز اس کے مضامین میں بھی باہم اختلاف نہیں کہ کتنیں کوئی بات کہہ دی اور کتنیں اس کے برخلاف کوئی دوسری بات کہہ دی۔ اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ مخلوق کا کلام فصیح بھی ہو تو سب کیسا اس نہیں ہوتا کچھ بلاغت سے بھرپور ہوتا ہے تو کچھ رکیک و گھٹیا سم کا ہوتا ہے جیسا کہ فطراء اور زباناں ان کے کلام میں دیکھا جاتا ہے کہ بڑے سے بڑے شاعر کا کوئی کلام بڑا شاندار ہوتا ہے اور کوئی بالکل گمایا گزرا۔ لیکن قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی شان ہے کہ اس کا تمام کلام فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى  
الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْهُمُ ۖ وَلَوْ  
لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبَعْتُمْ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۳۲﴾

توجہ! کنزالایمان: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذمی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تم بھولے۔

توجہ! کنزالعرفان: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس

یاد کو رسول اور اپنے ہاتھ اختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور ان میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت رکھنے والے اُس (خبر کی حقیقت) کو جان لینے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ﴾: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے۔ کچھ یہاں اگرچہ ایک خاص سیاق و سباق میں ایک چیز بیان کی گئی ہے لیکن اس میں جو حکم بیان کیا گیا ہے یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کیلئے کافی ہے۔ غلامِ کلام یہ فرمایا گیا کہ جب کبھی اس مسئلہ مسلمانوں کی فتح یا خوف مسئلہ مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اسے بھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے اعتبار لوگوں جیسے کاہر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو صاحبِ رائے اور صاحبِ بصیرت ہیں کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھا لو ان لوگ ضرور اپنی عقل و ادراک یا اپنی تحقیق کی روشنی میں اس خبر کی حقیقت کو جان لیتے اور یہ بات کا بھٹکنا بننے کی بجائے حقیقتِ حال کھل کر سامنے آ جاتی۔

زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول

اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں کے معاملات بلکہ ملکی و بین الاقوامی معاملات اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں کا حال یہ ہے کہ ایک بات کو کوئی شخص اچھا ہے اور پھر وہ موجودہ میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں گردش کرنے لگتی ہے اور کچھ عرصے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس بات کا کوئی سرچر ہی نہیں اور دوسرا مجموعی ہے۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے ایسی سازشیں، افواہیں اور خبریں دن رات پھیلائی جا رہی ہیں حتیٰ کہ بعض جگہوں پر یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک وہ کسی ایک کافر کو قتل نہیں کر لے گا۔ اَلْاِنْسَانُ وَ الْعَقِیْطُ، کیسا جھوٹ اور کبھی دیدہ دلیری ہے۔ کفار کے کمالک میں مسلمانوں کا جو شخص پھیلا یا جا رہا ہے وہ بھی اس طرح کی مجموعی افواہوں کے ذریعے ہے اور پھر ایسی ہی باتیں سن کر مغرب سے مرعوب کچھ پڑھے لکھے سمجھے جانے والے ہمارے لوگ ان باتوں کو اسلام کے نام پر پیش کر کے اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ پھیلنے پھیلنے دس مرتبہ اضافوں کے ساتھ ایسی ہو گئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں اور تباہیاں مچ گئیں۔ ایسی سنگتوں باتوں کا ہم سب کو تجربہ ہو گا۔ ان سب کیلئے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب ایسی کوئی بات پہنچے تو پہلے افواہ اور سمجھداریوں کو نکل سکے پہچان دی جائے نہ غور و فکر اور تحقیق سے اس کی حقیقت حال معلوم

کر لیں گے اور یوں بات کا چنگیز اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔ حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے مجھے بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔  
(مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، ص ۸، الحدیث: ۵۰۵۰)

### ایک اہم مسئلہ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ قیاس جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک علم تو وہ ہے جو قرآن وحدیث سے صراحت سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے اجتہاد و قیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں جو اس کا اہل ہو ہی اس میں غور کرے۔

لَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَزْزُ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى  
اللَّهُ أَنْ يَكُلِّفَ بَاسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَاسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿۱۰﴾

تَجِبَةُ كَذَلِكَ الْعِزَّان: تو اے محبوب اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دے گا کہ تمہارے دم کی اور مسلمانوں کو آدھ کر دو  
قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی آغج سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑا۔

تَجِبَةُ كَذَلِكَ الْعِزَّان: تو اے حبیب اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے  
گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیتے رہو۔ مقرر یہ اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے  
زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔

﴿لَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾: تو اے حبیب اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اے اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بدر غزوی (چہرہ  
غزوہ بدر) اس کی جنگ جو اہل بیتان سے لڑی گئی جب اس کا وقت آ پہنچا تو سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
نے وہاں جانے کے لئے لوگوں کو دعوت دی بعض لوگوں پر یہ گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے حبیب  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ جہاد نہ چھوڑیں اگرچہ تمہاں اللہ غزوہ نزل آپ کا ناصر و مددگار ہے، اللہ غزوہ نزل



کا وعدہ سچا ہے۔ یہ حکم پاکر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدرصفرؓ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور صرف سفر سوار مراہتے۔

(مدارک: النساء تحت الآية: ۸۴، ص ۲۴۶)

چنانچہ فرمایا گیا کہ آپ جہاد کیلئے جائیں اور آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے اور اگر چہ آپ اکیلے رہ جائیں، ہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اور بس۔ پھر اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اللہ کریم کافروں کی سختی کو روک دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کے اس چھوٹے لشکر سے کفار اپنے مرعوب ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں نہ آ سکے۔

سُبْحَانَ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شجاعت

اس آیت سے ثابت ہوا کہ چار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شجاعت میں سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے مقابل تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آدھ ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صحیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ (مسلم، کتاب فضائل، باب فی شجاعة النبی علیہ السلام وتقدمہ للرحب، ص ۱۶۶، الحدیث: ۱۸۰۷۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سختی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (الشفاء، القسم الاول، الباب الثانی، فصل فیما اشجعنا والصفۃ، ص ۱۱۶، الجزء الاول)

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثل شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ عنہ زخمت الکونین جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے: جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی حدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم سب لوگوں سے زیادہ آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شہید کیا جاتا تھا جو جنگ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔

(الشفاء، القسم الاول، الباب الثانی، فصل فیما اشجعنا والصفۃ، ص ۱۱۶، الجزء الاول)

غزوہ حنین کے دن جب ابتداء مسلمان کفار کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ سے فرار ہوئے تو ایسے نازک وقت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اپنے سفید خیمہ پر سوار دشمنوں کی جانب پیش قدمی فرماتے رہے۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فی غزوہ حنین، ص ۶۸، الحدیث: ۷۶ (۱۷۷۵))

غزوہٴ آزاد کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ایک ایسی چٹان ظاہر ہوئی جو کسی سے نہ ٹوٹ سکی، سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وار سے وہ چٹان پارہ پارہ ہو گئی۔

(نسائی، کتاب الجہاد، غزوہٴ الترق والحبشہ، ص ۱۷، الحدیث: ۳۱۷۳)

ایک رات اہل مدینہ ایک خوفناک آواز سن کر دہشت زدہ ہو گئے تو اس آواز کی سمت سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب حسن العلق والسجاء... الخ، ۱۰۸/۴، الحدیث: ۶۰۳۳)

اعلیٰ حضرت دُعا اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

تم ہو حقیقہ و مفیض کیا ہے وہ دشمنِ نبییت تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعُ  
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْبِلًا ۝

توبہ کنڈالایعہ: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر تقارور ہے۔

توبہ کنڈالعرفان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر تقارور ہے۔

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً: جو اچھی سفارش کرے۔ اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے جیسے کوئی نوکری کا واقعی مستحق ہے اور کسی دوسرے کی حق تلفی نہیں ہو رہی تو سفارش کرنا جائز ہے یا کوئی مظلوم ہے اور پولیس سے انصاف دلوانے میں مدد کیلئے سفارش کی جائے۔ بری سفارش وہ ہے جس میں قطع سفارش کی جائے، ظالم کو قطع طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے جیسے کسی غیر مستحق کو نوکری دلانے کیلئے سفارش کی جائے یا کسی کو شراب یا سینما کے لائسنس دلوانے کیلئے سفارش کی جائے، یہ حرام ہے۔

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنِ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

﴿وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ﴾ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے۔ پھر اسلام سے پہلے اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملنے تو کہتے ”حَبَاكَ اللّٰهُ“ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے اور جب دین اسلام آیا تو اس میں اس کلمے کو ”سلام“ سے تبدیل کر دیا گیا اور یہ کلمہ ”حَبَاكَ اللّٰهُ“ کے مقابلے میں زیادہ کامل ہے کیونکہ جو شخص سلامت ہوگا تو وہ لازمی طور پر زندہ ہوگا اور صرف زندہ شخص سلامت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی زندگی مصیبتوں اور آفات سے ملی ہوئی ہے۔ (تفسیر کبیر، النصاب، نعت الابرار: ۸۶، ۱۶۱/۴)

### سلام سے متعلق شرعی مسائل

اس آیت میں سلام کے بارے میں بیان ہوا ہاں اس مباحث سے ہم یہاں سلام سے متعلق چند شرعی مسائل ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا غُضُّ السَّلَامِ عَلَیْکُمْ کہے تو دوسرا غُضُّ السَّلَامِ عَلَیْکُمْ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہا تھا تو یہ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام و جواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے۔

(۲)..... کافر، مکرہ، فاسق اور استیجاب کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ یونہی جو شخص شہید، تلاوت قرآن، حدیث، مذاکرہ علم، اذان اور تکبیر میں مشغول ہو یا حال میں ان کو بھی سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کر دے تو ان پر جواب دینا لازم نہیں۔

(۳)..... جو شخص شہر، چورس، تاش، گھونڈ وغیرہ کوئی ناجائز مکمل مکمل رہا ہو یا گائے بجانے میں مشغول ہو یا پانچ خانہ یا

خمس خانہ میں ہو یا نہ ہند ہوا اس کو سلام نہ کیا جائے۔

(4)۔۔۔۔۔ آدی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کرے، بعض جگہ یہ بڑی غلط رسم ہے کہ میاں بیوی کے اتنے گہرے گفتگوات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام کرنے سے محروم کرتے ہیں حالانکہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لیے سلامتی کی دعا ہے۔

(5)۔۔۔۔۔ بہتر سواری والا، کمتر سواری والا، کو اور کمتر سواری والا، پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا، بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ سلام سے متعلق شرعی مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ 16 کا مطالعہ کیجئے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ  
وَمَنْ أَضَدُّقِي مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمہ کنزالاعرفان: اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

وَمَنْ أَضَدُّقِي مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ اے ارشاد فرمایا کہ اللہ غزو غلہ سے زیادہ کس کی بات سچی یعنی اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں اس لیے کہ اللہ غزو غلہ کا جھوٹ بولنا ناممکن و محال ہے کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور ہر عیب اللہ غزو غلہ کیلئے محال ہے، وہ جملہ عیوب سے پاک ہے۔

امکان کلاب کارو

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کلام میں جھوٹ کا ممکن ہونا ذاتی طور پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مکمل طور پر صفات کمال ہیں اور جس طرح کسی صفت کمال کی اس سے نفی ناممکن ہے اسی طرح کسی نقص و عیب کی صفت کا جھوٹ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان

وَمَنْ أَضَدُّ قِيٍّ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝

توجہ دیکھا ہے وہاں: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات جی۔

اس عقیدے کی بہت بڑی دلیل ہے، چنانچہ اس آیت کے تحت علامہ عبد اللہ بن احمد بن زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اس آیت میں استلزام انکاری ہے یعنی خبر وعدہ اور وعید کی بات میں کوئی نقص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا جھوٹ تو بالذات محال ہے کیونکہ جھوٹ خود اپنے معنی ہی کی رو سے سچ ہے کہ جھوٹ واقع کے خلاف خبر دینے کا نام ہے۔ (مشاركه النساء، تحت الآية: ۸۷، ص ۲۴۳)

علامہ بیضاوی زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس سے انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی جھوٹ کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآية: ۸۷، ۲۲۹/۲)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللَّهُ عَهْدًا ۖ (بقرة: ۸۰)

توجہ دیکھا ہے وہاں: تو اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اس آیت کے تحت امام فرامین رازی زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل سے کذب الہی کو ناممکن جانتے ہیں کیونکہ جھوٹ مضبوط نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور مستحضر لہ اس دلیل سے اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو مضعف ماننے ہیں کیونکہ جھوٹ فی تکلیف قبیح ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ الغرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اصلاً ناممکن ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ۸۰، ۱/۶۷، ص ملخصاً)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کی خبر آزی ہے، کلام میں جھوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔ (تفسیر عزیزی، البقرة، تحت الآية: ۸۰، ۱/۶۷، ص ملخصاً)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَيْفَ كُفِّرَتْ بَرِّكَتُكَ وَسِدْقًا وَ عَدْلًا ۖ

توجہ دیکھا ہے وہاں: اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے

رب کے کلمات مکمل ہیں اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں

مُبَدِّلٌ لِّحَدِيثِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

(نعام: ۱۱۰)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ”یہ آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت سی مفتوں کے ساتھ موصوف ہے، ان میں سے ایک مفت اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے دلائل کا مجموعہ ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کذب کو محال مانا جائے۔“  
(تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۱۲۵/۱)

نیز جھوٹ فی خفیہ دو باتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نقص ہو گا یا نہیں ہو گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جھوٹ ضرور نقص ہے اور جب یہ نقص ہے تو بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہو گیا کیونکہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ دوسری صورت میں اگر جھوٹ کو نقص وعیب نہ بھی مانا جائے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے کیونکہ اگر جھوٹ نقص نہیں تو کمال بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف نقص وعیب سے پاک ہے بلکہ وہ ہر اس شے سے بھی پاک ہے جو کمال سے خالی ہو اگرچہ وہ نقص وعیب میں سے نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت صلیہ کمال ہے اور جس میں کوئی کمال ہی نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کس طرح ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ لوگوں کے جھوٹ بولنے پر قادر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ناممکن ومحال ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ لوگوں کی قدرت مفاد اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ گئی یعنی یہ کہنا کہ بندہ جھوٹ بول سکے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ نہ بول سکے، اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت مفاد اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی، یہ بات سراسر غلط ہے نیز اگر یہ بات سچی ہو کہ آدمی جو کچھ کر سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح نکاح کرنا اور بیوی سے ہم بستری کرنا وغیرہ انسان کی قدرت میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مفاد اللہ یہ کر سکتا ہے، یونہی اگر وہ بات سچی ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح آدمی کھانا کھانے، پانی پینے، اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دینے، آگ سے جلانے، خاک اور کانٹوں پر لٹانے کی قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ بھی اپنے لئے کر سکتا ہوگا۔ ان صورتوں میں انسان ہر طرح خدا کی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہو تو وہ ناقص ومحتاج ہوا اور ناقص ومحتاج خدا نہیں ہو سکتا اور اگر نہ کر سکا تو عاجز و غیور ہے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے کم ہو جائے گا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ہمارا سچا خدا سب چیزوں سے اور محال پر قدرت کی تہمت سے پاک اور غرور ہے۔

نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر ہے نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسرہ نہ اپنے لئے کسی عیب و نقص پر قادر ہونا اس کی قدر و شان کے لائق ہے۔

نوٹ: اس مسئلے پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں۔ (1) مُبْنِي السُّبُوح عَنْ غَيْبِ كَيْدِ مُقْبُوْخِ (صحت جیسے بدترین عیب سے اللہ غفور بخیر کے پاک ہونے کا بیان)۔ (2) ذَاتَانِ بَاغِ مُبْنِي السُّبُوحِ۔ (رسالہ مُبْنِي السُّبُوحِ کے باغ کا دامن) (3) اَنْفَعُ الْخَيْرِ لِأَمَانِ الْمُتَّقِينَ (اللہ تعالیٰ کے لئے صحت ممکن مانتے والوں کا شوال کار)۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُتَّقِينَ فَتَيْنَ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا أَتَرِيدُونَ  
أَنْ تَهْذُوا مِنْ أَصْلِ اللَّهِ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ سَبِيلًا ۝۸۸

ترجمہ کنزالایمان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فرق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اونٹنوں کا رویا ان کے کوٹھوں کے سبب کیا یہ چاہے ہو کہ اسے راہ دکھا دے جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دلوں) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہے ہو کہ تم اسے راہ دکھا دے جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا۔

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُتَّقِينَ فَتَيْنَ﴾: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے؟ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملی۔ ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک فرقہ ان کو قتل کرنے پر اصرار کر رہا تھا اور ایک اُن کے قتل سے انکار کرتا تھا۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(معارف، النساء، تحت الآية: ۸۸، ص ۲۴۳)

اور فرمایا کہ اسے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جاننے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اسے ہدایت کی راہ دکھا دو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو تم اس کیلئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔  
(روح البیان، النساہہ تحت الآیۃ: ۸۸، ۲۵۶/۲)

وَذُوَا النُّفُورِ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ  
أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوا مِنْهُمْ  
وَاتَّقُوا فَمَا لَهُمْ حَتَّىٰ يُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ  
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۸۹﴾

تعبہ کفار النفرین: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گمراہ نہ چھوڑیں پھر اگر وہ نہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

تعبہ کفار العفرین: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ نہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔

﴿وَذُوَا النُّفُورِ كَمَا كَفَرُوا﴾: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ۔ اس سے پہلے آیات میں منافقوں کی اپنی سرکشی کا بیان ہوا اور اس آیت میں ان کے کفر و سرکشی میں حد سے بڑھنے کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! جو منافق ایمان چھوڑ کر کفر و ارتداد کی طرف پلٹ گئے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ اور جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے



کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اس سے اُن کے ایمان کا ثبوت نہ مل جائے کہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لئے ہے کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں ہے، پھر اگر وہ ہجرت کرنے سے منہ پھیریں اور کفر پر قائم رہنے کو اختیار کریں تو اے مسلمانو! تم انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور اگر وہ تمہاری دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں تو ان کی مدد نہ قبول کرو کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔ (روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲۵۶/۲، عزازن، النساء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۴۱۱/۱، ملاحظہ)

### آیت ”وَقَدْ أَكَلْتُمُون“ سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(۱)..... دوسرے کو کافر کرنے کی کوشش کرنا کفر ہے۔

(۲)..... کافر، مرتد، بد مذہب کو دوست بنانا اور ان سے دلی محبت رکھنا حرام ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان کہتا ہو جیسے اُس زمانے کے منافق تھے۔ اعلیٰ حضرت ذی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کفار اور مشرکین سے اتحاد و در احرام قطعی ہے قرآن عظیم کی خصوص اُس کی تحریم سے گونج رہے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ

مَنْ يَتَوَلَّاهُمْ قَطْعٌ مِنْكُمْ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَكَلْتُمْ مِنْ دُونِ رِزْقِكُمْ

واحد تمہارا فرما ہے کہ تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ بے

حک نہیں میں سے ہے۔ (نہادی روضہ، ۳۳۹/۳)

(۳)..... دینی امور میں مشرک سے مدد نہ لی جائے۔ حضرت ابو نعیم ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ہم مشرکین سے مدد نہیں لیں گے۔“

(مستدرک، کتاب الجہاد، لا نستعين بالمشرکین علی المشرکین، ۴۵۶/۲، الحدیث: ۳۶۱۰)

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءَ وَكُمْ  
حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ  
لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا

## إِيَّاكُمْ السَّلَامُ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝۱۰

ترجمہ: ﴿اے لوگو! سلام ہو تم پر﴾ مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں شک نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کفارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی۔

ترجمہ: ﴿اے لوگو! سلام ہو تم پر﴾ مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو) جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تم سے لڑائی کرنے سے شک آچکے ہوں یا (تمہارے ساتھ صلح کر) اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور ہیں اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدِ هَٰذِهِ لَهُمْ أَصْحَابُ يُسُوفُ﴾ مگر جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا﴾ اب فرمایا جا رہا ہے کہ کچھ لوگ اس حکم سے خارج ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔ وہ لوگ جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو۔

(۲)۔۔۔۔۔ وہ لوگ جو تم سے لڑائی نہ کریں۔

(۳)۔۔۔۔۔ وہ لوگ جو تمہارے ساتھ صلح کر اپنی قوم سے لڑیں۔ ان سب لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید احسان بیان فرمایا کہ اگر اللہ غزوہ جنت چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

﴿فَإِنِ اتَّخَذُوا آلَکُفْرِ أَصْحَابًا﴾ پھر اگر وہ تم سے دور رہیں۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا﴾ یہاں فرمایا کہ اگر کفار تم سے دور ہیں اور نہ لڑیں بلکہ صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں اجازت نہیں کہ تم ان سے جنگ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اب اسلامی سلطان کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

(حمل، النساء، تحت الآية ۹۰، ۹۹/۲، حازن، النساء، تحت الآية ۹۰، ۱۶۲/۱، ملتقطاً)

سَجِدُونَ لِأَخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلًّا  
 رَدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ  
 السَّلَامَ وَيَكْفُرُوا أَيْدِيَهُمْ فَخَذُوْهُمْ وَأَقْبَلُوْهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ ۖ وَ  
 أُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مِّمَّنَا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں  
 رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں نساؤ کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے کرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور سب  
 کی کروں نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

ترجمہ کنزالایمان: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے جو چاہے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے  
 بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم  
 سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں تو تم انہیں پکڑو اور جہاں  
 پاؤ انہیں قتل کرو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

﴿سَجِدُونَ لِأَخَرِينَ﴾: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ طیبہ میں اسد و خطفان  
 دو قبیلوں کے لوگ ریا کاری کے طور پر کلہ پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے  
 ملتا اور وہ لوگ ان سے کہتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے؟ تو یہ کہتے کہ بندروں کچھوؤں وغیرہ پر (یعنی اسلام کا مذاق اڑاتے)۔  
 اس انداز سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافقین  
 تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔  
 (عازن، النساء: تحت الآیۃ: ۹۱، ۹۲/۱)

اور ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ تم سے بھی امن چاہے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن حقیقت میں تمہارے  
 ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے  
 دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مزید ان کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آ کر ایک

طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر اور غدارۃ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کے قتل کرنے کا حکم اختیار دیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً  
فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَّةٌ مُّسْلِمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا  
فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ  
وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمُ مِّيثَاقٌ فَدِيَّةٌ مُّسْلِمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهَا  
وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ  
تُوبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

توجہ کثرتِ ایمان: اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر باجہ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو ثاوانہ قتل کرے تو اس پر ایک ملوک مسلمان کا آزا کرنا ہے اور غول بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ عاف کر دیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک ملوک مسلمان کا آزا کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کی جائے اور ایک مسلمان ملوک آزا کرنا تو جس کا باجہ نہ پہنچے وہ لگا دو مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

توجہ کثرتِ اعراف: اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مسلمان غلام کا آزا کرنا اور عیت و عیال لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ عاف کر دیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزا کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس

کے گمراہوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو دو مہینے کے مسلسل روزے (یہ لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمَنْ يَكْفُرْ أَنْ تَكُونَ مِنْ آلِهِمْ وَمَا يَبْدُو لَهُمْ أَنَّ حَبَشًا مِنْ آلِهِمْ﴾ اور کسی مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں۔ یہ آیت مبارکہ عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا واقعہ یوں ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئے اور گمراہوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ ان کی ماں کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حارث اور ابو جہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تم میں سے کسی کی اور نہ کھانا پیسوں کی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے کر آؤ۔ وہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر عیاش کے لیے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پایا اور ان کو ماں کے بزرع فرع کرنے، بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ عز و جل کے نام پر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے متعلق تجھ سے کچھ نہ کہیں گے، بس تم مکہ مکرمہ چلو۔ اس طرح وہ عیاش کو مدینہ سے نکال لائے اور مدینہ سے باہر آ کر اس کو پاندھا اور ہر ایک نے سو سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا میں تیری ہڈیوں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے گا پھر عیاش کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان معصیتوں میں جتا ہوا کر عیاش نے ان کا کہا مان لیا اور اپنا دین ترک کر دیا۔ اس پر حارث بن زید نے عیاش کو عمارت کی اور کہا تو اسلام پر تھا، اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا۔ یہ بات عیاش کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش نے حارث سے کہا کہ میں تجھے اکیلا پاؤں کا تو خدا کی قسم، ضرور تجھیں قتل کروں گا اس کے بعد عیاش اسلام لے آئے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کر لی اور ان کے بعد حارث بھی اسلام لے آئے اور وہ بھی ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے اور نہ انہیں حارث کے اسلام کی اطلاع ہوئی۔ قبائے شریف کے قریب عیاش نے حارث کو دیکھ لیا اور قتل کرو یا تو انہوں نے کہا، اے عیاش! تم نے بہت برا کیا، حارث اسلام لاپے چکے تھے۔ اس پر عیاش کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے قتل کے وقت تک ان کے اسلام کی خبر ہی نہ ہوئی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور گفارے کی صورت بیان کی گئی۔

(بخاری، النساء، تحت الآیة ۹۲، ۳۶/۱)

﴿وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا مَحْفُوظَةً﴾ اور جو قتل کرے۔ یہاں آیت میں قتل کی چار صورتوں کا بیان ہے اور پھر تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔ پہلی صورت یہ کہ مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے جیسے شکار مار دیا ہو مگر کوئی مسلمان

کو لگ جائے یا کسی کو زہری کا فریجہ کر مارا لیکن قتل کے بعد معلوم ہوا کہ مقتول تو مسلمان ہے۔ اس صورت میں قاتل پر ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے ساتھ وہ وصیت بھی ادا کرے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی اور وہ اسے میراث کی طرح تقسیم کر لیں۔ وصیت مقتول کے ترکہ کے حکم میں ہے، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ ہاں اگر مقتول کے ورثاء وصیت معاف کر دیں تو وہ معاف ہو جائے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ مقتول دشمن قوم سے ہو لیکن وہ مقتول بذاتِ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور وصیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول ذمی ہو یا مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلمان ملک میں آیا ہو جسے مسلمان کہتے ہیں تو اس کو قتل کرنے کی صورت میں اس کے گمراہ والوں کو وصیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا البتہ اگر غلام لونڈی نہ ملے جیسے ہمارے زمانے میں غلام لونڈی ہیں ہی نہیں تو پھر مرد مسیحی کے مسلسل روزے رکھے جائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ قتل خطا کے کفارہ میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفارات میں حنفی مذہب میں ہر طرح کا غلام آزاد کر سکتے ہیں جیسے روزے کا یا زچہ رکھا کفارہ ہو۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضَبَ

اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۱۷﴾

توجہ کفر الایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

توجہ کفر الایمان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا﴾ اور جو قتل کرے۔ ﴿اس سے پہلی آیت میں غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر دینے کا حکم بیان کیا گیا اور اس آیت میں جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرنے کی اخروی وعید بیان کی گئی ہے۔﴾ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۹۳، ۱۸۲/۴)

## مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی مذمت

کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اور کثیر احادیث میں اس کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے ۱۴ احادیث درج ذیل ہیں۔

(۱)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو ناحق قتل کرنا ہے۔

(بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن اھلھا، ۳۰۸/۱، الحدیث: ۶۸۷۱)

(۲)..... کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتے والا قیامت کے دن بڑے خسارے کا فکار ہوگا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر زمین و آسمان والے کسی مسلمان کے قتل پر جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سب کو اندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔“ (معجم صحر، باب الجن، من اسمہ علی، ص ۲۰۰، الجزء الاول)

(۳)..... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ ارشاد فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر مہم تھا۔

(بخاری، کتاب الامان، باب وان طائفتان من المؤمنین قتلتوا... الخ، ۲۳/۱، الحدیث: ۳۱)

(۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی مومن کے قتل پر ایک حرف جتنی بھی مدد کی تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ”یہ اللہ غرض کی رحمت سے مایوس ہے۔“

(ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب الفلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۲۶۲/۳، الحدیث: ۲۶۲۰)

افسوس کہ آج کل قتل کرنا بڑا معمولی کام ہو گیا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جان سے مار دینا، غنڈہ گردی، دہشت گردی، دُکیتی، طائفائی لڑائی، منتخب و لڑائیاں عام ہیں۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، گروپ اور جتنے اور عسکری ونگ بنے ہوئے ہیں جن کا کام ہی قتل و غارتگری کرنا ہے۔

## مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق کیسا ہونا چاہئے، اس بارے میں ۱۵ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔

(بخاری، کتاب الامان، باب المسلم من مسلم المسلمون... الخ، ۱۰۱/۱، الحدیث: ۱۰)

(۲)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لایحیہ... الخ، ۱۶/۱، الحدیث: ۱۳)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر غلم کرے نہ اسے حقیر جائے۔ تو کوئی یہاں ہے اور اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ فرمایا۔ انسان کے لیے یہ برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جائے۔ مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اس کی آبرو۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب نحریم ظلم المسلم وعذله... الخ، ص ۱۳۸، الحدیث: ۳۲ (۲۵۶۶))

(۴)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔“ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة العیال، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۱۹۲۸)

(۵)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سیاب المسلم... الخ، ص ۵۶، الحدیث: ۱۱۶ (۶۶))

### مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟

اگر مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا تو یہ خود کفر ہے اور ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور قتل کو حرام ہی سمجھا لیکن پھر بھی اس کا ارتکاب کیا تب یہ گناہ کبیرہ ہے اور ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔ آیت میں ”تعالیداً“ کا لفظ ہے اس کا ایک معنی ہمیشہ ہوتا ہے اور دوسرا معنی عرصہ دراز ہوتا ہے یہاں دوسرے معنی میں مذکور ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَيْبُتُوا وَلَا تَقُولُوا  
لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا فَعَسَا اللَّهُ مَعَائِمَ كَثِيرَةً ۖ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ  
عَلَيْكُمْ فَكَيْبُتُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۷﴾



توبہ لکڑا لایمان: اے ایمان والو! جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم جنتی دنیا کا اسباب چاہے ہو واللہ کے پاس بہتری نہیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توبہ لکڑا لایمان: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہے ہو بس اللہ کے پاس بہت سے نعمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کر لو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿وَإِذَا صَرَفْتُمْ فَاتَّبِعُوا﴾: جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کہ اس آیت مبارکہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ جو ذاس بن کھنک جو فدک کے رہنے والے تھے اور ان کے سوا ان کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا، اس قوم کو خبر لی کہ لشکر اسلام ان کی طرف آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر جو ذاس ظہرے رہے۔ جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو اس خیال سے کہ کہیں کوئی غیر مسلم جماعت نہ ہو یہ پہاڑی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے۔ جب لشکر آیا اور انہوں نے اللہ انہوں کے غرور کی آوازیں سنیں تو یہ خود بھی بھیج پڑتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے: لا إله إلا الله محمدٌ رسول الله، السلام علیکم۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہل فدک توبہ کا فر ہیں یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے ایمان کا اظہار کر رہا ہے۔ اس خیال سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے۔ جب تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہل خانہ کو واپس کر دو۔

(بخاری، النساء، تحت الآية ۹۴، ۱/۱۶۷)

یہ روایت الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت و نشانی پاؤ تو اس سے ہاتھ روک لو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ ایسا وہاں وادِ ترند ی شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر تم کوئی مسجد دیکھو یا از ان سنو تو قتل نہ کرو۔ (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی دعاء

المشرکین، ۶/۳، الحدیث: ۲۶۳۰، ترمذی، کتاب البیرو، ۲، باب، ۱۹۴/۳، الحدیث: ۱۰۵۴)

﴿كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔ پھر مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیئے گئے تھے اور تمہارا اظہار ایمان بے اعتبار نہ قرار دیا گیا تھا ایسا ہی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تمہیں بھی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام پر استقامت بخشی اور تمہارا سوسن ہونا مشہور کیا، لہذا خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی ایمان دار قتل نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جو مسلمان کافروں میں رہتا ہو اور اس کے ایمان کی مسلمانوں کو خبر نہ ہو تو اس کے قتل سے نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ دعت۔ یاد رہے کہ کچھلی آیت میں وہ صورت مذکور ہوئی جہاں مسلمان کا اسلام سب کو معلوم ہو مگر اندھیرے سے پتہ نہ لگے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے اور اس آیت میں وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں مسلمان کا ایمان کسی کو معلوم نہیں۔ لہذا ان دونوں آیات میں شعا مرض نہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقُعْدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكَذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْخَصْفَ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعْدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: ہر ایک نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے پیٹھ پر ہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: عذر والوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے پیٹھے رہے وہ عذر والوں کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہر ایک نہیں۔ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو پیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو پیٹھے رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔

﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعُودُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَعِ﴾: عذر والوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے پیٹھے رہے وہ برابر نہیں۔ کچھ اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ پیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کے لیے بڑے درجات و ثواب ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے یا ناطہ قحی یا نابینائی یا ہتھ پاؤں کے کاٹا کر ہونے اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے جبکہ انھی نیت رکھتے ہوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب اس آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا کہ مجاہدین اور غیر مجاہدین برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا صحابی تھے عرض کرنے لگے کہ "یا رسول اللہ! ضلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم، میں نابینا ہوں، جہاد میں کیونکر جاؤں اس پر آیت "غَيْرُ أُولِي الضَّرَعِ" نازل ہوئی یعنی معذوروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب قول اللہ لا یستوی القاعدون... الخ ۲/۲۶۳، الحدیث: ۲۸۳۲)

اور بخاری شریف میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے (غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت) فرمایا: کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کی گھاٹی یا آبادی میں نہیں چلے گئے وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں انہیں عذر نہ روک لیا ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب من حسہ العذر عن الغزوہ ۲/۲۶۵، الحدیث: ۲۸۳۹)

### نیت کی صحت اور جہاد کا ثواب

اس سے معلوم ہوا کہ نیت بہت عظیم عمل ہے کہ حقیقتاً عمل کے بغیر بھی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔ ہاں یہ ہے جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ راہ خدا میں جان و مال خرچ کرنے کی کتنی عظیم فضیلت ہے اس کیلئے ذیل کی ۱۴ احادیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی یہاں رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم، لوگوں میں سے کون سا شخص افضل ہے؟ ارشاد فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب افضل الناس مؤمن یحاهد بنفسہ... الخ ۲/۲۱۹، الحدیث: ۲۷۸۶)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم سے عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے برابر بھی کوئی عبادت ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا "تم اس کی اصطلاح نہیں رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال پھر دہرایا، یا نبی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے ہر بار فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح

ہے جو روزے دار ہو، قیام کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی آجوں پر عمل کرنے والا ہو، روزے اور نماز سے جھکتا یا آگستا نہ ہو۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، ص ۱۰۴۴، الحدیث: ۱۱۰ (۱۸۷۸))

(3)..... حضرت کریم بن قاسم زحبی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ۲۳۳/۳، الحدیث: ۱۶۳۱)

(4)..... حضرت معاذ بن حنفیہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کل کر) ذکر کرنے کا ثواب مال خرچ کرنے سے سات لاکھ گنا زیادہ ہے۔

(مسند امام احمد، مسند الحکیمین، حدیث معاذ بن انس المہنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۳۱۴/۵، الحدیث: ۱۵۶۴۷)

**دَرَجَتٌ مِّنْہٗ وَمَغْفِرَۃٌ وَرَاحَۃٌ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا رَّحِیْمًا ۝۶۱**

ترجمہ اَللّٰہِ اَجَابَ: اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ اَللّٰہِ اَجَابَ: اس کی طرف سے بہت سے درجات اور بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿دَرَجَتٌ مِّنْہٗ﴾: اس کی طرف سے بہت سے درجات۔ ﴿اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر بیان فرمایا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہے اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

(تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآية: ۹۶، ۳۸۰/۱)

**جنت میں مجاہدین کے درجات اور مجاہدین کی بخشش**

احادیث میں مجاہدین کے جنتی درجات کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس سے متعلق 3 احادیث

درج ذیل ہیں

(1)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں سو درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسریر، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ... الخ، ۲۵۰/۴، الحدیث: ۲۷۹۰)

(2)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اے ابوسعید! زحبی اللہ تعالیٰ عنہ، جو شخص اللہ تعالیٰ کے رتبہ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذیہ و منلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات اچھی لگی تو عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! منلم اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ و منلم اس بات کو وہ بارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ منلم اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ و منلم نے وہ بارہ اسی طرح فرمایا، پھر ارشاد فرمایا: ”ایک بات پور بھی ہے جس کی وجہ سے بندے کے سوار جات بلند ہوتے ہیں اور پور و روجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! منلم اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ و منلم، وہ درجہ کس چیز سے ملتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے۔“ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ما اصاب اللہ تعالیٰ للمجاهد فی الحتہ من الدرجات، ص ۴۵، ۱، التحفہ: ۱۱۶ (۱۸۸۴))

(3)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم منلم اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ و منلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس کا گھر سے لگنا صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے دین کی تصدیق کی خاطر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس بات کا خاصا اجر دے گا کہ وہ شہید ہو گیا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اگر اسے قیامت کے ساتھ اس کو اس کے مسکن میں واپس کر دے گا جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔“ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد و الخروج فی سبیل اللہ، ص ۴۲، ۱، التحفہ: ۱۰۴ (۱۸۷۶))

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَهَذَا جَزَاؤُا فِيهَا قَالُوا بَلَىٰ فَاُولَٰئِكَ مَا وَلَّهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

ترجمہ کنزالایضاح: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کا بے میں تھے کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو انہوں کا حکم جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمہ کنزالایضاح: جبکہ وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم اس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا حکم جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوگوں کی جگہ ہے۔

﴿قَالُوا لَيْسَ أَتَقْبَلُہُمْ﴾: اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مکر اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب ان الذین یوقعونہم فی الحاکمہ... الخ، ۲۰/۹۳، الحدیث: ۴۰۹۶، سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب البیرو، باب فرض الہجرۃ، ۱۲/۹، الحدیث: ۱۷۷۴۹)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرض ہجرت ترک کر کے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جہنم کئے ہوئے کہتے ہیں: تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور (کافروں کی سر زمین میں رہنے کی وجہ سے) وہیں کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور انہیں ڈالتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم کفر کی سر زمین سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن لوگوں کے برے احوال یہاں بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بڑی لوٹنے کی جگہ ہے۔

(جلائل، النساء تحت الآیۃ: ۹۷، ص ۸۰، روح البیان، النساء تحت الآیۃ: ۹۷، ۲۶۸/۲، ۲۶۹، ملفوظاً)

### ہجرت کب واجب ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی شہر میں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکتا ہو اور یہ جائے کہ دوسری جگہ جانے سے اپنے فرائض دینی ادا کر سکے گا اس پر ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ اس حکم کو سامنے رکھ کر کافروں کے درمیان رہنے والے بہت سے مسلمانوں کو غور کرنے کی حاجت ہے۔ اللہ عز و جل توفیق عطا فرمائے۔ حدیث میں ہے جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا مگر چاہیک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے جنت واجب ہوئی اور اس کو حضرت ابراہیم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں کر ہوگی۔

(تفسیر سمرقندی، العنکبوتہ تحت الآیۃ: ۵۶، ۵۴۷/۲)

### ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان زغنۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہجرت کی اقسام بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک قسم کہ دائرہ الاسلام سے ہجرت ہو، اس بارے میں فرماتے ہیں:

رہا دائرہ الاسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی،

عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرت خاص میں تین صورتیں ہیں،

- (۱)..... اگر کوئی شخص کسی خاص وجہ سے کسی خاص مقام میں اپنے دینی فرائض بجا نہ لاسکے اور دوسری جگہ انہیں بجالانا ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے تو اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے، اور اگر اس محلہ میں محذور ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں چلا جائے۔
- (۲)..... یہاں اپنے مذہبی فرائض بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا تقدس پر فرض ہے وہ نہ جا سکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے وہ بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دائر الاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے،

حدیث میں ہے: کسی آدمی کے گھر کا رہنا ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کر دے جس کا تقدس کے ذمے تھا۔  
یادہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہوتا ہے بھی وہاں سے ہجرت کرنا حرام ہے۔

- (۳)..... نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت ہے، اسے اختیار ہے کہ یہاں رہے یا چلا جائے، جو اس کی معلومت سے ہو وہ کر سکتا ہے، یہ تفصیل دائر الاسلام میں ہے۔  
(ذی رجب ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۲۱ھ)

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ  
حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۖ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ ۖ  
وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝

ترجمہ کنکنا الایمان: مگر وہ جو دوا لے گئے مگر داور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جائیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمہ کنکنا البصائر: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں۔ تو عنقریب اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے۔ اس آیت اور اس کے

بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ ہی وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز اور مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قائل گرفت نہیں، غرض کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ (جلالینہ النساء، تحت الآية: ۹۸، ص ۸۵، روح البیانہ النساء، تحت الآية: ۹۷، ۲/۲۶۹، ملقطاً)

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا كَثِيرًا وَاسْعَةً  
وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ  
فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں گھر یا چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجانے والے گاہ اور چھاپنے والے گھر سے لے گا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجانے والے گاہ اور چھاپنے والے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے پھر اسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے۔ کھشان نزول: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو حضرت جندب بن صخرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ بہت بڑے شخص تھے، کہنے لگے کہ میں مسکینی لوگوں میں تو ہوں نہیں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم اب میں مکہ مکرمہ میں ایک رات نہ ٹھہروں گا، مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چار پائی پر لے کر پہنچا لیکن مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہی مقام عقیقہ میں آ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ آخری وقت انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا، یا رب! اغفر ذنوبی، یہ تیرا ہے اور یہ تیرے رسول کا ہے، میں اُس چیز پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت لی۔ مَبْنَحَانِ اللہ، یہ خبر پڑ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا، کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتابا بڑا ہوتا اور مشرک ہونے لگے اور کہنے لگے کہ جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (مغنی، النساء، تحت الآیہ: ۱۰۰، ۳۷/۱)



اور ان کی عظمت و شان کو بہترین انداز میں بیان فرمایا کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے پھر اسے منزل تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کریم کے وعدے اور اس کے فضل و کرم سے اس کے قدمہ کرم پر ہے، یوں نہیں کہ اس پر بطور معاوضہ واجب ہے کیونکہ اس طور پر کوئی چیز اللہ غفور و غل پر واجب نہیں۔ اللہ غفور و غل کی شان اس سے بلند ہے۔

**نیکی کا ارادہ کر کے نیکی کرنے سے عاجز ہو جانے والا اس نیکی کا ثواب پائے گا**

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس نیکی کا ثواب پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی کر لی تو اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جس نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کر لے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔“

(مسلم، کتاب الایمان، باب اذا هم العبد بحسنه كتب... الخ، ص ۷۹، الحدیث: ۲۰۶ (۱۳۰))

**کن کا مومن کے لئے وطن چھوڑنا ہجرت میں داخل ہے**

صدر الا فاضل مولانا حمید الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ طلب علم، جہاد، حج و زیارت و عید، نیکی کے کام، زہد و تقویٰ اور رزقِ حلال کی طلب کے لیے ترک وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا حیرا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے علم حاصل کرتے ہوئے موت آگئی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان صرف درجہ ثبوت کا فرق ہوگا۔

(معجم الاوسط، باب الباء من اسمہ یعقوب، ۱۲۷/۶، الحدیث: ۹۴۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو حج کے لئے نکلا اور مرگیا، قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور مرگیا، اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند ابو یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ، ۴۱/۵، الحدیث: ۶۳۲۷)

**وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا**

مِنَ الصَّلَاةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِكُمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ  
كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے چنگ کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے چنگ کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

﴿وَ اِذَا خَشِيتُمْ فِي الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاصْبِرُوْا لَهُمْ سَبْعَ نَفْسٍ اَوْ اَكْثَرَ ذٰلِكَ هِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾  
یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔

### نماز قصر کے بارے میں ۴ مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے نماز قصر سے متعلق ۴ شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

- (۱)..... اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں ہے۔
- (۲)..... کافروں کا خوف قصر کے لیے شرط نہیں، چنانچہ حضرت اعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں (محرم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی قیوب ہوا تھا تو میں نے تمہیں کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ اس پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ عز و جل کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصر ما، باب صلاۃ المسافرین و قصر ما، ص ۳۴۷، الحدیث: ۴ (۶۸۶))

آیت کے نازل ہونے کے وقت چونکہ سرائے یثرب سے خالی نہ ہوتے تھے اس لیے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی عملی تھا کہ امن کے سفروں میں بھی قصر فرماتے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے۔

- (۳)..... جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی کم سے کم مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا بیل کی مختصر



اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تناسف کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں منہ کے سبب تکلیف ہو یا پیار ہو کہ اپنے ہتھیار رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنز العمال: اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کر دو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو بیٹھ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور (انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہئے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر تمہیں ہارش کے سبب تکلیف ہو یا پیار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنے ہتھیار رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ﴾ اور جب تم ان میں ہو۔ اس آیت میں نماز خوف کی جماعت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ اُت الازحاح میں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین نے نوکھا کیا آپ نے تمام صحابہ جنہم اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز ظہر یا جماعت ادا فرمائی تو انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت میں کیوں نہ حملہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا موقع تھا۔ ان میں بعضوں نے کہا کہ اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نماز عصر، لہذا جب مسلمان اس نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کر کے انہیں قتل کر دو۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز خوف ہے یعنی اب یوں نماز پڑھیں۔ (بخاری، النساء، تحت الآیہ: ۱۰۲، ۱/۴۲۳)

### آیت میں بیان کیا گیا نماز خوف کا طریقہ

اس آیت میں نماز خوف کا طریقہ یہ بیان کیا گیا کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے، ان میں سے ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں نماز پڑھائیں اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آجائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقعہ رکعت

پڑھ لیس اور جن کی دینی باتیں ہیں وہ وہ پڑھ لیس اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مسلح رہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز کی جماعت ایسی اکہم ہے کہ اس کی سخت جنگ کی حالت میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلا وجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں سختیکں گنا زیادہ ثواب ہے۔

وَدَّ اَلَيْسَ لَكَ عَمَلٌ مَّا تَدْعُوهُ لَكَ بِهِ حَقٌّ وَاَنْتَ لَا تَعْمَلُ اور کا فر یہ جانتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر ہتھیار تہہ دارے پاس ہوں گے تو دشمن تم پر چاک حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ آیت کے اس حصے کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہٴ ذات النطاق سے جب فارغ ہوئے اور دشمن کے بہت آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموال غنیمت ہاتھ آئے اور کوئی دشمن مقابلے میں باقی نہ رہا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قضاے حاجت کے لیے جنگل میں تہا عطف لے گئے، دشمن کی جماعت میں سے غورث بن حارث یہ خبر پا کر تلواریں لیے ہوئے چھپ چھپ کر پہاڑ سے اتر اورا چاک تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور تلواریں کھینچ کر کہنے لگا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ یا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ“ اور ساتھ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ جب اُس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تلواریں چلائے گا ارادہ کیا تو اودے مندر پڑا اور تلواریں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو تلواریں کفر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کوئی بچائے گا؟ کہنے لگا، میرا بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”أَفْهَمْتُكَ لِقَابِ اللَّهِ وَأَفْهَمْتُكَ أَنْ تُفْهَمَ اللَّهُ“ پڑھ تو میری تلواریں تجھے دے دوں گا میں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میں کبھی آپ سے نہ لڑوں گا اور زندگی بھر آپ کے کسی دشمن کی مدد نہ کروں گا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلواریں اس کو دے دی کہنے لگا، یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھ سے بہت مبتر ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! ہمارے لائق یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ہتھیار اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(أبو سعودة النساء، تحت الآية: ٢-١، ٥٧٩/١)

﴿اِنَّ كَانَ يَكْلَمُ اَدَمٰى﴾: اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو۔ ﴿اَلْحَكَمْتُهَا﴾ کہ اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت ساتھ رکھو گین۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی کہ میں اس وقت تمہارا رکھنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حالت غدر میں تمہارا رکھول رکھنے کی اجازت دی گئی۔ (قرطبی، التفسیر تحت الآیۃ ۲: ۴۰۶/۲۰۲، الجزء الخامس)

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ  
فَإِذَا أَطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
كِتَابًا مَّقُومًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکے تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو جب تک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو حسب معمول نماز قائم کرو جب تک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔

﴿فَإِذَا دُكِّرُوا لِلَّهِ﴾: تم اللہ کو یاد کرو۔ یعنی ذکر الہی کی ہر حال میں بیٹھنے کی اور کسی حال میں اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد تعیین فرمائی سوائے ذکر کے کہ اس کی کوئی حد نہ رکھی بلکہ فرمایا کہ ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے، رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غنا میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔

(تفسیر طبری، النساء، تحت الآية: ۲۹، ۳۰/۴)

### اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق ۲ شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق ۲ شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(۱)۔۔۔۔۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد جو کلمہ توحید کا ذکر کیا جاتا ہے وہ جائز ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور بخاری و مسلم کی احادیث صحیحہ سے بھی یہ ذکر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں: ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدَّ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهَ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْخَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَنَعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مَنَعْتَ لِمَا

مَنْعَتْ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَهَنَّمُ“ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعزیمیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اے اللہ! جو تُو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تُو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے پر دولت قطع نہیں دے گی۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۲۹۹/۱، الحدیث: ۸۴۴)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد یہ فرماتے تھے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا تَحْوَئِ وَلَا تُفَوِّدُ إِلَّا بِاللَّهِ إِلَّا اللَّهُ وَلَا تَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ الْبَقَعَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الشَّاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ خَرَجَ الْكَافِرُونَ“ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات بلند آواز سے فرماتے تھے۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، بیان صفہ، ص ۲۹۹، الحدیث: ۱۳۹/۱۰۹۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”بلند آواز سے ذکر کرتا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”جب میں اس (بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا تو اسی سے لوگوں کے (نماز سے) فارغ ہونے کو جان لیتا تھا۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۲۹۳/۱، الحدیث: ۸۹۱، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ص ۲۹۹، الحدیث: ۱۲۲/۱۰۸۳)

البتہ یہ یاد رہے کہ ذکر کرتے وقت اتنی آواز سے ذکر کیا جائے کہ کسی نمازی یا سولے والے کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

(۲)۔۔۔ ذکر میں تسبیح، تہمید، تہلیل، بحیر، ثناء، دعا سب داخل ہیں۔

﴿يَكُنْ لَهُمُ مَّقْصُودًا مَّقْرَرًا وَقَدْ بَرَأَ فِيهِمْ﴾ کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں لہذا لازم ہے کہ ان اوقات کی رعایت کی جائے۔

### سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ احادیث میں بھی سفر کے دوران دو نمازوں کو جمع کرنے کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے

نماز مغرب ہے جسے مؤدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پہلے تیار کی میں پڑھی تھی۔

(مسلم، کتاب الحج، باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح... الخ، ص ۶۷۱، الحديث: ۲۹۲ (۱۲۸۹))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "وَسَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيَّاتِي بَارَكُ سَوَاحِبِي كَيْسِي مَغْرِبِ مَغْرِبِ وَعِشَاءَ مَا كَرَنَ پڑھی۔"

(ابو داؤد، کتاب صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلوتين، ۹/۲، الحديث: ۱۲۰۹)

یاد رہے کہ جس سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا وہ جُمُعَةُ الْوُضُوحِ کا سفر تھا اور نویں ذی الحجہ کو مدینہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھا تھا اور دیگر جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں جمع سُورِیٰ مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت میں اور دوسری نماز اول وقت میں ادا کی گئی جیسا کہ درج ذیل دو روایات سے واضح ہے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچنے کی جلدی ہوتی تو (آخری وقت سے کچھ پہلے) مغرب کی اقامت کہہ کر نماز پڑھ لینے، سلام پھیر کر کچھ دیر ٹھہرے پھر عشاء کی اقامت ہوتی اور نماز عشاء کی دو رکعتیں پڑھتے۔"

(بخاری، کتاب تفسیر الصلاة، باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر، ۳۷۴/۱، الحديث: ۱۰۹۲)

حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کے لئے کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "پلٹے رہو، یہاں تک کہ جب حَقِيقُ دُوبَعِ کے قریب ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتر کر نماز مغرب پڑھی، پھر اٹھا فرمایا یہاں تک کہ شَفِیقُ دُوبَعِ گئی، اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عشاء پڑھی، پھر فرمایا "حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب (کسی کام کی وجہ سے) جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔"

(ابو داؤد، کتاب صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلوتين، ۱۰/۲، الحديث: ۱۲۱۲)

نوٹ: اس مسئلے سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی پانچویں جلد میں موجود

اعلیٰ حضرت امام محمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کِتاب "خَاجِرُ الْبَحْرَيْنِ الْوَالِئِيُّ عَنْ خُصَمِ الصَّلَاتَيْنِ" (دو نمازیں ایک وقت میں پڑھنے کی ممانعت پر رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔





قصیدۃ کائنات عرفان: اے حبیب! چونکہ ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں میں اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں۔ چونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَإِذَا آتَيْنَا إِلَيْنَا الْكِتَابَ بِالْحَقِّ: اے حبیب! چونکہ ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری۔﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعنے بن ابیرق نے اپنے مسایہ قادیان بن نعمان کی زہر چرا کر آٹے کی بوری میں ایک یہودی کے ہاں چھپادی جب زہر کی تلاش ہوئی اور طعہ پر غبہ کیا گیا تو وہ انکار کر گیا اور قسم کھا گیا۔ پوری پہنچی ہوئی تھی اور آٹا اس میں سے گرنا جاتا تھا اس کے نشان سے لوگ یہودی کے مکان تک پہنچے اور بوری وہاں پائی گئی، یہودی نے کہا کہ طعہ اس کے پاس رکھ گیا ہے اور یہودیوں کی ایک جماعت نے اس کی گواہی دی اور طعہ کی قوم بنی ظفر نے یہ غم کر لیا کہ یہودی کو چور قرار دیں گے اور اس پر قسم کھائیں گے تاکہ ہماری قوم رسوا نہ ہو اور ان کی خواہش تھی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طعہ کو بری کر دیں اور یہودی کو سزا دیں۔ اسی لیے انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے طعہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جموئی گواہی دی۔ تب یہاں آیت کریمہ اتری۔

(بیضاوی، النساء، نعت الآلہ، ۱۰۰، ۱۱/۲۱)

### حکام فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں

اس آیت میں بظاہر خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت قیامت تک کے حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کیا کریں اور صحیح طعہ کو بغیر دروغ و عادت سزا پوری دیا کریں۔ طعہ بظاہر مؤمن تھا اور یہودی کا فر تھا مگر فیصلہ اس موقع پر یہودی کے حق میں ہوا۔

### عصب کا رد

اسی آیت سے تعصب کا رد بھی ہوتا ہے کہ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ آدمی اپنی قوم یا خاندان کی ہر معاملے میں تائید کرے اگرچہ وہ باطل پر ہوں بلکہ حق کی اشاعت کرنا ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک و صوبہ، زبان و ثقافت کے ہر قسم کے تعصب کا رد ہے۔ کثیر احادیث میں بھی تعصب کا شدید رد کیا گیا ہے، چنانچہ ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! احنی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ اپنی قوم کی ظلم میں مدد کرنا تعصب ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبۃ، ۳۲۷/۴، الحدیث: ۳۹۴۹)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو بلا وجہ جنگ کرے یا تعصب کی جانب بلائے یا تعصب کی وجہ سے قصہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبۃ، ۳۲۷/۴، الحدیث: ۳۹۴۸)

(۳)..... حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جس نے کسی کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت بر باد کر لی۔“

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان بسيفهما، ۳۳۹/۴، الحدیث: ۳۹۶۶)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ أَنفُسَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا

توجہ کثرت الایمان: اور ان کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں، چٹک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغا باز گنہگار کو۔

توجہ کثرت الایمان: اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ چٹک اللہ پسند نہیں کرتا اسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑنا، کثرت آیت میں اور اس آیت میں فرمایا کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔

خیانت کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت

اس سے وکالت کا پیشہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا موکل مجرم

و خان ہے لیکن وہ مال بیورنے کے پکر میں مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا دیتا ہے اور ظالم کی طرف داری کرتا ہے، اس کی طرف سے دلائل پیش کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دوسرے فریق کا حق مارتا ہے اور نہ جانے کن کن حرام کاموں کا شوق نیکب ہوتا ہے۔ کورٹ پیکری سے قتل رکھنے والے حضرات ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں مگر ارش ہے کہ اللہ عز و جل کے اس فرمان کو بغور پڑھیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ان فرامین پر غور کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَالتَّبَاطُلُ الْحَقُّ

(بقرہ: ۱۹۰)

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

بوجہ کحق نہ چمپاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

وَتَذْكُرُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لَعَلَّكُمْ أَفْرِقْتُمْ

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

(بقرہ: ۱۸۸)

اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَأْكُلْ بِمَا عَمِلَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَكُمْ

تُؤْتَى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

(ال عمران: ۱۶۶)

توجہ لکڑا جعفری: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھاؤ۔

توجہ لکڑا جعفری: اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر عہد نہیں کیا جائے گا۔

اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ارشادات پر غور کریں اور اپنے برے افعال سے توبہ کریں، چنانچہ حضرت سرور بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو خیانت کرنے والے کی پرودہ پوشی کرے تو وہ بھی اس ہی کی طرح ہے۔“

(ابو داؤد، کتاب الحیاء، باب الہی عن السفر علی من غل، ۹۳/۳، الحدیث: ۲۷۱۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”وہ شخص ملعون ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ کرے۔“

(تاریخ بغداد، ۲۶۲-محمد بن احمد بن محمد بن جابر... الخ، ۳۶۰/۱)

یہ بھی یاد رہے کہ جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

يَسْتَحْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّنُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿۸۸﴾

توجہ لاکرنا ایمان: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو نا پسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

توجہ لاکرنا ایمان: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ اُس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿يَسْتَحْفُونَ مِنَ النَّاسِ﴾ وہ لوگوں سے شرماتے ہیں۔ کچھ یعنی طوعہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کرنے کی بنا پر اور ان کی طرف سے نقصان پہنچنے کے ڈر سے اُن سے تو شرماتے اور چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے احوال کو جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں حتیٰ کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ اپنے دل میں ایسی بات تجویز کرتے ہیں اور رات میں ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر انزام لگانا، جموئی قسم کھانا اور جموئی گواہی دینا، اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ (جلالین، النساء، تحت الآية ۹۷، ص ۸۶، روح البیان، النساء، تحت الآية ۱۰۸، ۲۷۹/۲ - ۲۸۰، ملفوظات)

### تقویٰ و طہارت کی بنیاد

یہ آیت مبارکہ تقویٰ و طہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ عز و جل سے چھپا ہوا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکھنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ عز و جل دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا کوئی شخص مراقبہ کر لے اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھالے تو گناہوں کا علاج نہایت آسان ہو جائے گا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تحضری دُخْنَةُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں تین سال کی عمر کا تھا کہ

رات کے وقت اٹھ کر اپنے ماموں حضرت محمد بن سوار زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ کو نماز پڑھتے دیکھتا۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو اس اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا ہے؟ میں نے پوچھا: میں اسے کس طرح یاد کروں؟ آپ زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب لیٹے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دے بغیر شخص دل میں یہ کلمات کہو:

”اللَّهُ مَعِيَ، اللَّهُ نَاجِلٌ إِلَيَّ، اللَّهُ شَهِيدٌ“

اللہ غور زخی میرے ساتھ ہے، اللہ غور زخی مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے۔

(حضرت ہبل زخنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) میں نے چند ائمہ میں یہ کلمات پڑھنے اور پھر ان کو بتایا، انہوں نے فرمایا: ہر رات سات مرتبہ یہ کلمات پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا اور پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھا تو مجھے اپنے دل میں اس کی لذت معلوم ہوئی۔ جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے کہا: میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھنا، یہ تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔ میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو میں نے اپنے اندر اس کا اثر پایا، پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: اے ہبل! اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، کیا وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے؟ تم اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر رکھو۔ (احیاء العلوم، کتاب رياضة النفس وتہلج الإخلاقی... الخ، ص ۱۸۷، النج، ۹۱/۳)

هَآأَنْتُمْ هَآؤَآءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝۱۹

ترجمہ کنز الایمان: سنئے ہو یہ جو تم ہوں دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہوگا۔

ترجمہ کنز البقران: (اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا کارساز ہوگا؟

﴿ مَا تَنْتُمْ كَلَّا جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا : سِوَاہِ قِمَہِ ہُو جَدِیَا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے۔﴾  
یہاں عام لوگوں سے اور بطور خاص طمع کی قوم سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! اس لوہم جو آج دنیا کی زندگی میں ان  
خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والا بحرم اللہ غزوہ جلی کی بارگاہ میں  
پیش ہوگا اور اللہ غزوہ جلی اس کے عذاب کا فیصلہ فرما دے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ غزوہ جلی سے جھگڑے گا  
یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا؟ یعنی جیسے دنیا میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے  
اللہ غزوہ جلی کی بارگاہ میں جھگڑنا ناممکن ہے کہ اللہ غزوہ جلی سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

### شفاعت کا ثبوت

یاد رہے کہ اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ محبوبوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی  
بخشش کے لئے رب تعالیٰ سے تاز کے طور پر جھگڑنا آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ غزوہ جلی فرماتا ہے:  
﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّ الْإِبْرَاهِيمَ ﴾  
توجہ! کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس  
کے پاس شفاعت کرے۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۵)

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی غفۃ الکونین سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا "قیامت کے دن جب کچھ بچے کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا تو وہ اپنے رب غزوہ جلی سے  
جھگڑے گا۔ فرمایا جائے گا "إِنَّمَا الشَّفِطَةُ الْمَوَالِغُ مِنْهُ" اے کچھ بچے اپنے رب غزوہ جلی سے جھگڑنے والے! اپنے  
ماں باپ کو جنت میں لے جا تب وہ انہیں اپنے ناف سے کہنے کا ٹیڑھی کر انہیں جنت میں داخل کر دے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب المنازک، باب ما جاء فیمن أصیب بسقط، ۲/۲۷۳، الحدیث: ۱۶۰۸)

مگر یہ جھگڑا رب کریم کی بارگاہ میں تاز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا  
رَّحِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ  
عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَزِرْهُ بِهَا بَرِيًّا

## فَقَدْ احْتَسَلَ بُهْتَانًا وَ اِثْمًا مُبِينًا ۝

توبہ کنانہ الاعیان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشے والا مہربان لوگائے گا اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پر پڑے اور اللہ عظم و حکمت والا ہے اور جو کوئی خطایا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر مقبوظ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

توبہ کنانہ الاعیان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کمارہا ہے اور اللہ عظم و حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

﴿وَمَنْ يَعْصِ سَوْجِدًا﴾ اور جو میرا عمل کرے۔ اے اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تعین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عز و جل سے معافی کا طلب کرے وہ اور بھی توبہ کرے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اللہ عز و جل کو غفور و رحیم پائے گا۔ مشہحان اللہ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو گناہ کرے گا وہی اس گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔

**گناہ جاریہ کا سبب بننے والے کو گناہ کرنے والے کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا**

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو کسی گناہ جاریہ کا سبب بنا تو اسے گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے میٹھا کھولا یا شراب خانہ کھولا یا بے حیائی کا اڈا کھولا یا اپنی دکان وغیرہ پر قلمیں چلائیں جہاں لوگ بیٹھ کر دیکھیں یا کسی کو نلہ راہ پر لگا دیا کسی کو شراب، جو یا پانے کا عادی بنا دیا تو اس صورت میں گناہ کا کام کرنے والے اور اسے اس راہ پر لگانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ احادیث میں یہ مضمون بکثرت ملتا ہے، چنانچہ ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چنانچہ جسے ظلم قتل کیا جائے تو اس کے خون کا گناہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے بیٹے پر ہوگا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ نکالا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وقرآنہ، ۴۱۶۲/۲، الحدیث: ۳۳۳۵)



(2)۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا تو عمل کرنے والے کے ثواب کی مثل ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی بھی نہ ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا تو عمل کرنے والے کے گناہ کی مثل گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنۃ حسنة او سیئة... الخ، ص ۱۴۳۷، الحدیث: ۱۵ (۲۶۷۳))

(3)۔ حضرت ابو مسعود انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی بھلائی کے کام پر رہنمائی کی تو اس کے لئے وہ کام کرنے والے کی طرح ثواب ہے۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانة العازی فی سبیل اللہ... الخ، ص ۱۰۰، الحدیث: ۱۳۳ (۱۸۹۳))

(4)۔ حضرت ابو ہریرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہدایت کی طرف بلائے تو اسے ویسا ثواب ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنۃ حسنة او سیئة... الخ، ص ۱۴۳۸، الحدیث: ۱۶ (۲۶۷۴))

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا﴾ اور جو کوئی ظلمی یا گناہ کا ارتکاب کرے۔ پھر اس آیت میں تیسری بات ارشاد فرمائی گئی کہ جس نے کسی بے گناہ پر الزام لگایا تو اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ آیت میں گناہ سے مراد گناہ کبیرہ اور خطا سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

### بے گناہ پر تہمت لگانے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے گناہ کو تہمت لگانا سخت جرم ہے وہ بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ طعنہ نے یہودی کافر کو بہتان لگایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ احادیث میں بھی بے گناہ پر تہمت لگانے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ

حضرت ابو رواحہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس

نے کسی کی کوئی ایسی بات ذکر کر جواس میں نہیں تاکہ اس کے ذریعے اس کو عیب زدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنی اپنی ہوئی بات ثابت کرے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا رہے گا)

(مصباح الاوسط، من اسامہ مقدمہ، ۳۲۷/۶، الحدیث: ۸۹۳۶)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مرد یا عورت نے اپنی لوطی کو "اے زانیہ" کہا جبکہ اس کے زمانے آگاہ نہ ہو تو قیامت کے دن وہ لوطی انہیں کوڑے لگائے گی، کیونکہ دنیا میں ان کے لئے کوئی حد نہیں۔ (مسندک، کتاب الحدود، ذکر حد الفلف، ۵۰۲/۵، الحدیث: ۸۱۷۱)

### اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول

اس آیت سے ایک تو کسی پر بہتان لگانے کا حرام ہونا واضح ہوا اور دوسرا اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا علم ہوا کہ اسلام میں انسانی حقوق کا کس قدر پاس اور لحاظ ہے، جتنی کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ واقعہ اور آیات مبارکہ کفار کے سامنے پیش کرنے کی ہیں کہ وہ یکساں اسلام کی تعلیمات کتنی حسین اور عمدہ ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ  
وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَصْرِفُونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ  
عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ  
عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿۱۳۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے حق آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک ایک گروہ نے آپ

کو (صحیح فیصلہ کرنے سے) بھانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھادیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا افضل بہت بڑا ہے۔ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ ان میں سے ایک گمراہ نے ارادہ کیا تھا کہ یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار ہی سے کام چل رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اسے حبیب اعلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم اللہ عزوجل نے تم پر بڑا افضل فرمایا اور رحمت کی کہ تمہیں نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگار عالم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور آپ پر تمام علوم ظاہر نہ کر دیتے ہوئے تو یہ آپ کو بہکا دیتے۔ یہاں بھکانے سے مراد وہو کہ دے کر غلام فیصلہ کر دالیتا ہے۔ وہ لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یہ تو اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں کیوں کہ اس کا وبال انہیں پر ہے، یہ حضور اور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کو دھوکہ دہیں دے سکتے کیونکہ ان کی حفاظت ان کا رب عزوجل فرماتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے معصوم بنالیا ہے۔

﴿وَعَلَّمَكَ خَلْقَ الْإِنسَانِ فِي الْمَثَلِ﴾ اور تمہیں وہ سب کچھ سکھادیا جو تم نہ جانتے تھے۔ یہ آیت مبارکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کی عظیم مدح پر مشتمل ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اسے حبیب اعلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو دین کے امور شریعت کے احکام اور غیب کے وہ حکم عطا فرمادیے جو آپ نہ جانتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق چند ضروری باتیں

یہاں حضور پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین رکھیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے۔ یہ باتیں پیش نظر ہیں تو ان شاء اللہ عزوجل کوئی گمراہ بھکا نہ سکے گا، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(۱)..... بے شک غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم واقعی ہمیں اس قدر (یعنی اتنی بات) خود ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(۲)..... بے شک غیر خدا کا علم اللہ تعالیٰ کی معلومات کو حاوی نہیں ہو سکتا، برابر تو دور کنارہ تمام اولیٰین و آخرین، انبیاء

وَمُرْسَلِينَ، ملائکہ و مقررین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ مسندوں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑوں حصے کو ہے کہ وہ تمام مسند اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متقاضی ہیں (یعنی ان کی ایک انتہا ہے)، اور متقاضی کو متقاضی سے نسبت ضرور ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے علوم وہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں (یعنی ان کی کوئی انتہا ہی نہیں)۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، مشرق و مغرب، روز اول و روز آخر جملہ کائنات کو محیط ہو جائیں پھر بھی متناہی ہیں کہ عرش و فرش دوسریں ہیں۔ روز اول و روز آخر دوسریں ہیں اور جو کچھ دوسروں کے اندر موجب متناہی ہے۔

(3)..... بالمثل غیر متناہی کا علم متصلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہوتی محال قطعی ہے نہ کہ فغاداً للہ تو تمیم مساوات۔

(4)..... اس پر اجماع ہے کہ اللہ غزوٰ خلی کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر وافر فیضوں کا علم ہے یہ بھی ضرور یا سوت دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(5)..... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اس افضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء علیہم السلام و انبیاء و تمام جہاں سے اعظم و اعظم ہے، اللہ غزوٰ خلی کی عطا سے حسیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسے فیضوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ غزوٰ خلی ہی جانتا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں ”هَاتِلَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ میں وہ سب کچھ داخل ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تکس جانتے۔ معتبر تفاسیر میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ درج ذیل پانچ تفاسیر میں اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(1)..... تفسیر البحر المحیط، النساء، نحت الایۃ: ۳۱۳/۳۶۲ (2)..... تفسیر طبری، النساء، نحت الایۃ: ۱۱۳،

۲۷۵/۴ (3)..... نظم الدعویۃ، النساء، نحت الایۃ: ۲۰۱۱۳/۳۱۷، (4)..... زاد المسیر فی علم التفسیر، النساء، نحت

الایۃ: ۱۱۳، ص ۳۲۴ (5)..... روح المعانی، النساء، نحت الایۃ: ۱۱۳/۱۸۷/۳

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا: اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ امام فخر الدین رازی زخنة اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم عطا فرمایا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنَ الْإِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (ہی اسرائیل: ۸۵) توجہ! کذا یعرفان: اور (کے کو) جس میں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

اسی طرح پوری دنیا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (النساء: ۷۷)

توجہ دے گا کہ ابھولا: اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا سارو  
سامان تھوڑا سا ہے۔

تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خورساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرما دے اس کی عظمتوں کا  
اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیرہ النساء: تحت الآية: ۱۱۳، ۲۱۷/۴)

لَا حَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَانِهِمْ إِلَّا مَنَ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ  
إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ  
نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

توجہ دے گا کہ ابھولا: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے  
کا اور جو اللہ کی رضا چاہئے تو ایسا کرے اسے مغرب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

توجہ دے گا کہ ابھولا: اُن کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقہ  
کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے  
مغرب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿لَا حَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَانِهِمْ﴾: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں۔ ﴿يہاں عام لوگوں کے حوالے سے بیان  
فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ عوامی کام زیادہ تر فضولیات پر مشتمل ہوتا ہے  
اور ان کے مشورے بے فائدہ مغز ماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ان کی بجائے وہ لوگ جو آپس میں  
اچھے کاموں کیلئے کام یا مشورہ کرتے ہیں جیسے صدقہ دینے کا حکم دیتے ہیں یا لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں یا نیکی کی دعوت  
عام کرنے کیلئے مشورے کرتے ہیں یا لوگوں میں صلح کروانے کیلئے مل جھٹتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مشوروں میں خیر اور بھلائی ہے۔

آیت ”لَا حَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَانِهِمْ“ کے چند پہلو

اس آیت مبارکہ میں اس گروہ کے لئے نصیحت ہے جن کے مشورے فضولیات پر مشتمل ہوتے ہیں یا جو عفا ذلہ

گناہ کو پروان چڑھانے کیلئے مشورے کرتے ہیں جیسے سناٹا بنانے، بے حیائی کے سینٹر بنانے، قلمی صنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں یہ مشورے صرف خیر سے خالی نہیں بلکہ شر سے بھرپور ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ان کے مقابلے میں آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے بشارت ہے جو نیکی کے کام کیلئے مشورے کرتے ہیں، ملک کے مسائل حل کرنے کیلئے، قوم کی پریشانیوں کو دور کرنے کیلئے، عوام کے معاملات سلجھانے کیلئے، لڑنے والوں کے درمیان صلح کرنے والے کیلئے، مہمان دوستی اور دیگر شے داروں کے جھگڑے ختم کروانے کیلئے، دوستوں میں ناراضگی ختم کر کے جانزدوستی کروانے کیلئے مشورے کرنے والے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یونہی بطور خاص اس آیت میں جن حضرات کا تذکرہ ہے وہ ہے نیکی کی دعوت کیلئے مشورے کرنے والے۔ ایسے تمام لوگوں کے مشورے خیر اور بھلائی سے بھرپور ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کی دعوت عام ہو، مسلمانوں کا پیچہ بچہ نمازی بنے، لوگ سنتوں کے پابند ہوں، ان میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو، بے حیائی کا خاتمہ ہو، لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں، مسلمان باہم بن جائیں، لوگوں کے گھمراہن کا گہوارہ بن جائیں، گھروں میں اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو، اللہ عز و جل کے پیاروں کا ذکر ہو۔ الغرض جو لوگ ان کاموں کیلئے مشورے کرتے ہیں وہ سب اللہ عز و جل کے پیارے ہیں۔ آیت مبارکہ کے چند پہلوؤں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ آیت نئی معاملات سے لے کر صوبائی، قومی، بلکی اور بین الاقوامی معاملات سب کو شامل ہے۔

﴿وَمَنْ يُفْعَلْ لِّكَ اهْتِمَاءُ مَوْصِيَاتِ اللَّهِ﴾ اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے۔ ﴿اَوْجِبْ﴾ مشوروں پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمادیا کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام اللہ عز و جل کی رضا کیلئے کئے جائیں تب اجر عظیم ہے ورنہ اگر دیا کاری کیلئے، اپنی یاد اور کروانے کیلئے، خود کو بڑا لیڈر، یا مسلح کھلوانے کیلئے، لوگوں میں عزت و شہرت و دولت حاصل کرنے کیلئے، تکیہ بازی کیلئے، بد عالم یا بُنڈے یا بُنڈے کیلئے، کھلوانے کیلئے یہ عمل کئے تو سراسر ناجای اور خسارہ ہے۔

وَمَنْ يُسَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

توجہ کثرت الایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر مکمل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پٹھنے کی۔

توجہ کثرت البصران: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ﴾ اور جو رسول کی مخالفت کرے۔ پھر اس آیت میں دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو حقیقت میں ایک ہیں۔ پہلی چیز کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جائز نہیں اور دوسری بات کہ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعت رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعت رسول سے ہٹنا ہوگا۔

### مسلمانوں کا اجماع حجت اور دلیل ہے

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کا اجماع و اتفاق حجت و دلیل ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔

(مبارک، النساء تحت الآية: ۱۱۵ ص ۲۵۳)

نیز اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا راستہ ہی صحیح مستقیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جماعت پر اللہ فخر و عزت

کا ہاتھ ہے (نسائی، کتاب تحريم الدم، قتل من فارق الجماعة... الخ، ص ۶۵۶، الحديث: ۴۰۲۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ سواوا عظیم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اس گروہ سے جدا ہوا وہ جہنم میں گرے۔

(مسندک، کتاب العلم، من شدَّ فتي الناس، ۳۱۷/۱، الحديث: ۴۰۳)

اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت ہے کیونکہ یہی مسلمانوں کی اکثریت کا ہے اور یہی بڑی جماعت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٣١﴾

توبۃ کثیرۃ الایام: اللہ اسے نہیں بخشا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

توبۃ کثیرۃ العرفان: اللہ اس بات کو نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پاپڑا۔

﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾: اللہ شرک کو نہیں بخشے گا۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت ایک بوڑھے اعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے نیزۃ الانبیاء منلی اللہ فدا فی علیہ ذلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا نبی اللہ! میں بوڑھا ہوں، گناہوں میں غرق ہوں، اس کے سوا کہ جب سے میں نے اللہ غزوٰ غزل کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا ہوں اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اس کے سوا کسی اور کو کافر سا نہ جانتی نہیں، بتایا اور جرأت و لیر کی کے ساتھ گناہوں میں جھلتا ہوا اور ایک ٹہل بھی میں نے پیمان نہ کیا کہ میں اللہ غزوٰ غزل سے بھاگ سکتا ہوں، میں شرمندہ ہوں، تائب ہوں، مغفرت چاہتا ہوں، اللہ غزوٰ غزل کے یہاں میرا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔  
(عزیزہ النساء تحت الآیۃ ۱۱۶، ۱۳۰/۱)

آیت ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

- (۱)۔۔۔ یہ آیت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ شرک نہیں بخشا جائے گا جبکہ مشرک اپنے شرک پر مڑے اور یہی حکم کفر کا ہے بلکہ علماء نے یہاں شرک سے مراد کفر لیا ہے۔ ہاں کافر و شرک زندگی میں توبہ کرے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔
- (۲)۔۔۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ، حقوق اللہ اور حقوق العباد تمام گناہ قابل مغفرت ہیں اگرچہ حقوق العباد کی مغفرت کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللہ غزوٰ غزل حق العبد صاحب حق سے معاف کرا دے گا۔
- (۳)۔۔۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفر و شرک کے علاوہ گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ امید ہے کیونکہ اللہ غزوٰ غزل نے فرمایا کہ جسے چاہے بخشے۔ اب اللہ غزوٰ غزل کے چاہے گا یہ معلوم نہیں لہذا یہ آیت گناہ پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِىَ أَلَا لِنُؤَاوِاْ إِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿۱۷۰﴾



توبہ اکثر الایمان: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔

توبہ اکثر الایمان: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کی۔

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ الْإِلَهِ﴾: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی۔ یہ مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ کچھ عورتوں کو پوجتے ہیں یعنی مؤثقتوں کو پوجتے ہیں جیسے لات، عزی، منات وغیرہ یہ سب مؤثقت نام ہیں۔ (بقیہ النساء تحت الآية: ۱۱۷، ۳۸۴/۱)

یونہی عرب کے ہر قبیلے کا ایک بت ہوتا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کو اس قبیلہ کی انٹی یعنی عورت کہتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اس لئے آیت میں فرمایا کہ مشرک عورتوں کو پوجتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے۔ اس لئے انہیں عورتیں فرمایا گیا ہے۔ (ابو سعود، النساء تحت الآية: ۱۱۷، ۵۸۵/۱)

ان مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان مروود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے ہی یہ بت پرستی کرتے ہیں۔

لَعْنَةُ اللَّهِ وَقَالَ لَا تَتَّخِذْنَ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿۵۸﴾

توبہ اکثر الایمان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا۔

توبہ اکثر الایمان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا۔

﴿لَعْنَةُ اللَّهِ﴾: جس پر اللہ نے لعنت کی۔ یہاں شیطان مراد ہے، اس پر اللہ غزوہ بنی نے لعنت کی اور اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا یعنی انہیں اپنا طاعت گزار بنادوں گا۔

وَلَا ضَلَالَتُمْ وَلَا مَيْيَتُمْ وَلَا مَرْتُمْ فَلْيَبْتَئِكُنَّ أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرْتُمْ  
فَلْيَعْيُرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ  
خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: قسم ہے میں ضرور انہیں بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ  
چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان  
کو دوست بنائے وہ صریحاً ٹوٹے میں پڑا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا تو یہ ضرور چالوروں کے کان چیریں  
گے اور میں انہیں ضرور گم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے  
تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا۔

وَلَا ضَلَالَتُمْ: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا۔ یہ شیطان کا کہنا تھا کہ میں ضرور لوگوں کو طرح طرح کی چیزوں کی،  
کبھی لمبی عمر کی، کبھی نڈا است و دنیا کی، کبھی باطل خواہشات اور کبھی اور قسم کی امیدیں دلاؤں گا اور وہ ان امیدوں کی دنیا میں  
پھرتے رہیں گے اور اللہ عز و جل سے غافل رہیں گے۔

لمی امید رکھنے کی مروت

شیطان مردود کا بڑا مقصد لوگوں کو بہکانا اور عملی اعتبار سے ایسا کر دینا ہے کہ نجات و مغفرت کا کوئی راستہ باقی نہ  
رہے، اس کے لئے وہ مختلف طریقے اپناتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لمپے عرصے تک زندہ رہنے کی سوج انسان کے  
دل، دماغ میں شفا کر موت سے غافل رکھتا ہے، حتیٰ کہ اسی آس امید پر جیتے جیتے اچانک دو وقت آجاتا ہے کہ موت اپنے  
دردناک قبضے میں گس لیتی ہے پھر اب چھٹاتے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کمیت، ناچار اپنے کئے اعمال کے انجام  
سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ فی زمانہ لوگوں کی اکثریت موت کو بھول کر دنیا کی لمبی امیدوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ امام غزالی

رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فَرَمَاتے ہیں ”جی زندگی کی امید دل میں باندھ لینا جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر دنیا کی محبت کی وجہ سے۔ جہالت اور نادانی تو یہ ہے کہ آدمی اپنی جوانی پر بھروسہ کر بیٹھے اور بڑھاپے سے پہلے مرنے کا خیال ہی دل سے نکال دے، اسی طرح آدمی کی ایک نادانی یہ ہے کہ تندرستی کی حالت میں ناگہانی موت کو ناممکن سمجھے۔ لہذا ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ان باتوں میں غور کرے ”کیا لاکھوں بچے جوانی کی دلیلیں پر پہنچنے سے پہلے ہی راسی عدم نہ ہوئے؟ کیا ہزاروں انسان چڑھتی جوانی میں موت سے ہم آغوش نہ ہوئے؟ کیا سینکڑوں نوجوان بھری جوانی میں تھم آجکل نہ بنے؟ کیا دسیوں نوجوان پیاریوں کا شکار نہ ہوئے؟ ان باتوں میں غور و فکر کے ساتھ ایک اور بات دل میں بٹھالے کہ موت اس کے اختیار میں نہیں کہ جب یہ چاہے گا تو اسی وقت آئے گی، اس طرح جوانی یا کسی اور چیز پر بھروسہ کرنا خود ہی ایک نادانی نظر آئے گی۔ جی زندگی کی امید کی دوسری وجہ دنیا کی محبت ہے، انسان اپنے دل کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ ابھی تو زمانہ بڑا ہے، ابھی کس نے مرنا ہے میں پہلے یہ مکان، بناؤں، ظلال کار و بار شرع کر لوں، اچھی گاڑی خرید لوں، سہولیات سے اپنی زندگی بھر لوں جب بڑھاپا آئے گا تو اللہ اللہ کرنے لگ جائیں گے اس طرح ہر کام سے دس کام نکالنا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک دن بیضام اہل آپہنچتا ہے اب بچھتا ہے کئے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ اس میں جہالت کو چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی اور اس کی حقیقت کے بارے میں معلومات حاصل کرے کیونکہ جس پر دنیا کی حقیقت آشکار ہو جائے کہ دنیا کی لذت چند روزہ ہے اور موت کے ہاتھوں اسے ایک دن ختم ہونا ہی ہے وہ اسے عزیز نہیں رکھ سکتا۔

(کیمیائے سعادت، رکن چہارم: منہیات، اصل دھم، اسباب طول اہل، ۹۹۶-۹۹۵/۲، ملخصاً)

دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جاتا ہے باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سماتا ہے

﴿وَلَا تُؤْمِرُ بِهُمْ﴾ اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا۔ پھر یہ شیطان کا قول ہے کہ اس نے کہا میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں یا اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بچہ جن دیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفق اٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کر دیتے اور اس کو نحیرہ کہتے تھے۔ شیطان نے اُن کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔

**اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں کرنے کا شرعی حکم**

شیطان نے ایک بات یہ کہی کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔

یاد رہے کہ اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلاف شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔ احادیث میں اس کی کافی تفصیل موجود ہے۔ ان میں سے ۱۴ احادیث درج ذیل ہیں

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا لباس پہنے۔

(ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ۸۳/۴، الحدیث: ۴۰۹۸)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زنانہ سروں اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دو۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب اعراج المعتنہین بالنساء من البیوت، ۷۴/۴، الحدیث: ۵۸۸۶)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”عورتوں سے شہابہت اختیار کرنے والے مرد اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں صبح شام اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے غضب میں ہوتے ہیں۔

(۴)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”تا جہدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانے والی اور گلوٹانے والی اور بدن گونے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی۔

(مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحريم فعل الواصلة والموصولة... الخ، ص ۱۱۷۵، الحدیث: ۲۱۲۴)

يَعِدُّهُمْ وَيُيَسِّرُهُمْ ۖ وَمَا يُعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا عُرْوَءًا ۖ أُولَٰئِكَ  
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا  
أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۖ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب

کے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں پانچوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہیں ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمہ لفظ اور فہم: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو عقرب ہم انہیں ایسے پانچوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہیں جتنی ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

﴿يَعِدُكُمُ الشَّيْطَانُ اَنْهِيَ وَعْدًا يَدْعَا بِهٖ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا طریقہ واردات بیان فرمایا کہ یہ لوگوں کو طرح طرح کی امیدیں دلاتا اور دوسے ڈالتا ہے تاکہ انسان گمراہی میں پڑے جیسے مشرکوں کو ان کا شرک اچھا کر کے دکھاتا ہے منافقوں کو ان کی منافقت پسند کرواتا ہے، گناہ کے کام کرنے والوں مثلاً قلمیں بنانے، گانے بجانے والوں کو ان کے کام کجیہ تہذیب، آزادی اور روشن خیالی جیسے ناموں سے مغرب کر کے دکھاتا ہے، جو نئی ریاضکاری، شادی بیاہ کی غلط رسومات اور فضول خرچی کے کام لوگوں سے مقام و مرتبہ اور اثاثوں وغیرہ کے نام پر کرواتا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے کیونکہ وہ جس چیز کے نفع اور فائدہ کی توقع دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت خسر اور نقصان ہوتا ہے۔

﴿اَوَلَيْكَ مَا دُمْنٰهُمْ جَهَنَّمَ﴾ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یعنی جو لوگ شیطان کو اپنا دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ جہنم سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ یہ جہنم میں ضرور داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَشْكُرُوا﴾ اور جو ایمان لائے۔ کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں ایمان والوں کے لئے جنت کے وعدہ کا بیان فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو عقرب ہم انہیں ایسے پانچوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نمریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں۔

(عازن، النساء تحت الآیۃ ۱۶۲-۱۶۳، ۴۳۳-۴۳۴، روح البیان، النساء تحت الآیۃ ۱۶۲، ۲۹۰/۲، ملخصاً)

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ ۚ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ  
وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا تَصِيرُوا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ  
الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أُولَٰئِكَ يَرْجُوهُمْ رَبِّي ۚ وَلِيَّكَ يَدُ خُلُوفِ النَّجَّةِ وَلَا  
يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝

ترجمہ القرآن الیمین: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

ترجمہ القرآن العرفان: نہ تمہاری جمہوری امیدوں کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی جمہوری امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ۚ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ: جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہاں لوگوں سے فرمایا گیا کہ نجات کا دار و مدار نہ تمہاری جمہوری امیدیں ہیں کہ اسے مشرکوں، اہم نے سوچ رکھا ہے کہ بت تمہیں نقص پہنچائیں گے اور نہ ہی نجات اہل کتاب کی جمہوری امیدوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ غفور غنی کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند روز سے زیادہ نہ جلائے گی یہود و نصاریٰ کا یہ خیال بھی مشرکین کی طرح باطل ہے بلکہ اللہ غفور غنی کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کا فر اللہ غفور غنی کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باطل مسلمان لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور یہاں سے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ  
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿۱۵﴾

تعبیہ کنزالایمان: اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

تعبیہ کنزالایمان: اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور وہ ابراہیم کے دین کا پیرو کار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ﴾ اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا ﴿کفار و مشرکین کے مذاہب کا باطل ہو بنایا کرنے کیلئے ایمان والوں کا بیان کیا گیا اور اب ایمان والوں کے امام و پیشوا اور قائد و رہنما حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اچھا دین تو تابع فرمان مسلمان کا ہے جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے اور وہ من ابراہیمی کی پیروی کرے جو کہ دین اسلام کے موافق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت و ملت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت میں داخل ہے اور دین محمدی کی خصوصیات اس کے علاوہ ہیں۔ دین محمدی کی اجازت کرنے سے شریعت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی بھی ہو جاتی ہے۔ چونکہ عرب اور یہود و نصاریٰ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت پر فخر کرتے تھے اور آپ کی شریعت ان سب کو مقبول تھی اور شریعت محمدی اس پر حاوی ہے تو ان سب کو دین محمدی میں داخل ہونا اور اس کو قبول کرنا لازم ہے۔

﴿وَخَلِيلًا﴾ گہرا دوست۔ ﴿عُلُوتِ﴾ کے معنی ہیں غیر سے منقطع ہو جانا، یہ اس گہری دوستی کو کہا جاتا ہے جس میں دوست کے غیر سے انقطاع ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ طفیل اس محبوب کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہ ہو۔ یہی معنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے طفیل و حبیب

یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام و الصلوٰۃ والسلام کے جو کمالات ہیں وہ سب کے سب سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وایہ وسلم کو حاصل ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے غلیل بھی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا غلیل بنایا اسی طرح مجھے بھی اپنا غلیل بنایا ہے۔“

(مسلم، کتاب المساجد ومواقع الصلوة، باب التہی عن مہاء المساجد علی القبور... الخ، ص ۲۷۰، الحدیث: ۵۳۲۳) اور اس سے بڑھ کر اللہ عزوجل کے حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”میں اللہ عزوجل کا حبیب ہوں اور یہ حقرا نہیں کہتا۔“

(ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱، ج ۱، باب: ۳۰۴/۵، الحدیث: ۳۶۳۶)

### غلیل اور حبیب کا فرق

بزرگانِ دین نے غلیل و حبیب کے فرق کو یوں بیان فرمایا ہے۔

(۱)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے کی دعا مانگی۔ (سورۃ الشعراء: ۸۷) جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صدقے ان کے صحابہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قیامت کی رسوائی سے بچانے کا مژدہ سنایا۔ (سورۃ السجدة: ۱۸)

(۲)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا کی۔ (سورۃ الصافات: ۹۹) جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خود چاہ کر شرف ملاقات سے سرفراز فرمایا۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۱)

(۳)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہدایت کی آرزو فرمائی۔ (سورۃ الصافات: ۹۹) اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ہمیں سیدھی راہ دکھا دے۔ (سورۃ الفتح: ۶)

(۴)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے معزز و مہمان بن کر آئے۔ (سورۃ النازعات: ۲۴) اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے ان کے لشکر کی وسپاہ بنے۔ (سورۃ التوبہ: ۶، آل عمران: ۱۲۵، النہج: ۴)

(۵)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (سورۃ ابراہیم: ۴۱) اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ”اپنی امت کی مغفرت مانگو۔“ (سورۃ محمد: ۹)

(۶)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعد والوں میں اپنا ذکر جمیل باقی رکھنے کی دعا کی۔ (الشعراء: ۸۲) اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود رب کریم عزوجل نے ارشاد فرمایا: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا



ذکر بلند کر دیا۔

(الم نشرح: ۹)

(۷)..... حضرت امیر اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے قوم کو ط سے عذاب دور کئے جانے میں بہت کوشش کی۔

(مرد: ۷۶، ۷۷، عنکبوت: ۳۲)

اور صیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلم سے رب تعالیٰ رغو زخل نے ارشاد فرمایا: اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اسے رجب عالم تو ان میں نشر یفہ فرما ہے۔

(انفال: ۳۳)

(۸)..... حضرت امیر اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔

(ابراہیم: ۶۰)

اور صیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلم اور ان کے سامنے والوں سے اللہ رب العٰلَمِین رغو زخل نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(المومن: ۶۰)

(ذی رجب ۸۱۳ھ ۱۸۲ھ ملخصاً)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا﴾ اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ عز و زجل ہر شے کو محیط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم اور قدرت ہر شے کا احاطہ کرے ہوئے ہے اور کسی شے کے چنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ عز و زجل کے علم میں ہیں کوئی اس سے خارج نہیں۔ یہاں علمی افادے کے طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ذخۃ اللہ فضل علیہ کی ایک عبارت پیش خدمت ہے فرماتے ہیں ”علم و قدرت الہی ہر شے کو محیط ہونے کے معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ منتہی ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہو تا جسم و جسمیات کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے نفعی، بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا ممتنع محذوم یا موجود حادث یا قائم اسے معلوم ہے۔ احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے۔“

(ذی رجب ۱۲۸۰ھ)

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۚ قُلِ اللّٰهُ يُفَتِّيكُمْ فِيْهِنَّ ۚ وَمَا يُشَلِّ عَلَيْكُمْ فِي

الْكِتَابِ فِي يَتَّى السَّاءِ الَّتِي لَا تُوْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْعَبُوْنَ  
اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ اَنْ تَقُوْمُوْا اِلَيْهِنَّ  
بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان حیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منع بھیج دیتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ قیصوں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں: تم فرماؤ کہ اللہ اور جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں (کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے) ان حیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رشتی کرتے ہو (حکم یہ دیتا ہے کہ تم یہ کام نہ کرو) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتویٰ دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور قیصوں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿وَيَسْتَفْهِمُ لَكُمْ فِي السَّاءِ﴾ اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں۔ ﴿شان نزول﴾: زماہ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث قرار نہیں دیتے تھے۔ جب آنحضرت ماثزل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ائلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس آیت سے جواب دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ قیصوں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر حیم لڑکی صاحب مال و جمال ہوتی تو اس سے چھوٹے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوٹے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و جمال نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح

میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر انہیں ان عاقبتوں سے منع فرمایا۔

(بخاری: التَّسَابِيحُ نَحْوُ الْآيَةِ: ۱۲۷، ۱۳۵/۱)

### مورقوں اور کمزوروں کو ان کے حقوق دلا تا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

قرآن پاک میں قیہوں، بیواؤں اور محاشرے کے کمزور و محروم افراد کو کیلئے بہت زیادہ ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیہوں، بیواؤں، مورقوں، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلا تا اللہ عز و جل کی سنت ہے اور اس کیلئے کوشش کرنا اللہ عز و جل کو بہت پسند ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت سے روایت ہے، ایک شخص نے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے دل کی تنگی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: تیرے پاس کوئی قیم آئے تو اس کے سر پہ ہاتھ پھیر دو اور اپنے کمانے میں سے اسے کھلا دو، تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری حالتیں بھی پوری ہوں گی۔

(مصنف عبد الرزاق: کتاب الجامع، باب اصحاب الاموال، ۱۳۵/۱، الحدیث: ۲۰۱۹۸)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے تین قیہوں کی پرورش کی وہ رات کو قیام کرنے والے دن کو روزہ رکھنے والے اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی تلوار سونپنے والے کی طرح ہے اور میں اور وہ جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے جیسا کہ یہ دو ہمیشہ ہیں۔“ اور اپنی آگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا یا۔ (ابن ماجہ: کتاب الادب، باب حق الصیم، ۱۹۴/۴، الحدیث: ۳۶۸۰)

(۳)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہ خدا عز و جل میں چہا کرنے والے اور رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔“ (ابن ماجہ: کتاب الشعائر، باب الحق علی المسکین، ۶۷۳، الحدیث: ۲۱۴۰)

(۴)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرے کسی احمی کی حاجت پوری کرے اور اس کی میت یہ ہو کہ اس کے ذریعے اس احمی کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ عز و جل کو خوش کیا اور جس نے اللہ عز و جل کو خوش کیا اللہ عز و جل اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (شعب الایمان: الثالث والحمدسون من شعب الایمان... الخ، ۱۱۵/۶، الحدیث: ۷۶۵۳)

وَإِنْ أَمْرًا أَتَتْ مِنْ بَعْضِهِمْ سُوءٌ أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

أَنْ يُصْلِحَ بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ  
الشُّعْثَ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۳۸﴾

توجیہ لفظ الانفس: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے اور دل کو لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کر دو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توجیہ لفظ العرفان: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اور دل کو لالچ کے قریب کر دیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کر دو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿وَإِنْ أَمَرُوا فَاخْلَعْهُنَّ بِعَلْمِ الشُّعْرَى﴾: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی کا اندیشہ ہو۔ کچھ قرآن نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے اسی لئے جو گناہ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں اور جو چیزیں خاندانی نظام میں بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور خرابیوں کو جنم دیتی ہیں ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے جیسا کہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو، زیادتی تو اس طرح کہ شوہر اس سے علیحدہ رہے، کھانے پہننے کو نہ دے یا اس میں کمی کرے یا بارے یا بدزبانی کرے اور امراض یعنی منہ پھیرنا یہ کہ بیوی سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک کر دے یا کم کر دے۔ تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم سے صلح کر لیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مطالبات کچھ کم کر دے اور اپنے کچھ حقوق کا بوجھ کم کر دے اور شوہر یوں کرے کہ باوجود رغبت کم ہونے کے اس بیوی سے اچھا برتاؤ نہ نکلف کرے۔ یہ نہیں کہ عورت ہی کو قربانی کا بکرا بنایا جائے۔ مرد و عورت کا یوں آپس میں صلح کر لینا زیادتی کرنے اور جہاد کی ہو جانے دونوں سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر اللہ عز و جل کی بارگاہ میں نہایت ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ

(ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب کراہیۃ الطلاق، ۴/۳۷، الحدیث: ۲۱۷۸)

طلاق دینا ہے۔

## دل لالچ کے پھندے میں پھنسنے ہوئے ہیں

میاں بیوی کے اعتبار سے بھی اور اس سے ہٹ کر بھی معاملہ یہ ہے کہ دل لالچ کے پھندے میں پھنسنے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی راحت و آسائش چاہتا ہے اور اپنے اوپر کچھ مشقت گوارا کر کے دوسرے کی آسائش کو ترجیح نہیں دیتا۔ لہذا جو شخص دوسرے کی راحت کو مقدم رکھتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو سکون پہنچاتا ہے وہ بہت باہمت ہے، اسی طرح کی چیزوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُؤْثِرْ عَلَىٰ نَفْسِهِ يَأْذِنُ لِكُلِّ هُمٍ النَّفْلِخُونَ ﴿٩﴾

اور ارشاد فرمایا:

لَتَبْتَكَوْنُ فِي أَعْمَالِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ وَاللَّعْنَةُ عَلَىٰ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكُتُبَ مِنْ بَيْنَيْهِمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَهْرَكَوْا أَدْمَىٰ كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا تَصْغُرُوا ۚ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَذَابِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَاۓَ وَلَا السَّيْئَةَ ۚ إِذْ قُمُوا بِالنَّهْيِ ۚ أَحْسَنَ قَوْلًا الَّذِي يَبَيِّنُ لَكُمْ وَيَهْتَدِي ۚ عَنَّا وَقَدْ جَاءَكُمْ قَوْلُكُمْ ۖ وَمَا يَنْفَعُكُمْ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يَنْفَعُكُمْ إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥٣﴾

(سورۃ حم السجده ۳۵۳)

حدیث شریف میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے رشتہ جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اس سے درگزر کرو۔ (شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۲۲۲/۶، الحدیث: ۷۹۵۷)

﴿وَأَن تَحْسَبُونَهَا﴾ اور اگر تم نیکی کرو۔ ﴿یہاں بطور خاص عورتوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ اسے مرد اور اگر تم نیکی اور خوف خدا اختیار کرو اور باوجود نامرغوب ہونے کے اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور انہیں ایذا و رنج دینے سے اور ٹھکرا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے میں نیک سلوک کرو اور یہ جاننے رہو کہ وہ تمہارے پاس مانتیں ہیں اور یہ جان کر خشن سلوک کرتے رہو تو اللہ عز و جل تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

وَلَكِنْ تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَيَسَّلُوا أَوَّلَ  
النَّيْلِ فَتَدْرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ  
كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۶۱﴾

ترجمہ کذا للعلیہ: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کذا للعلیہ: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اگرچہ کتنی ہی (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری لٹکتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَكِنْ تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ﴾ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو۔ ﴿یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ ہر چیز میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی چیز میں ایک کو دوسری پر ترجیح نہ ہونے دو، نہ میلان و محبت میں اور نہ خواہش اور نہ نظر و توجہ میں ہم کوشش کر کے یہ تو نہیں کئے لیکن اگر اتنا تمہاری قدرت میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تمہارے اوپر نہیں رکھا گیا اور قلبی محبت اور طبعی میلان جو تمہارے اختیار میں نہیں ہے اس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تو یہ تو نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو، محبت و اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسن اخلاق رکھانے، پیسنے، پاس رکھنے اور ایسے امور جن

میں برابری کرنا اختیار میں ہے ان امور میں دونوں کے ساتھ ضروری کیاں سلوک کرو۔

**وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يَغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿۳۷﴾**

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کفایت سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کفایت و الامت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت والا و حکمت والا ہے۔

﴿وَإِنْ يَتَفَرَّقَا﴾ اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں۔ یعنی اگر میاں بیوی میں صلہ نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ غزو غل پر توکل کریں، اللہ کریم، عورت کو اچھا خاوند اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرما دے گا اور وسعت بھی بخشے گا۔

**عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے محتاج نہیں**

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نہ عورت بالکل مرد کی محتاج ہے اور نہ مرد بالکل عورت کا حاجت مند، سب رب غزو غل کے حاجت مند ہیں، ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ عام طور پر طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر یہ آیت مبارکہ بار بار پڑھی جائے تو ان شاء اللہ غزو غل دل کو تسکین دے گی اور اللہ غزو غل مناسب حل بھی عطا فرما دے گا۔ اس میں شوہروں کو بھی ہدایت ہے کہ وہ اپنے آپ کو بیویوں کے مالک و مختار نہ سمجھیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اگر انہوں نے چھوڑ دیا تو اب کائنات میں کوئی ان عورتوں کا سہارا نہیں رہے گا نہیں نہیں، اللہ غزو غل ان کو سہارا دے گا۔ اسی سلسلے میں یہاں ایک مفید و تحفیوش خدمت ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ زوجہ اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے: **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أَلْحُوْهُمُ أَجْوَدُ لِيْ مُصِيبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرُهَا مِنْهَا** "تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت پر ثواب عطا فرمائے گا اور اس سے بہتر چیز اسے عطا کرے گا۔ فرماتی ہیں: جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ زوجہ اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے یہی دعا پڑھی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر شوہر یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرما دیے۔ (مسلم، کتاب الحائز، باب ما یقال عند المصیبة، ص ۴۵۷، الحدیث: ۹۱۸)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا  
 الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَمْ وَاَيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ مَا فِي  
 السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝۳۱ وَلِلّٰهِ مَا فِي  
 السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰ بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۳۲ اِنْ يَّشَآءِ ذٰهَبَكُمْ  
 اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاٰتٍ بِاٰخِرِيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝۳۳

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیٹک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو بیٹک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی ہے کارساز۔ اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے اور اللہ کو اس کی قدرت ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیٹک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیٹک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس پر قادر ہے۔

﴿اِنْ يَّشَآءِ ذٰهَبَكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاٰتٍ بِاٰخِرِيْنَ﴾: اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے۔ ﴿وَلِلّٰهِ عِزُّ ذٰلِكَ﴾: اللہ ہی کا ہے۔ ساری کائنات اس کی عبادت کرنے لگے تو اس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا اور ساری دنیا اس کی نافرمان ہو جائے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ غنی، بے پردہ ہے وہ چاہے تو تم سب کو ہی کر دے اور دوسرے لوگوں کو لے



آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم کو یہاں آباد کر دے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنادیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سوائے اس کے جسے میں غنی کر دوں لہذا مجھ سے مانگو، میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سوائے اس کے جسے میں سلامت رکھوں اور تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پروا بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ مردے تر خشک سب میرے بندوں میں سے سب سے نیک بندے کے دل پر ہو جائیں (یعنی سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں) تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں چمکے پر برابر اضافہ نہ کرے گی اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ مردے تر خشک میرے بندوں میں سے بد بخت ترین آدمی کے دل کے مطابق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے چمکے کے برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندہ مردے تر خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی اسی جہت آزادہ و زنجیر سے مانگے پھر میں ہر مانگنے والے کو دیے تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسے ہی کم ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اور اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے (یعنی کچھ بھی کم نہ ہوگا)۔ یہ اس لیے ہے کہ میں عطا کرنے والا ہوں، بہت دینے والا ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا کیلئے صرف میرا فرمانا کافی ہے اور میرے عذاب کیلئے صرف میرا فرمانا ہی کافی ہے۔ میرا حکم کسی شے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں تو صرف اتنا فرمانا ہوں ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے۔ (ترمذی، کتاب صغۃ القیامہ، ۴۸: باب ۴، ۲۲۲/۴، الحدیث: ۲۵۰۳)

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَكَانَ  
اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ کنز الایمان: جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ مستند رکھتا ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ ہی مستند رکھتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يَرْيِدُ لِقَاءَ اللَّهِ تَتَبَعَ سَبِيلَ الْإِيمَانِ﴾ جو دنیا کا انعام چاہے۔ ﴿اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو اپنے عمل سے دنیا مقصود ہو تو وہ دنیا ہی پاسکتا ہے لیکن وہ ثواب آخرت سے محروم رہتا ہے اور جس نے عمل رضائے الہی اور ثواب آخرت کے لئے کیا ہو تو اللہ غزوہ جہاد دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے تو جو شخص اللہ غزوہ جہاد سے غفلت نہ کرے گا غالب ہو وہ نادان، خسیس اور کم ہمت ہے۔ جب اللہ غزوہ جہاد کے پاس دنیا و آخرت سب کچھ ہے تو اس سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگو، مانگتے والے میں ہمت چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ تو دنیا کو اپنا اصل مقصود بنایا جائے نہ آخرت کو فراموش کر دے اور نہ بالکل ترک دنیا ہی کر دینی چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ  
 أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ  
 أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلَوُا أَوْ تَعْرِضُوا  
 فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۳۷﴾

توجہ دلاؤ ایمان: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا اس باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو دو غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ حق سے الگ نہ دو اور اگر تم ہمیر پھیر کرو یا نہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توجہ دلاؤ العرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی (گواہی ہو)۔ جس پر گواہی دو دو غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو۔ اگر تم ہمیر پھیر کرو یا نہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ﴾: انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔ ﴿اس آیت مبارکہ میں عدل و انصاف کے تقاضے پورا کرنے کا

اہم حکم بیان کیا گیا اور جو چیزیں آدمی کو نا انصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں ان کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ یہ چیزیں انصاف کرنے میں آڑے نہ آئیں۔ آخر باقاعدہ قوری، رشتے داروں کی طرف داری کرنا، تعلق والوں کی رعایت کرنا، کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی سماعت کرنا یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کر دینا، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں رکاوٹ ہیں ان سب کو شمار کر داکر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فیصلہ کرتے ہوئے اور گواہی دیتے ہوئے صحیح حکم ہے اس کے مطابق چلو اور کسی قسم کی تعلق داری کا لحاظ نہ کرو حتیٰ کہ اگر تمہارا فیصلہ یا تمہاری گواہی تمہارے سگے ماں باپ کے بھی خلاف ہو تو عدل سے نہ ہٹو۔

### حق فیصلے کی عظیم ترین مثال

اس کی عظیم ترین مثال اس حدیث مبارک کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے خاندان والوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے لئے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفارش کی تو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ عز و جل کی قسم اگر قاطرہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“

(بخاری: کتاب احادیث الانبیاء، ۵۶، ص ۴۶۸/۲، الحدیث: ۳۴۷۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالَّذِي آتَىٰ نَزْلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْأَخِيرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

توبہ نزلت الانعام: اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری

اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور درد کی گمراہی میں پڑا۔

توبہ ۱۰۰: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور درد کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ ﴿یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ایمان لاؤ! اگر یہ خطاب حقیقی مسلمانوں کو ہے تو اس کا معنی ہوگا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور اگر یہ خطاب بیہودہ نصاریٰ سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! تم مکمل ایمان لاؤ یعنی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر جن میں قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اور اگر یہ خطاب منافقین سے ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ رسول اور کتاب پر ایمان لاؤ تو رسول سے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن پاک مراد ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہل ایمان کا لفظ حقیقی معنی کے اعتبار سے موجود زمانے میں صرف مسلمانوں پر بولا جاسکتا ہے، کسی اور مذہب والے پر خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اس لفظ کو نہیں بول سکتے۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ عز و جل پر اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب اور رسول پر ایمان لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے مگر عمل صرف قرآن شریف پر ہی ہوگا۔ ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ عز و جل کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰزَدُوْا کُفْرًا لِّمَ  
یَکُنِ اللّٰهُ لِبِغْفَرِهِمْ وَلَا لِیْهِدِیْہُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۰۰﴾

توبہ ۱۰۱: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے

اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔

توجہ کثا العوفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَبَلَغُوا الْحُلُمَ ثُمَّ نَكَحُوا أَخَوَاتَهُمْ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے پھر گھبرائے کی پوجا کر کے کافر ہوئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر حضرت یسعی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسماعیل کا انکار کر کے کافر ہو گئے پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے اور کفر میں بڑھ گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر ایمان کے بعد کافر ہو گئے پھر ایمان لائے یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تاکہ ان پر مؤمنین کے احکام جاری ہوں پھر کفر میں بڑھ گئے یعنی کفر پر ان کی موت ہوئی۔ (علاؤ الدین، النساء، نعت الہدیہ: ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۱) ان کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ غزو غلبی انہیں نہیں بخشے گا یعنی جبکہ یہ کفر پر رہیں اور کفر پر مریں گیونکہ کفر بخشش نہیں جاتا مگر جب کہ کافر توبہ کرے اور ایمان لائے تو بخشش کا مستحق ہو گیا جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ لِلَّهِ يَتُوبُ الْغُفُورُ إِنَّ يَتُوبُ إِلَيْهِمْ أَلَمْ يَعْلَمُوا قَدْ سَلَفَ ﴿۳۸﴾  
توجہ کثا العوفان: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو  
ہرگز راہ و انہیں صاف فرمادیا جائے گا۔ (انفال: ۳۸)

حدیث شریف میں ہے ”اسلام سارے سابقہ گناہوں کو مٹھ کر دیتا ہے۔“

(مسلم، کتاب الاموال، باب کون الاسلام بہدم ما قبلہ... الخ، ص ۷۴، الحدیث: ۱۹۲، ۱۹۱)

بَشِّرِ الْمُتَّقِينَ بِأَنَّهُمْ عَدَا بَابِ الْإِيمَانِ ﴿۳۹﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْبَسْتَعُونَ عِنْدَهُمُ الْعِرَّةَ فَإِنَّ الْعِرَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۴۰﴾

توجہ کثا الایمان: خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دروناگ عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت و صوفت ہے تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

توبہ کذا العفوان: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت و صوفت ہے؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكُفْرَ أَوْ لِبَنَاتِهِمْ ذُنُوبُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ اس سے پہلی آیت مبارکہ میں منافقوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے اور پھر منافقوں کی ایک کثرت بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا اور اس لئے وہ کفار کو صاحبِ قوت و شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے تھے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار کے ساتھ دوستی ممنوع ہے اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں سے محبت اور دوستی رکھنا منافقوں کی علامت ہے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ ایسے سب لوگوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ کیا یہ لوگوں کے پاس جا کر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ عز و جل ہے تو وہی خداوندِ کریم ہی عزت والا ہے اور اللہ عز و جل کی عطا سے وہ عزت والے جنہیں اللہ عز و جل عزت دے دے جیسے انبیاء علیہم السلام و ائمہ و مؤمنین۔ منافقوں کے مذکورہ بالا طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر آج دنیا کے حالات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ عرض آج کل بکثرت پایا جا رہا ہے، انہوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد سے عزت حاصل کرنے کی بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش کرنا مسلمان قوم میں کس طرح سرائیت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَتَّعِدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝

تعبہ کثرت الایمان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آجوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جا تا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

تعبہ کثرت العرفان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آجوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْنَا فِي الْقُرْآنِ﴾ اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے۔ ﴿إِسْأَلُوا مَن شَاءَ﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر فرمادیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آجوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جب وہ اس غیبتِ فضل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ پر جاؤ جی نہیں اور اگر چاہنا پڑ جائے تو جب ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکو اور اگر زبان سے روک سکتے ہو تو زبان سے روکو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جاؤ اور ان کی ہم نشینی ہرگز اختیار نہ کرو کیونکہ جب قرآن، شریعت یا دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اور اس کے باوجود کوئی آدمی وہاں بیٹھا رہے تو یا تو یہ خود اس فعل میں مبتلا ہو جائے گا یا ان کی صحبت کی محسوس سے متاثر ہوگا یا کم از کم اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ عز و جل، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قرآن مجید اور دینِ مبین سے محبت ہوتی تو جہاں ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں ہرگز نہ بیٹھتا کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ جہاں آدمی کے پیارے کو برا کہا جائے وہاں وہ نہیں بیٹھتا جیسے کسی کے ماں باپ کو جس جگہ گالی دی جائے وہاں بیٹھنا آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو جب ماں باپ کی توہین اور گالی والی جگہ پر بیٹھنا آدمی کو گوارا نہیں تو جہاں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن و دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں کوئی مسلمان کیسے بیٹھ سکتا ہے؟ کیا غفار اللہ، اللہ عز و جل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر ماں باپ کے بھی برابر نہیں ہے۔

## بری محبت کی ذمّت

اس آیت سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو قتلوں، ڈراموں، گانوں، قہیڑوں، دوغلیوں کی گہوں اور بد مذہبوں کی صحبتوں میں دین کا مذاق اڑاتا وہ دیکھتے ہیں اور پھر بھی وہاں بیٹھے رہتے ہیں بلکہ عَصَا ذَا اللّٰہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔ بری محبت کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔ ان میں سے ۱۵ احادیث درج ذیل ہیں

(۱)۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”برے ساتھی سے بچ کر تو اسی کے ساتھ چپکانا جائے گا (یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی کشت ویرانست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔)

(ابن عساکر، الحسین بن حضر بن محمد بن حمدان... الخ، ۴/۱۶۱)

(۲)۔۔۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کے پاس ملک ہے اور دوسرا دھوکنی دھوکت رہا ہے ملک والا یا تو تجھے ملک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے خرید لے گا، اور کچھ نہ کہی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا حیرے پڑے چلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔

(بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبيع المسک، ۲۰/۲، الحدیث: ۲۱۰۶)

(۳)۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بد مذہب کو سلام کرے یا اس سے یکشادہ چیشانی لے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو تو اس نے اس چیز کی حقیر کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری۔

(اریخ بغداد، ۳۷۸ھ عبد الرحمن بن نافع، ابوزید المعمری... الخ، ۱۰/۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور ہیں کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحفہ، ص ۹، الحدیث: ۷/۲۷)

(۴)۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عا لیشان ہے: ”آؤی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزہد، ۵۰ باب، ۴/۱۶۷، الحدیث: ۲۳۸۵)

مولانا مفتوی مدنی سرہ فرماتے ہیں:

صحبت طالح ترا طالع کند

صحبت صالح ترا صالح کند



یعنی اچھے آدمی کی محبت تجھے اچھا کر دے گی اور برے آدمی کی محبت تجھے برا بنا دے گی۔ (۱)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمۡ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فِتْنَةٌ مِّنۡ اللَّهِ قَالُوا۟ أَلَمْ نَكُنۡ مَّعَكُمۡ ۖ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌۭ قَالُوا۟ أَلَمْ نَسْتَحِذۡهُ عَلَیْكُمْ وَنَسْعَٰلُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ قَالَهُۥ يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ وَلَنۡ يَّجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝۱۰

توبہ کنزالایحیاء: وہ جو تمہاری حالت نکالتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

توبہ کنزالایحیاء: وہ جو تمہارے اوپر (گردش زمانہ) کا انتظار کرتے رہے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لئے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا تم تم پر غالب نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ) رکھا؟ تو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمۡ﴾: وہ جو تم پر انتظار کرتے ہیں۔ ﴿یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے اوپر گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں پھر اگر اللہ غزوہ بنی کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہذا ہمیں بھی مالی نفعیت دو۔ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو جائے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے رکھا لہذا ہمارا حصہ دو۔ الغرض منافقوں کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر تعلق نہیں۔

۱..... اچھی محبت اور نیک ماحول پانے کے لئے دعوت اسلامی کے ساتھ وابستہ ہو جائیے۔

إِنَّ الْمُسْتَغْفِرِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُبْزَأُ عَنْ النَّاسِ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے ست ہو کر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

﴿إِنَّ الْمُسْتَغْفِرِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ﴾: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے وہ یہ کہ یہ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حقیقت تو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کیونکہ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کو فریب دینا ممکن نہیں۔ ان کے اس فریب کا جواب انہیں اللہ عزوجل دے گا کہ انہیں غافل کر کے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا کرے گا اور قیامت میں انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی علامت یہ ہے کہ جب مؤمنین کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل سے اور سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے نہیں جس سے عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف انہیں حاصل ہو سکے، محض لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔

نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ نماز نہ پڑھنا یا صرف لوگوں کے سامنے پڑھنا جبکہ تنہائی میں نہ پڑھنا یا لوگوں کے سامنے شروع و ختم سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا یا نماز میں ادھر ادھر خیال بوجھنا، الجھی کیلئے کوشش نہ کرنا وغیرہ سب سستی کی علامتیں ہیں۔

## نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ

کسی نے حضرت حاتم اسم زینہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جب نماز کا وقت قریب آتا ہے تو میں کامل وضو کرتا ہوں پھر جس جگہ نماز ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں آکر اتنی دیر بیٹھ جاتا ہوں کہ میرے اعضاء اکٹھے ہو جائیں، اس کے بعد یہ تصور ہاندھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کہ کعبہ معظمہ میرے سامنے ہے، پل صراط میرے قدموں کے نیچے ہے، جنت میرے دائیں طرف اور جہنم بائیں طرف ہے، مَلِکُ الْمَوْتِ عَلَیَّ الشَّعَامِ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور میرا یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر میں امید اور خوف کے درمیان قیام کرتا ہوں اور جیسے تکبیر کہنی چاہئے ویسے تکبیر کہتا ہوں اور غصہ ظہر کر قرامت کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، ڈرتے ہوئے سجدہ کرتا ہوں، بائیں پنڈلی پر پیشہ کر اپنے قدم کا پچھلا حصہ بچھا دیتا ہوں اور وایاں قدم اٹھتے پر کھڑا کرویتا ہوں، پھر اخلاص کے ساتھ باقی افعال ادا کرتا ہوں اب میں نہیں جانتا کہ میری نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلاۃ ومہاتہا، الباب الاول، فضیلتہ المشوع، ۲۰/۶۱)

مُذَبِّدٌ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ  
اللَّهُ فَلَكَ تَجَدُّلُهُ سَبِيلًا ۝

ترجمہ: ﴿مُذَبِّدٌ بَيْنَ ذَلِكَ﴾: جس میں ڈنگا رہے ہیں نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمہ: ﴿وَمَنْ يُضِلِلِ﴾: درمیان میں ڈنگا رہے ہیں، نہ ان کی طرف ہیں نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ پاؤ گے۔

﴿مُذَبِّدٌ بَيْنَ ذَلِكَ﴾: درمیان میں ڈنگا رہے ہیں۔ یعنی منافقین کفر اور ایمان کے درمیان ڈنگا رہے ہیں کیونکہ نہ تو یہ حقیقی طور پر مومن اور مخلص ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح طور پر کافر اور مرتد شرک کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور اسے صیب اَضَلَّ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِمْ ذُنُوبَہُمْ، آپ ان منافقین کے راہ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے کوئی ایسا راستہ نہ پائیں گے جس پر عمل کر

روح تک پہنچ سکے۔ (حازن، النساء، تحت الآية: ۱۴۳، ۱۴۲/۱، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۴۳، ۱۴۲/۲، ۳۰، ملفظاً)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ  
الْمُؤْمِنِينَ أَنْ تَتَّبِعُوا اللَّهَ عَلَيْكُمْ سُلْطَانُكُمْ بَيْنَنَا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ! مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت کرو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت قائم کرو۔

﴿اَوَّلِيَاءَ: دوست۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے، لہذا تم اس سے بچو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی بھت قائم کرو۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ نَصِيرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا جو انہیں عذاب سے بچا سکے اور جہنم کے سب سے نیچے طبقہ سے انہیں باہر نکال سکے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۴۵، ۱۴۲/۲، ۳۰) یاد رہے کہ منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں خود کو مسلمان کہہ کر کے مجاہدین کے ہاتھوں

سے بیمار رہا ہے اور کافر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اسلام کے ساتھ استیصال کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ  
فَإُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٧﴾  
مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿٣٨﴾

توبہ کرنے والے ایمان والے: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنو رہے اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور مقرب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

نوحیہ کذا العرفان: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور مقرب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا جاننے والا ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا﴾ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔ ﴿اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی اور اپنے فاسد احوال کی اصلاح کر لی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر لیا اور اس کی اطاعت میں صرف اسی کی رضا چاہی تو ایسے لوگ جنت کے بلند درجات میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور انہیں ان کا سابقہ نفاق کوئی نقصان نہ دے گا اور مقرب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں یہ نفاق سے بھی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے اور اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ ہے کہ وہ شکر گزار مسلمانوں کی قدر کرنے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔ (روح البیان النساء تحت الآية: ۱۶۶-۱۷۱/۲: ۳۱۱-۳۱۲)

# چھٹا پارہ

(لَا يَحِبُّ اللّٰهُ)

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ ۚ وَكَانَ  
اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتے والا جاننے والا ہے۔

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا۔ ﴿إِلَّا مَنْ ظَلِمَ﴾: ایک قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرنا ہے جیسے کسی کی غیبت کرنا یا کسی کی چٹخی کھانا وغیرہ۔

(جمل، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ۱۴۹/۲)

یعنی اللہ غور و خصل اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کوئی شخص کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد گالی دینا ہے۔

(مدار، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ص ۲۶۱)

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو گالی دے۔

ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت

گالی دینا گناہ اور مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اس کے بارے میں 3 احادیث درج ذیل ہیں۔

(۱)۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے گالی دیتا ہے۔

(شرح السنہ، کتاب البر والصلة، باب السفر، ۴۸۹/۶، الحديث: ۳۴۱۲)

(۲)۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تمہارا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا تفرحوا بحدی کفاراً... الخ، ۴۳۴/۴، الحديث: ۷۰۷۶)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپس میں کالی وینے والے وہ آدمی جو کچھ کہیں تو وہ (یعنی اس کا ذیال) ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب التہی عن السبابہ ص ۱۳۹۶، الحدیث: ۶۸ (۲۵۸۷))

بری بات کا اعلان اللہ غزوخل کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کو بیان کرے، لہذا وہ چہر یا غاصب کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اس نے میرا دل چرایا یا غصب کیا ہے۔ (جعل، النساء، تحت الآیہ: ۱۸، ۱۹ (۱۴۵/۲))

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا اور انہوں نے اچھی طرح اس کی میزبانی نہ کی، جب وہ وہاں سے نکلا تو ان کی شکایت کرتا ہوا نکلا۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیہ: ۱۸، ۱۹ (۲۷۲/۲))

اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک شخص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں زبان و راز کی کرتا رہا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جواب دیدیا، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا اور میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا: ”ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔“

(بخاری، النساء، تحت الآیہ: ۱۸، ۱۹ (۱۴۵/۲))

### مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت

پہلے یعنی مہمان نوازی والے شان نزول کو لیں تو اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو میزبان کی مہمان نوازی سے خوش نہیں ہوتے اگرچہ گھر والے نے نفی ہی نفی سے کہانے کا اہتمام کیا ہو۔ خصوصاً رشتے داروں میں اور بالخصوص سسرالی رشتے داروں میں مہمان نوازی پر شکوہ شکایت عام ہے۔ ایک کہانا بتایا تو اعتراض کر دو کیوں نہیں بنائے؟ دو بنائے تو اعتراض کرتے کیوں نہیں بنائے؟ نہ کہیں بنایا تو اعتراض کر مٹھا کیوں نہیں بنایا؟ مٹھا بنایا تو اعتراض کر فلاں مٹھا کیوں نہیں بنایا؟ الغرض بہت سے مہمان ظلم و زیادتی اور ایذا رسانی سے باز نہیں آتے اور ایسے رشتے داروں



کو دیکھ کر گھر والوں کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک میں مہمان کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مسلمان شخص کے لئے حلال نہیں کروہ اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس اتنا عرض ظہرے کہ اسے گناہ میں مبتلا کروے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! انتہی اللہ تعالیٰ عنک یوہ و سلم، وہ اسے گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ ارشاد فرمایا: وہ اپنے بھائی کے پاس ظہرہ ہوگا اور حال یہ ہوگا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جس سے وہ اس کی مہمان نوازی کر سکے۔ (مسلم، کتاب القفل، باب الضیافۃ ونحوہا، ص ۹۰، الحدیث: ۱۰۱۷۲۶)

### ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے

آیت میں مظلوم کو ظلم بیان کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم، حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے، یہ کیفیت میں داخل نہیں۔ اس سے ہزار ہا مسائل معلوم ہو سکتے ہیں۔ حدیث کے راویوں کا نفق یا عیب وغیرہ بیان کرنا، چور یا غائب کی شکایت کرنا، ملک کے خدایوں کی حکومت کو اطلاع دینا سب جائز ہے۔ کیفیت کے جواز کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب کسی نہ کسی بڑے فائدے کی وجہ سے ہیں۔

إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوهُ أَوْ تُعْفَوْا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

﴿إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا﴾: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو۔ ﴿أَوْ تُخَفُّوهُ﴾: ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح سے قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے لہذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کرو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ (تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآية: ۱۰۱۷۲۶، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۰۱۷۲۶، ص ۱۲۲)

## معاف کرنے کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے بدلہ لینا اگر چاہا جائے لیکن ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود اس کے ظلم پر صبر کرنا اور اسے معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے، اسی چیز کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنْ عَاظِمْتُمْ لِعَاقِبَتِهِمْ ابْتِغَالِ مَا عَاظِمْتُمْ بِهِ  
وَلَكِنْ صَدَرْتُ لَكُمْ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ  
(نحل: ۱۶۶)

توجیہ لکن العرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جس کی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو جنگ صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَكُمْ سَعِيرٌ وَعَقَرُ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَذَابِ  
الْمُتَوَسِّلِينَ  
(شوری: ۴۳)

توجیہ لکن العرفان: اور جنگ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور صحت والے کاموں میں سے ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ  
مَأْجُورٌ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ  
(شوری: ۴۰)

توجیہ لکن العرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ (کے ذکر کریم) پر ہے، جنگ دو ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۚ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ  
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
(نور: ۲۲)

توجیہ لکن العرفان: اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرما دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔“

(مسند ترمذی، کتاب الحدود، اول سارق قطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۵۷۶، الحدیث: ۸۲۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 ”حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے میرے رب! غزو خُلق، تیرے بندوں میں سے کون تیری بارگاہ میں  
 زیادہ عزت والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وہ بندہ جو بدلہ لینے پر قافا و ہونے کے باوجود معاف کر دے۔“  
 (شعب الایمان، السامع والحمد من شعب الایمان... الخ، فعل فی ترک الغضب... الخ، ۳۱۹/۶، الحدیث: ۸۳۲۷)

### حقوقِ خدا پر شفقت کے فضائل

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوقِ خدا پر شفقت و رحم کرنا اللہ غزو خُلق کو بہت محبوب ہے۔ احادیث میں لوگوں  
 پر شفقت و مہربانی اور رحم کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترقیب کے لئے ۱۴ احادیث و روایات نقل ہیں:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا: ”رحم کرنے والوں پر رحمتیں رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں کی بادشاہت کا مالک تم پر رحم کرے گا۔“  
 (ترمذی، کتاب البر و الصلۃ باب ما جاء فی رحمۃ المسلمین، ۳۷۱/۳، الحدیث: ۱۹۳۱)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے  
 کی کوشش) میں ہو اللہ غزو خُلق اس کی حاجت پوری فرماتا ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کرے اللہ غزو خُلق  
 قیامت کی تکلیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کرے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ غزو خُلق قیامت کے  
 دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری، کتاب المظالم والنصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، ۱۲۶/۲، الحدیث: ۲۴۴۲)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 ”وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے اور اچھی بات کا حکم نہ دے اور  
 بری بات سے منع نہ کرے۔“ (ترمذی، کتاب البر و الصلۃ باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۱۹۲۸)

(۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 ”تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس کے شر سے امن ہو اور تم میں برا وہ شخص ہے جس سے بھلائی  
 کی امید نہ ہو اور جس کے شر سے امن نہ ہو۔“ (ترمذی، کتاب الفتن، ۷۶ باب، ۱۱۶/۴، الحدیث: ۲۲۷۰)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ  
 وَرُسُلِهِ وَيَقُولُوا نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ  
 يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا  
 لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ تو یہی لوگ بے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں۔ یہ آیات مبارکہ یہودیوں و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام و انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ علیہم السلام کے ساتھ انہوں نے ٹکڑیاں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے لیکن انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔

(بخاری، التفسیر تحت الآیۃ: ۱۰۰/۱، ۱۴۴/۱)

ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عز و جل اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق کرتے ہیں اس طرح کہ

اللہ عز و جل پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں علیہم السلام پر نہ لائیں اور انہی کے متعلق فرمایا کہ یہ بے کافر ہیں

کیونکہ صرف بعض رسولوں علیہم السلام پر ایمان لانا کفر سے نہیں بچاتا بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری اور ایک ہی کا انکار بھی تمام انبیاء علیہم السلام کے انکار کے برابر ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ  
سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ اُجْرًا مِّمَّ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان لائے میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ﴾: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ ﴿یہاں آیت میں ایمان والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور اس میں کبیرہ گناہوں کا منکر تکب بھی داخل ہے کیونکہ وہ اللہ غفور و بخشنے والا اور اس کے سب رسولوں پر ایمان رکھتا ہے۔

کبیرہ گناہ کرنے والا کا فرقیں

مُخْتَلِف فرقی والے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہمیشہ کے عذاب جہنم کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس آیت سے ان کے اس عقیدہ کا بطلان (یعنی غلط ہونا) ثابت ہو گیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا (حجرات: ۹) ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کفر نہیں کیونکہ جنگ و جدال گناہ ہے لیکن دونوں گروہوں کو مومن فرمایا گیا۔ نیز حج بخاری میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غیہ پر نہ تھے نہ کراہت نہ غم نہ تھے، پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اصرار ہو چکے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو بندہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی وعدے پر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ”خواہ اس نے زنا یا چوری کی۔ میں نے پھر عرض کی: اگر چہ وہ زنا یا چوری کرے! ارشاد فرمایا ”اگر چہ وہ زنا یا چوری کرے، میں نے پھر عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ”خواہ اس نے زنا یا چوری کی، خواہ ایوڑ کی ناک خاک آلود ہو جائے۔“ (بخاری، کتاب اللباس، باب الثياب البیض، ۵۷۶/۱، الحدیث: ۵۸۲۷)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔“

(ترمذی، کتاب صفۃ القباۃ، ۱۱-باب منہ ۱۹۸/۴، الحدیث: ۲۴۴۴)

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں کیونکہ کافر تو کبھی جنت میں جائے گا اور نہ ہی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے بلکہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور تاہد اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت بھی صرف مسلمانوں کو نصیب ہوگی اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔

یاد رہے کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، چنانچہ شرح عقاید نشینیہ میں ہے: ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے لئے دعا و استغفار بھی کی جائے گی اگرچہ اس کا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا معلوم ہو حالانکہ اس بات پر پہلے ہی امت کا اتفاق ہے کہ مومن کے علاوہ کسی اور کے لئے نماز جنازہ اور دعا و استغفار جائز نہیں۔“

(شرح عقائد نشینیہ، مبحث الکبیرہ، ص ۱۱۰)

شرح تہذیب اکبر میں ہے ”ہم خارجیوں کی طرح کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کریں گے اگر چہ وہ گناہ کبیرہ ہو البتہ اگر وہ کسی ایسے گناہ کو حلال جانے جس کی حرمت قطعی دلیل سے ثابت ہو تو وہ کافر ہے، اور ہم معتزلہ کی طرح کسی کبیرہ گناہ کرنے والے سے ایمان کا وصف ساقط نہیں کریں گے اور کبیرہ گناہ کرنے والے کو حقیقی مومن کہیں گے کیونکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے جبکہ عمل کا تعلق کمال ایمان سے ہے

(شرح فقہ اکبر، الکبیرہ لا تخرج المؤمن عن الایمان، ص ۷۱ و ۷۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان زحنفہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آدی حقیقہ کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو موجود یا مستقل بالذات اور واجب الوجود نہ جانے۔ بعض اُصوص میں بعض افعال پر اطلاق شرک ٹھہریا یا اٹھایا یا بارادہ مقارنت یا اعتقاد منافی توحید و امثال ذلک من الظواهرات المعروفة بین العلماء و بارود ہوا ہے، جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروری یا تدین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاق کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک و کفر مطلق علم عقائد کہ آدی کو اسلام سے خارج کر دیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زہار مراد نہیں کہ یہ عقیدہ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف ہے، ہر شرک کفر ہے اور کفر مزہبی اسلام، اور اہلسنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ اُصوص کو علی الاطلاق کفر و شرک مطلق پر حمل کرنا اشتیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے۔ (نہای رضویہ، ۱۳۷۱) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آدی صرف دو چیزوں سے مشرک ہوتا ہے (۱) غیر خدا کو معبود ماننے سے، (۲) اللہ کے علاوہ کسی کو مستقل بالذات ماننے سے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ کسی تیسری چیز سے آدی حقیقتاً مشرک نہیں ہوتا۔ اور بعض اُحادیث وغیرہ میں جو کچھ کاموں کو بغیر کسی قید کے شرک یا کفر کہا گیا ہے ان کی تاویلات و توجیہات علماء میں مشہور ہیں یعنی یا تو وہاں کفر و شرک سے تشبیہ مراد ہوتی ہے یا اس کام پر شریعت نے شدت ظاہر کرنے کیلئے لفظ شرک استعمال کیا ہوتا ہے یا وہاں شرک سے مراد وہ صورت ہوتی ہے کہ جب اس فعل کے ساتھ کوئی ایسا ارادہ یا اعتقاد ملے جو توحید کے منافی ہو۔ (جیسے غیر خدا کو سجدہ کرنا مطلقاً شرک نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ ارادہ شرک موجود ہو تو یقیناً شرک ہے) تو غیر شرک کو جہاں شرک کہا گیا ہو وہاں وہ حقیقی کفر و شرک مراد نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آدی اسلام سے خارج اور بغیر توبہ کے مرتے پر دائمی جہنمی قرار پائے کیونکہ اہلسنت کا اجماع ہے کہ مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا قسم کی تصریحات کو ہماری بیان کردہ تفصیل کے ملحوظ رکھ کر بغیر حقیقی کفر و شرک قرار دینا خارجیوں کا مردود مذہب ہے۔

يَسْأَلُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا  
مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرَبْنَا اللَّهُ جَهْدَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ  
بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا

## عَنْ ذَلِكَ ۚ وَاتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ﴿۱۰۷﴾

توجہ لکھنا العیاض: اے محبوب اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو تو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے کہ بولے میں اللہ کو عطا نہ دیکھا دو تو انہیں کڑک نے آلیان کے گناہوں پر پھر چمڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آ چکیں تو ہم نے یہ معاف فرمایا اور ہم نے موسیٰ کو روشن قلبہ دیا۔

توجہ لکھنا العیاض: (اے حبیب!) اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر ان کے پاس روشن نشانیاں آ جانے کے باوجود وہ چمڑے کو (میسور) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن قلبہ عطا فرمایا۔

﴿يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ: اٰهْلِي كِتٰبِ اَپ سے سوال کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں میں سے کعب بن اشرف اور فحاش بن عازوراء نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے یکبارگی کتاب لائیے جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ریت لائے تھے۔ ان کا یہ سوال ہدایت حاصل کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ سرکشی و بغاوت کی وجہ سے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، النساء تحت الآية: ۱۰۳، ۱۰۴/۱)

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی کے طور پر فرمایا گیا کہ آپ ان کے سوالوں پر توجہ نہ کریں کہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یکبارگی قرآن نازل ہونے کا سوال کرتے ہیں کیونکہ یہ سوال ان کی کمال درجے کی جہالت کی وجہ سے ہے اور اس قسم کی جہالتوں میں ان کے باپ دادا بھی گرفتار تھے۔ اگر ان کا سوال طلب ہدایت کے لئے ہوتا تو پھر دیکھا جاتا مگر وہ تو کسی حال میں ایمان لانے والے نہ تھے۔ ان کے باپ دادا اس کے ایسے کردار کی وضاحت کیلئے ان کی دو رکھتوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے بعد چمڑے کو معبود بنالیا اور دوسری بات یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ



کا اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک آپ ہمیں خدا اعلیٰ نے دکھانہ دیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تو یہ مطالبہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یکبارگی کتاب نازل کروائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں گے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بارگی تو رات نازل ہوئی تو بجائے اطاعت کرنے کے انہوں نے خدا غر و غل کے دیکھنے کا سوال کر دیا اور اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ نہ کرنے کے سوا بہانے ہوتے ہیں۔

﴿وَاتَّخَذَ الْمُؤْمِنُونَ سُلْطَانًا مُّؤَيَّدًا: اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن غلبہ و تسلط عطا فرمایا گیا کہ جب آپ علیہ السلام نے نبی اسرائیل کو توبہ کے لئے خود ان کے اپنے قتل کا حکم دیا تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی اطاعت کی۔

وَرَفَعْنَا قَوْمَهُمُ الطُّورَ بِبَيْتِنَا قِهِمُ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہوا اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ترجمہ کنزالایمان: پھر ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کو طور کو بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہوا اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

﴿وَرَفَعْنَا قَوْمَهُمُ الطُّورَ: پھر ہم نے ان پر کو طور کو بلند کر دیا۔﴾ یہودیوں کے متعلق مزید تین باتوں کا بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلی یہ کہ ان سے تو رات پر عمل کرنے کا عہد لینے کیلئے کوہ طور کو ان کے سروں پر متعلق کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ یہی المقدس یا ارض خاتمی ہستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا جس کی انہوں نے نافرمانی کی۔ تیسری بات یہ کہ انہیں ہفتے کے دن عکار کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن انہوں نے عتوں باتوں میں خلاف ورزی کی اور اللہ غر و غل سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

فَمَا تَقْضِيهِمْ مِّمَّا قَالُوا وَكَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ  
حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ  
إِلَّا قَلِيلًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: تو ان کی کسی بد عہد یوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیات الہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

﴿فَمَا تَقْضِيهِمْ مِّمَّا قَالُوا﴾: تو ان کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے۔ یہاں سے اہل کتاب کے جرائم کی ایک فہرست اور اس پر غضب الہی عَزَّوَجَلَّ کا بیان شروع ہے۔ یہودیوں کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ اس آیت اور اس سے اگلی آیات میں ان کے نصف درجن سے زائد جرائم بیان کئے گئے ہیں:

- (۱)..... یہودیوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کہے ہوئے عہد کو توڑا۔ اس کی تفصیل اس سے گزشتہ آیت میں گزر چکی۔
- (۲)..... یہودیوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیں کا انکار کیا جہاں انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و النضر و العزراۃ کے معجزات۔
- (۳)..... یہودیوں نے انبیاء کرام علیہم السلام و النضر و النضر کو شہید کیا اور یہودی خود سمجھتے تھے کہ ان کا انبیاء علیہم السلام و النضر کو شہید کرنا ناحق ہی تھا۔

- (۴)..... یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، چونکہ

یہ بھی ان کا جھوٹ اور نئی کریم منی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا کر تھا لہذا یہ بھی سبب عذاب ہوا۔ پانچواں اور چھٹا جرم اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَبَلَّغْنَا اللَّهُ عَلَيْهِمَا: بَلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہودی کہتے ہیں ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ غزو غلبہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے لہذا کوئی وعظ و نصیحت ان کے دلوں پر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر اور بدکاریاں دل پر مہر لگ جانے کا باعث ہو جاتی ہیں۔

وَيُكْفِّرُهُمْ وَقَوْلُهُمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿۵۶﴾

اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان لگایا۔

توجیہ کثر العرفان: اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے۔

﴿وَيُكْفِّرُهُمْ: اور ان کے کفر کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کا پانچواں جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا اور ان کا چھٹا جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت مریمؑ کو جن اللہ تعالیٰ غصہ پر تہمت لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور خصوصاً کسی مقدس عورت پر اور مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا اور بھی زیادہ سنگین ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی۔

وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ  
وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ  
مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿۵۷﴾

توجیہ کثر العرفان: اور ان کے کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور یہ ہے کہ انہوں نے

نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شہید کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی بیرونی اور پینک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔

توبہ ۱۱۱: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح یحییٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (یحییٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا اور پینک یہ (یہودی) جو اس یحییٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی بیرونی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور پینک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔

﴿وَقَوْلُهُمْ: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کے ساتویں عقین جرم کا بیان کیا گیا کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تکذیب فرمادی۔ کیونکہ واقعہ یوں ہوا کہ جو منافق شخص یہودیوں کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا پتہ دینے کے لئے آپ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ہم شکل ہو گیا اور آپ علیہ السلام و السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دھوکے میں سولی دے دی لیکن پھر خود بھی حیران تھے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا نیز اس کا چہرہ حضرت یحییٰ علیہ السلام و السلام جیسا تھا اور ہاتھ پاؤں مختلف۔ (مشاركه النساء تحت الآية ۱۵۷ ص ۲۶۳-۲۶۴)

اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہو رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مقتول کون ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ مقتول حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ چہرہ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ہے لیکن جسم حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نہیں بالہا یہ وہ نہیں۔ یہودیوں کی بیرونی میں آج کل قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار ہیں۔

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۵۱﴾

توبہ نکلتا ایمان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

توبہ نکلتا عرفان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿يَوْمَ تَأْتِي سَأَلَ اللَّهِ إِلَيْهِ﴾ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ ﴿حَضَرَتْ يَسْئَلُ عَنْهُ الصُّلُوَّةُ وَالسَّلَامُ﴾ کے صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق کثرت آمادیت وارو ہیں۔ اس کا کچھ بیان سورہ آل عمران کی آیت نمبر 55 کے تحت تفسیر میں گزر چکا ہے۔

وَإِنَّ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ  
يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَيْدًا ۝۹۱

توبہ نکلتا ایمان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

توبہ نکلتا عرفان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (یعنی) ان پر گواہ ہوں گے۔

﴿إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ﴾ مگر وہ اس پر ایمان لائے گا۔ ﴿اس آیت کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنی موت کے وقت جب عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ حضرت یسعی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آتے ہیں اور اس وقت کا ایمان مقبول و معتبر نہیں۔

(فطری، النساء: نحت الآیۃ: ۲۹۸/۳، ۱۰۹، الجزء الخامس، جلالین، النساء: نحت الآیۃ: ۱۰۹، ص ۹۱، ملفظاً)

لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں اور اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

(غوی، النساء: نحت الآیۃ: ۳۹۷/۱، ۱۰۹)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت یسعی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے پہلے ہر یہودی اور عسائی اور وہ افراد جو غیر خدا

کی عبادت کرتے ہوں گے حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئیں گے حتیٰ کہ اس وقت ایک ہی دین، دین اسلام ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب آخری زمانے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ اُس وقت حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام شریعت محمدیہ علیٰ ضابطہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق حکم کریں گے اور دوسرے محمدی کے اماموں میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور عیسائیوں نے ان کے متعلق جو گمان باوجود رکھے ہیں انہیں باطل فرمائیں گے، دوسرے محمدی کی اشاعت کریں گے اور اس وقت یہود و نصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا یا قتل کر ڈالے جائیں گے، جزیرہ قبول کرنے کا حکم حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے وقت تک ہے۔ (بخاری، النساء، نحت الآئۃ: ۳۹۷/۱، ۱۰۹، حازن، النساء، نحت الآئۃ: ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، صاوی، النساء، نحت الآئۃ: ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، مفسطی، اس قول سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے پہلے سارے اہل کتاب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ ابھی یہودی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہیں لائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت زمین پر تشریف لائیں گے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس آمد پر سارے یہودی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئیں گے اس طرح کہ سب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ عز و جل کا بندہ اور اللہ عز و جل کی طرف سے ایک کلمہ ہونے کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائیں گے۔

﴿يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَيْئًا نَّوْءًا﴾ ان پر گواہ ہوں گے۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن یہودیوں پر تو یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں زبان طعن و راز کی اور نصاریٰ پر یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب ٹھہرایا اور خدا عز و جل کا شریک بنانا جبکہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے ان کے ایمان کی بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادت دیں گے۔

فَيُظْلِمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتُ أُحِلَّت لَهُمْ  
وَصَلَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لئے حلال تھیں ان پر

حرام فرمادیں اور اس لئے کہ انہوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا۔

ترجمہ کنز العرفان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لئے حلال تھیں۔

﴿وَلَقَدْ ظَلَمْنَاهُ الْيَتِيمَ ظَافًا﴾: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے۔ ﴿یہودیوں کی کرتوتیں اوپر بیان کی گئیں اور اس آیت میں ان کے جرائم کی سزا کی ایک صورت یہ بیان فرمائی گئی کہ ان کی زیادتیوں کی وجہ سے ان پر کئی حلال چیزیں بھی حرام کر دی گئیں۔

وَأَخَذْنَاهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلَهُمْ آمَوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۖ  
وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ کنز العرفان: اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: اور اس لئے (حرام کس) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَأَخَذْنَاهُمُ الرِّبَا﴾: اور ان کے سود لینے کی وجہ سے۔ ﴿یہودیوں میں اعتقادی خرابیوں کے ساتھ عملی برائیاں بھی موجود تھیں چنانچہ سود کھانا اور رشوت لینا ان میں عام تھا۔ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کی خدشہ کی خاطر شرعی احکام بھی بدل دیتے۔

سود اور رشوت کی حرمت

اس آیت سے سود کی حرمت اور رشوت کی قیاحت و بجاخت بھی معلوم ہوئی۔ سود لیتا شدید حرام ہے۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک سود ستر

گناہوں کا مجموعہ ہے، ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(ابن ماجہ، کتابہ الشہارۃ باب التعلیق فی الریاء ۷۲/۳، الحدیث: ۲۲۷۴)

سورے متعلق مزید کلام سورۃ بقرہ آیت نمبر 275 تا 278 اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 130 کے تحت گزر چکا ہے، اور رشوت کے بارے میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے والے، دینے والے اور ان کے مابین لین دین میں مدد کرنے والے پر لعنت فرمائی۔

(مسند امام احمد، مسند الانصارہ ومن حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۲۷/۸، الحدیث: ۲۲۴۶۲)

لَکِنَ الرَّسِخُونَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ یَوْمَئِذٍ بِمَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ  
وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّکٰوۃَ  
وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ اُولَٰئِکَ سَنُؤْتِیْہِمُ اُجْرًا عَظِیْمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: ہاں جو ان میں علم میں کچے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اسے محبوب تھا رہی طرف اتر اور جو تم سے پہلے اتر اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو مقرب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمہ کنزالایمان: لیکن ان میں علم میں چٹکی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اس پر جو اسے حبیب تھا رہی طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو مقرب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

﴿لَکِنَ الرَّسِخُونَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾: لیکن ان میں علم میں چٹکی والے، یہودیوں کی اکثریت گمراہ اور بدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ ایچھے بھی تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دین اسلام کی حقانیت کو جاننا اور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔



## داسخ فی العلم کی تحریف

داسخ فی العلم وہ عالم ہے جس کا علم اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی جڑیں زمین میں جگہ جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مروا خوش عقیدہ اور باعمل علماء ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم باعمل کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ باعمل عالم خود بھی نیک ہے اور وہ دوسروں کو بھی نیک بناتا ہے۔ چاہیے کہ عالم باعمل مسجدِ نبویؐ کا نمونہ ہو اور اس کی ہر اوتابلیغ کرے۔ اس سے اشارہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل کا عالم کا عذاب بھی دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گمن بھی اور اس کی بدگلی دوسروں کو بھی بدگلی بنا دے گی۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنُّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ  
وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْإِسْبَاطِ وَعِيسَى  
وَالْيُوسُفَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَاتَّبَعُوا مَا دُرِّيُوا

فوجہ گفتار الایمان: چونکہ اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

فوجہ گفتار العرفان: چونکہ اے حویب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾: چونکہ ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی۔ ﴿إِس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان پر نجات قائم کی گئی کہ

حضرت موسیٰ علیہ السّلوٰۃ والسلام کے سوا بکثرت انبیاء علیہم السّلوٰۃ والسلام ہیں جن میں سے گیارہ کے اُسامہ شریف یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں، اہل کتاب اُن سب کی نبوت کو مانتے ہیں، تو جب اس وجہ سے ان میں سے متعدد کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس و پیش نہ ہوا تو اہل الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے؟ نیز رسولوں علیہم السّلوٰۃ والسلام کے پیچھے کا مقصد حقوق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہے اور کتاب کے مشکوک طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بڑے کامل طریقے سے حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تمہارا تمہوراً لہذا سانی دل نشین ہونا چاہا جاتا ہے، اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال درجے کی حماقت ہے۔ مَبْنَحَانِ اللّٰہُ! کیسا دل نشین اور پیارا جواب ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ  
عَلَيْكَ ۖ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا ۝۱۳۱

فَصِبْحَكَ يَا اَلِيٍّ: اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقاً کلام فرمایا۔

تَوْحِيدُ كُنْزِ الْبَحْرِ: اور (ہم نے پیچھے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقاً کلام فرمایا۔

﴿وَرُسُلًا﴾ اور بہت سے رسول۔ ﴿اَلِيٍّ﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن شریف میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآن پاک میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ ان سب رسولوں علیہم السّلوٰۃ والسلام میں وہ کہتے ہیں جن پر یکبارگی کتاب اتری۔ تو جب سب نبیوں علیہم السّلوٰۃ والسلام پر یکبارگی کتاب نہیں اتری تو نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کیلئے کیوں باعثِ اعتراض ہونا ہے؟ ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا﴾ اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔ ﴿یٰ اَلِيٍّ﴾ یہ بھی یہودیوں کے اعتراض کے جواب کا حصہ ہے کہ

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے واسطہ کلام فرمانا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کیلئے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا گیا تو ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کتاب کا یکبارگی نازل ہونا بھی دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ (عزیزان النساء تحت الاہد: ۱۶۴، ۱۶۵/۱)

آیت کے اس حصے سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء یعنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہت شان والے ہیں کہ ان کا ذکر خصوصیت سے طے ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خاص نعمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں محفوظ ناقطعی ہے جیسے ہر نبی تجلیم اللہ نہیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِّئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ  
الرُّسُلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سنانے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سنانے (بیجے) تاکہ رسولوں (کو بیجے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ بے دوسٹ ہے، حکمت والا ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾: رسول بیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سنانے۔ ﴿لِّئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ﴾: تاکہ رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا مقصد نیک اعمال پر ثواب کی بشارت اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرانا ہے اور ایک حکمت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم ضرور ان کا حکم ماننے اور اللہ عزوجل کے مطیع فرمانبردار ہوتے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی پشت سے پہلے مخلوق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ اشارہ فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ يَبْعَثَ رَسُولًا ﴿۱۶﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔ (ہی اسرائیل: ۱۵)

لَٰكِنَ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ  
يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: لیکن اے محبوب اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی۔

ترجمہ کنزالعرفان: لیکن اے حبیب اللہ گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔

﴿لَٰكِنَ اللّٰهُ يَشْهَدُ﴾ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے۔ ﴿اِنْزَلَ﴾ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں دو طرح کے اقوال ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے (۱)..... فَضْهُوَ لَهُ یعنی جس کے حق میں گواہی دی جا رہی ہے وہ قرآن پاک ہے کیونکہ یہودیوں نے آسمان سے یکبارگی کتاب اتارنے کا مطالبہ کیا تھا (النساء: آیت ۱۰۳)

اس آیت میں ان کے مطالبے کا جواب ہے۔ اس صورت میں مفہوم یہ بنتا ہے کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن اے حبیب! خلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم، اللہ عز و جل آپ کی طرف اتارنے والے قرآن کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس کے اللہ عز و جل کی طرف سے نازل ہونے کے فرشتے بھی گواہ ہیں، اور اللہ عز و جل کی گواہی کافی ہے۔

(۲)..... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ فَضْهُوَ لَهُ یعنی جس کے حق میں گواہی ہے وہ خاتم المرسلین خلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کی نبوت ہے اور جس کے ذریعے گواہی دی جا رہی ہے وہ قرآن پاک ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ یہودیوں نے تاجدار رسالت خلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ خلی اللہ تعالیٰ علیہ ذیہ وسلم کی نبوت کی گواہی قرآن کے ذریعے دی اور فرشتے بھی نبوت پر گواہ ہوئے۔ (تفسیر کبیر، النساء تحت الآية: ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۶۶-۲۶۷، ص ۱۶۷، النساء تحت الآية: ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۶۶-۲۶۷، ص ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَصْدُ وَاَعَنَ سَبِيلَ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلًّا بَعِيدًا ۝۱۹۰

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے۔

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: بیشک جنہوں نے کفر کیا۔ یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اور حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نفرت و نفرت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر لوگوں کو اللہ عزوجل کی راہ سے روکا، بے شک وہ ان حرکتوں کی وجہ سے دور کی گمراہی میں جا پڑے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝۱۹۱ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۱۹۲

ترجمہ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔ مگر جنہم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا۔ مگر جنہم کے راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: بیشک جنہوں نے کفر کیا۔ یہاں بھی یہودیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ کفر اور کتاب الہی یعنی تورات میں موجود سرکار و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بدل کر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے ظلم کیا تو ایسے لوگ جب تک اپنے کفر پر قائم رہیں اور کفر پر مرس ان کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ انہیں کسی صحیح راہ کی ہدایت ملے گی البتہ جنہم کا راستہ ان کیلئے ضرور دکھلا ہوا ہے اور وہ بالکل واضح ہو گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَامْنُوا خَيْرًا  
لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ  
عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٥٠﴾

توجہ! کنز الایمان: اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ  
اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ظلم و حکمت والا ہے۔

توجہ! کنز الجوفان: اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ،  
تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ظلم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَقَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ﴾: بیشک تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾: تمام بنی نوع انسان  
کو عظیم خوشخبری سنائی جا رہی ہے کہ اے لوگو! تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق کے ساتھ تشریف لائے، وہ  
خود بھی حق ہیں اور ان کا ہر قول، ہر ادا حق ہے، ان کی شریعت حق ہے، ان کی طبیعت حق ہے، ان کی تعلیم حق ہے، وہاں  
باطل کا گز نہیں۔ لہذا ان پر ایمان لے آؤ، اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم عواقب المؤمنین صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللہ عزوجل تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔

يَا هَلْ الْكِتَابُ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ  
إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ ۖ أَلْقَاهَا إِلَى  
مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ۖ فَامْنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ

اِنَّهٗوَاخِرَ الْاٰلَمِ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ  
لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ کُفِیْ بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ۝

توجہ دیکھنا! اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو گرج، مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو! پہلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اُسے اس سے کہاں کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز ہے۔

توجہ دیکھنا! اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر حج کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ مہمود) تمین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہاں کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

﴿يَا خَلَّ الْكِتٰبِ: اے عالمی کتاب﴾ اس سے پہلے والی آیات میں یہودیوں کی دین میں زیادتیوں اور ان کے جرائم کو بیان فرمایا اب یہاں عیسائیوں کے دین میں غلو اور حد سے بڑھنے کے بارے میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔

عیسائیوں کے فرقے اور ان کے عقائد

عیسائی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے (1) یعقوبیہ۔ (2) نکائیہ۔ (3) نسطوریہ۔ (4) مرقوسیہ۔ ان میں سے ہر ایک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جداگانہ کفریہ عقیدہ رکھتا تھا۔ یعقوبیہ اور نکائیہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کہتے تھے۔ نسطوریہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جبکہ مرقوسیہ فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تمین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تمین

انھوں (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روح القدس تین ہیں اور باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور روح القدس سے ان میں غلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے گویا کرائے کے نزدیک اللہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام بنو شیث (یعنی انسانیت) اور الوہیت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی "نَعْمَالِی اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ غُلُوًّا کَبِیْرًا" (اللہ تعالیٰ عاملوں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند والا ہے) یہ فرقہ ہندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بَنُو لُس تھا، اُس نے انہیں گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے عقیدوں کی تعلیم دی۔ (حازن، النساء، تحت الآیۃ ۱۷۱، ۱۷۲/۱) اس آیت میں اہل کتاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں افراط و تفریط سے باز رہیں، انھیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور حلول و اتحاد کے محب لگا کر ان کی غلطی بھی نہ کریں، بلکہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مریم زحٰی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو رب تعالیٰ نے حضرت مریم زحٰی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ غُزُوْغُلِ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور تصدیق کریں کہ اللہ غُزُوْغُلِ ایک ہے، بیٹے اور اولاد سے پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں اور اس کی کہ حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ غُزُوْغُلِ کے رسولوں میں سے ہیں۔

﴿وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ﴾ اور نہ کہو (کے معبود) تین ہیں۔ کچھ بعض عیسائی حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، بعض انہیں تیسرا خدا مانتے تھے اور بعض انہیں کو خدا مانتے تھے، ان تینوں فرقوں کی تردید کے لئے یہ آیت کریمہ اترتی۔ لفظ "اللہ" میں ایک فرقے کی تردید ہے۔ "واحد" میں دوسرے کی اور "سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَکُمْ ذُلٌّ" میں تیسرے کی۔ عقل مند انسان خود ہی غور کر لے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جتنے انسان ہیں سب اسی کے بندے اور مملوک ہیں انہی میں حضرت یسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مریم زحٰی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داخل ہیں اور جب یہ بھی بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے محسوس ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب یہود و بائبلوں سے پاک اور مبرا ہے۔

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلَائِکَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط



وَمَنْ يَسْتَكْفِرْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرْهُمْ إِلَيْهِ جَعِيلًا ﴿٤٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: ہر گز مسک اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرنا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہائے گا۔

ترجمہ کنزالایمان: نہ تو مسک اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو مقرب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

﴿لَنْ يَسْتَكْفِرَ الْكَافِرِينَ خَالِدِينَ فِي النَّارِ﴾: مسک اللہ کا بندہ بننے سے ہر گز عار نہیں کرتا۔ ﴿فَجَزَانِ﴾ کے عیسائیوں کا ایک وفد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صلی علیہ السلام کو مصیبت لگاتے ہیں کہ انہیں اللہ عز و جل کا بندہ کہتے ہیں۔ اس پر آیہ اتاری

جس میں فرمایا گیا کہ اللہ عز و جل کا بندہ ہونا باعثِ فخر ہے نہ کہ باعثِ شرم۔ نیز اللہ عز و جل کی عبادت سے نفرت کرنا اور اس میں شرم محسوس کرنا کافر کا کام ہے مسلمان کا نہیں۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ  
مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا  
أَلِيمًا ۖ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

توجہ دلائل سے: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا: تو جو ایمان والے ہیں۔﴾ یہاں اللہ غُزُذْ خُلُیٰ کی بندگی کو اپنا اعزاز اور اپنے سر کا تاج سمجھنے والوں یعنی مومنین صالحین کو بشارت اور اللہ غُزُذْ خُلُیٰ کی بندگی سے نفرت و تکبر کرنے والوں کو وعید بیان کی گئی ہے۔ پہلے گروہ کو بھرپور اجر ملے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضل الہی کی مزید بارش برے گی جس میں اللہ غُزُذْ خُلُیٰ کا دیدار بھی شامل ہے۔ اس کے برعکس عبادت الہی کے منکروں اور اس سے تکبر کرنے والوں کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۱۷﴾

توجہ دلائل سے: اے لوگو! چٹکتہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

توجہ دلائل سے: اے لوگو! چٹکتہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!﴾ یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، وہ کہیں کے ہوں اور کبھی بھی ہوں۔

ہم کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت کی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ عام اعلان فرمایا گیا، اے لوگو! تمہارے پاس وہ تشریف لائے جو سرتاپا اللہ غُزُذْ خُلُیٰ کی معرفت کی دلیل ہیں جن کی صداقت پر ان کے مجھ سے گواہ ہیں اور وہ منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں۔ جس قدر مجھ سے پہلے پیغمبروں علیہم السلام کو ملے ان سے زیادہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوئے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از سر تاقدم پاک خود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ذات و صفات کی دلیل ہیں چنانچہ

سرکار کا نکاح خلیفہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے خلیفہ محمد بن عبد اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی بیوی میں رہا تو ان کو ہمیشہ دشمنوں پر فتح ہوتی رہی۔ ہر قل کی چٹائی میں رہا تو اس کے سر کے در و کو آ رام رہا۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں اس جد اور رسالت خلیفہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے خلیفہ محمد بن عبد اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے بال شریف رکھ دیے جائیں تاکہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر میری آنکھوں اور لبوں پر سلطان دو جہاں خلیفہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے خلیفہ محمد بن عبد اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے ناخن اور بال شریف رکھ دیے جائیں تاکہ حساب قبر میں آسانی ہو۔ معلوم ہوا کہ بال مبارک قبر کی مشکل آسان کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بناروں کو بال مبارک کا غسل شدہ پانی پلایا کرتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک بار بال مبارک پہنچ گئے تو انہوں نے ساری رات ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنی۔

سو کئے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے      چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو  
ہم سید کاروں پہ یا رب تجسّی معشر میں      سایہ انگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

آنحضرت شریف کا مجوزہ کہ قیامت تک کے واقعات کو دیکھا، جنت و دوزخ و عرش و کرسی کو ملاحظہ فرمایا، بلکہ خود رب غزّ و غلّ کو دیکھا۔ نماز و تسکوت میں جنت و دوزخ کو مسجد کی دیوار میں دیکھا۔ پیچھے مقتدی جو کچھ کریں اس کو ملاحظہ فرمادیں۔ ناک مبارک کا مجوزہ کہ جس نے محبت کی خوشبو یحییٰ سے آتی ہوئی سونگلی۔ زبان کا مجوزہ کہ جن کی ہر بات وحی خدا اور وہ زبان جو کہ سن کی گنجی ہے۔ منہ کا لعاب مجوزہ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ہاڑی میں ڈال دیا تو ہاڑی کی ترکاری میں برکت ہوئی۔ آنے میں ڈال دیا تو چاریر آٹا ہزاروں آدمیوں نے کھایا پھر بھی اتنا ہی رہا۔ خیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی دھتورہ کی دھتورہ میں لگا دیا تو آنحضرت کو آرام ہو گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں عار میں ساپ نے کاٹا اس پر لگا دیا تو اس کو آرام۔ کھاری کنویں میں ڈال دیا تو اس کا پانی پیٹھا ہو گیا۔ ہاتھ مبارک بھی دلیل کہ بدر کے دن ایک مٹھی نلکار لگا کر کومارے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ”آپ نے نہ پیچھے بلکہ ہم نے پیچھے۔ اسی ہاتھ میں اگر کنگروں نے کلمہ شریف پڑھا اس ہاتھ سے بیعت لی گئی تو رب غزّ و غلّ نے فرمایا کہ ”ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ ہے۔ اٹھائیں مجوزہ کہ ایک پیالہ پانی میں اٹھائیں رکھ دیں، اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ انگلی ہی کے اشارے سے چاند چیر دیا۔

پاکوں مبارک بھی معجزہ کہ پتھر پر چلیں تو پتھر ان کا اثر لے لے اور فرش پر بھی چلیں اور عرش پر بھی۔ غرض کہ ان کا ہر عضو پاک اور ہر بر بال مبارک رب غوثِ غنی کے پچکانے کی دلیل ہے۔ پسینہ مبارک معجزہ کہ جس میں گلاب کی بے مثل خوشبو۔ جامنا اور سونا معجزہ کہ ہر ایک کی نیند وضو توڑے مگر سرکارِ عالی و قادرِ علی اللہ تعالیٰ غلبہ ذیہ و سلطنت کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ تمام جسم پاک سایہ سے محفوظ کہ سایہ بھی کسی کے قدم کے نیچے آئے غرض کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر وصف معجزہ اور ہر حالت رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسُئُوا﴾ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ ﴿رُشْدَ نُورٍ﴾ نور سے مراد قرآن پاک ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں ملا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَأَعَصَوْا بِيهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ  
وَفَضْلٍ وَيَهْدِيُهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۱۷

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوطی سے تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

﴿فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ﴾: تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا۔ ﴿ایمان والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت عطا فرمائی گئی ہے۔ رحمت جنت ہے اور فضل جنت میں کرم بالائے کرم والے امور ہیں اور سیدھا راستہ دینی اسلام ہے جو سیدھا قرب الہی تک پہنچاتا ہے۔

يَسْتَقْوُونَكَ ۚ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلِمَةِ ۚ إِنَّ أَمْرًا أَهْلَكَ لَيْسَ لَهُ

وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتُ فَلَهُمَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِيئُهَا إِن لَّمْ يَكُنْ لَهَا  
وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الْغُلُّمِ وَمِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانَتْوَ إِخْوَةً  
رَبَّ جَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن  
تَعْلَمُوا ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٥﴾

توجہ دیکھنا ایمان: اسے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کھالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو سبے اولاد سے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں سے اس کی بہن کا آدھا حصہ اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ ہمارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

توجہ دیکھنا ایقان: اسے صحیب اتم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کھالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا حصہ اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی بہن ہوں (جس میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

﴿يَسْتَفْتُونَكَ﴾ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ ﴿آبَت مَبَارَك﴾ میں تلافی کی وراثت کا بیان کیا گیا ہے۔ تلافی کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے، نہ اولاد۔ اس آیت کے شان نزول کے متعلق بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے تو سر کا رعبہ بنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا وہ منعم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ہوش تھے، تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے وضو فرما کر اس کا پانی اُن پر ڈالا تو اُنہیں افاقہ ہوا (آنکھ کھول کر دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما تھے)۔ عرض کیا یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (محارری، کتاب الفرائض، باب قول اللہ تعالیٰ: یوصیکم اللہ... الخ، ۳۱۶/۴، الحدیث: ۶۷۲۳، مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ، ص ۸۷۲، الحدیث: ۵ (۱۶۱۶))

ابو داؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے جابر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب من کان لیس له ولد وله احوات، ۱۶۵/۳، الحدیث: ۲۸۸۷)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

- (۱)..... بزرگوں کا وضو کا پانی تیز کر کے اور اس کو حصولِ جفا کے لئے استعمال کرنا سنت ہے۔
- (۲)..... مریضوں کی عیادت سنت ہے۔
- (۳)..... نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علومِ غیب عطا فرمائے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت اس مرض میں نہیں ہے۔

### کلام کی درافت کے احکام

آیت میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ و وضاحت یہ ہے:

- (۱)..... اگر کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثہ میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی اور باپ شریک بہن کو وراثت سے مال کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ صرف ایک ہو اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ ملے گا۔
- (۲)..... اگر مرگے شخص فوت ہوئی اور ورثہ میں نہ باپ ہو نہ اولاد تو بھائی اُس کے کل مال کا وارث ہوگا۔
- (۳)..... اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔

اہم حقیقہ: وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قیود ہوتی ہیں۔ آیت میں جو صورتیں موجود تھیں ان کو بیان کر دیا لیکن اگر وراثت کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو بغیر کسی ماہر میراث عالم کے خود حمل نہ نکالیں۔

# سُورَةُ الْمَائِدَةِ

## سورہ مائدہ کا تعارف

### مقام نزول

سورہ مائدہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ آیت ”الْيَوْمَ مَأْكُتُ لَكُمْ وَيَوْمَئِذٍ“ جُزْءُ الْوَدَاعِ کے موقع پر عرفہ کے دن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔  
(حازنہ تفسیر سورۃ المائدہ، ۱/۱۵۸)

### آیات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 16 رکوع، 120 آیتیں 12464 حروف ہیں۔

### ”مائدہ“ نام رکھے جانے کی وجہ

عربی میں دسترخوان کو ”مائدہ“ کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 112 تا 115 میں یہ واقعہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کے ایک دسترخوان کے نزول کا مطالبہ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے مائدہ کے نازل ہونے کی دعا کی، اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۃ مائدہ“ رکھا گیا۔

### سورہ مائدہ کے فضائل

(۱)..... اس سورت کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا ”اے امیر المؤمنین! جو اللہ تعالیٰ عنہ، آپ اپنی کتاب میں ایک آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ آیت ہم یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوئی ہوتی تو (جس دن یہ نازل ہوتی) ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”وہ کون سی آیت ہے؟“ اس یہودی نے عرض کی (وہ یہ آیت ہے)

توجہ دے گا اور فرماؤں: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ لَكَ وَلَكُمْ وَبِئْسَ مَا اٰمَنْتُ عَلَيْهِمْ  
تَعْبِقْ ذُرِّيَّتِيْمْ اِلَّا سَلَامًا دِيْنًا (ماہد: ۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”ہم اس دن اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، (جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت) حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کہ دن عرفات کے میدان میں مقیم تھے (اور جو عرفہ دو دنوں مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔)

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، ۲۸/۱، الحدیث: ۴۵)

(2)..... حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ مائدہ نازل ہوئی اور اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سواری تھے تو سواری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رہی اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سواری سے پیچھے تشریف لے آئے۔ (مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ۵۸۹/۲، الحدیث: ۶۶۵۴)

(3)..... حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم اپنے مردوں کو سورہ مائدہ اور غورقوں کو سورہ نور سکھاؤ۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۴۶۹/۲، الحدیث: ۲۴۲۸)

علامہ عبد الرزاق مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”سورہ مائدہ میں چونکہ مردوں کے لئے بہت (زجر و توبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے اس لئے انہیں سورہ مائدہ سکھانے کا حکم دیا گیا اور سورہ نور میں غورقوں کے لئے بہت (زجر و توبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اس میں واقعہ ایک اور زینت کے مقام ظاہر کرنے کی حرمت وغیرہ ان چیزوں کا بیان ہے جو غورقوں سے متعلق ہیں، اس لئے انہیں سورہ نور سکھانے کا حکم دیا گیا۔ (فیض القدير، حرف العين، ۱۴۳/۴، نکت الحدیث: ۵۴۸۲)

### سورہ مائدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد و نظریات ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(۱)..... مسلمانوں کو تمام جائز معاہدے پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور ان جانوروں کے بارے میں بتایا گیا جو مسلمانوں



پر حرام ہیں اور جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں۔

(2)..... وضو، غسل اور حجام کے احکام بیان کئے گئے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے اور نا انصافی کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

(3)..... بنی اسرائیل سے عہد لینے والے عہد کی خلاف ورزی کرنے اور اس کے انجام کو بیان کیا گیا۔

(4)..... بنی اسرائیل کا بچا رہین سے جہاد نہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(5)..... چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کی سزا کا بیان، شراب اور جوئے کی حرمت کا بیان، جسم کے کفارے کا بیان، احرام کی حالت میں شکار کے احکام۔ قرآن کے احکامات پر عمل کو ترک کرنے کی وعید، یہودیوں، عیسائیوں، منافقوں اور مشرکوں سے ہونے والی بحث کا بیان ہے۔

(6)..... مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اصلاح کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور گناہ و سرکشی کے کاموں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون حرام ہے، کفار کے ساتھ دوستی کرنا حرام ہے نیز گواہی کے متعلق فرمایا کہ گواہی دینے والا عادل ہو اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اور مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی جائے۔

(7)..... اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعت اور ان کے طریقے مختلف تھے۔

(8)..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پوری مخلوق کو عام ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عام تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(9)..... جبرت اور نصیحت کے لئے اس سورت میں یہ تین واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام و السلام اور بنی اسرائیل کا واقعہ۔ (2) حضرت آدم علیہ السلام و السلام کے دو بیٹوں کا قتل اور بائبل کا واقعہ۔ (3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام و السلام کے معجزے ”کھانے کے دسترخوان“ کے نازل ہونے کا واقعہ۔

### سورۃ نساء کے ساتھ مناسبت

سورہ مائدہ کی اپنے سے بائبل سورت ”نساء“ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورہ نساء میں مختلف صریح اور مخفی معابدے بیان کئے گئے تھے جیسے نکاح اور مہر کے معابدے، وصیت، امانت، وکالت، عاہلہ، عاہلہ و غیرہ کے معابدے اور سورہ مائدہ میں ان معابدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تناسق السورۃ سورۃ المائدہ، ص ۸۱)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

توجہ دکنز الامین: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

توجہ دکنز العرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُنْتَلَى عَلَيْكُمْ غَيْرِ مُحِلِّ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝

توجہ دکنز الامین: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بڑے جان مویشی مکروہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو لیکن اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

توجہ دکنز العرفان: اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔

﴿أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ تمام عہد پورے کرو۔ عقد کا معنی عہد ہیں، انہیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد کون سے عہد ہیں اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(۱)۔۔۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہاں اہل کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے اہل کتاب کے مومنو! میں نے گزشتہ کتابوں میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔

(۲)۔۔۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنین کو ہے، انہیں اپنے عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔



توبۃ کثر العیافان: اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرا لو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے میں سے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کر کے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے لگو تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور ہنگامی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

توبۃ کثر العیافان: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرا لو اور نہ ادب والے میں سے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور نہ جن میں لائے جانے والے وہ جانور جن کے گلے میں علامتیں پڑے ہوں اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال و عزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اور ہنگامی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

وَلَا تُحِبُّوا شَعَائِرَ الْإِسْلَامِ: اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہراؤ۔ کہ اس آیت میں دین کی نشانوں کی قدر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ عز و جل نے فرض کیں اور جو منع فرمائیں سب کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ نیز جو چیزیں اللہ عز و جل کی نشانیاں قرار پائیں ان کا احترام کرنا بہت ضروری ہے لہذا دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کیا جائے گا۔ اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُضْلِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَشْكُورِ توبۃ کثر العیافان: اور جو اللہ کی نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ القلوب (۱)

(الصح: ۳۲)

دلوں کا توفیق ہے۔

اس شَعَائِرِ اللَّهِ یعنی اللہ عز و جل کی نشانوں میں خانہ کعبہ قرآن پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے حزارات وغیرہ سب ہی داخل ہیں بلکہ جس چیز کو اللہ عز و جل کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی شَعَائِرِ اللَّهِ بن جاتی ہے جیسے حضرت ہاجرہ زینبہ علیہا السلام کے قدم صفا و مردہ پہاڑوں پر پڑے تو وہ پہاڑ شَعَائِرِ اللَّهِ بن گئے اور رب کریم عز و جل نے فرمایا:

إِنَّ الشَّعَائِرَ الْمَرْبُورَةَ شَعَائِرُ اللَّهِ (القرن: ۱۷۸)

توبۃ کثر العیافان: بیشک صفا و مردہ اللہ کی نشانوں سے ہیں۔

وَلَا تُحِبُّوا الْعَمْرَةَ: اور نہ حرمت والے چیزوں کو۔ کہ فرمایا گیا کہ حرمت والے چیزوں کو حلال نہ ٹھہراؤ۔ محترم میں چار ہیں، درجہ، ذوق، عقیدہ، فوج اور محرم۔ زمانہ جاہلیت میں بھی کفار ان کا ادب کرتے تھے اور اسلام نے بھی ان کا احترام

باقی رکھا۔ یاد رہے کہ اولاً اسلام میں ان مہینوں میں جنگ حرام تھی، اب ہر وقت جہاد ہو سکتا ہے، لیکن ان کا احترام بدستور باقی ہے۔ اس کی تفصیل سورہ توبہ آیت نمبر 36 میں آئے گی۔

﴿وَلَا يَنْهَىٰ ذِي الْقُرْبَىٰ عَنْ ذِكْرِهِمْ وَأُفٍّ لَهُمْ وَلَئِنْ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ الْمَرْءُ فَيَسْأَلْهُ عَن غَيْرِهِمْ وَلَيْسَ بِهِ جُنْحٌ عَلَيْهِمْ يُصْهِرُ لَنَا أَتَنَادٍ﴾ اور نہ حرم کی قربانیاں اور نہ علامتی بننے والی قربانیاں۔ پھر عرب کے لوگ قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ سے ہار بن کر ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور ان سے چھیڑ خانی نہ کریں۔ حرم شریف کی ان قربانیوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَأُ الْيَعْنَىٰ﴾ اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال و عزت) کو پھر ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں سے مزاح و غمزہ کرنے کے لئے آنے والے ہیں۔ آیت کا شان نزول یہ ہے کہ شریح بن ہند ایک مشہور بد بخت تھا وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور سرکارِ دعو عالمِ مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم حضور خدا کو کیا دعوت دیتے ہیں؟ تا جدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا، اپنے رب غزو غل پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا، بہت اچھی دعوت ہے، میں اپنے سرداروں سے رائے لے لوں تو میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی لاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو خبر دے دی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جو شیطانی زبان بولے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ”کا فر کا چہرہ لے کر آیا اور غدار و بد عہد کی طرح پیٹھ پھیر کر گیا، یہ اسلام لانے والا نہیں۔ چنانچہ اس نے فریب کیا اور مدینہ شریف سے نکلے ہوئے وہاں کے موسیٰ اور اموال لے گیا۔ اگلے سال وہ ہمامہ کے حاجیوں کے ساتھ تجارت کا کثیر سامان اور حج کی فضا و وہ پوش یعنی مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادہ سے نکلا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی شریح کو دیکھا اور چاہا کہ موسیٰ اس سے واپس لے لیں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے منع فرمایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سازن، المائدہ، نحت الایۃ، ۲: ۴۰/۱)

اور حکم دیا گیا کہ حج کے ارادے سے نکلا ہوا سے کچھ نہ کہا جائے۔

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ﴾ اور جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ۔ پھر احرام سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف سے باہر نکالنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم درحقیقت ایک اجازت ہے مگر یہ اباحت (جائز ہو) ایسی قطعی ہے کہ اس کا منکر کا فر ہے۔

﴿وَلَا يَجْعَلْ مَقْلَبًا﴾ اور تمہیں برا ہیجنت نہ کرے۔ ﴿﴾ مراد یہ ہے کہ اہل مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ذہبی اللہ تعالیٰ عنہم کو عہد نبیہ کے دن عمرہ کرنے سے روکا لیکن تم ان کے اس شعاہدہ فعل کا انتقام نہ لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اب کافر کو سبچہ حرام سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَلْكَافِرُ لَيْسَ بِاَبِيْكُمْ فَكَذَّبُوْهُ اِنَّ السَّجْدَۃَ  
الْحَرَامَۃَ (البقرہ: ۲۸۰)  
توجعہ کا اذہن: مشرک نہ ٹاپاک ہیں تو اس برس کے  
بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

﴿وَتَعَاوَنُوْا﴾ اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ﴿﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے (۱) نیکی اور  
پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (۲) گناہ اور نریاوتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ جو سے مراد ہر وہ نیک کام ہے  
جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا  
ہے۔ اہم سے مراد گناہ ہے اور غلظان سے مراد اللہ تعالیٰ کی حد و میں حد سے بڑھنا۔ (حاشیہ، المعانی، تحت الآية ۲، ص ۹۴)  
ایک قول یہ ہے کہ اہم سے مراد کفر ہے اور غلظان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (حاشیہ، المعانی، تحت الآية ۲، ص ۹۴)  
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نیکی سے مراد صحت کی پیروی کرتا ہے۔

(صواعق، المعانی، تحت الآية ۲، ص ۹۴)  
حضرت نواس بن سمعان ذہبی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے  
نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے  
جو میرے دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تجھے ناپسند ہو۔

(ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی الزہ والاسم، ۱۷۳/۴، الحديث: ۲۳۹۶)

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم

یہ انتہائی جامع آیت مبارکہ ہے، نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام انواع و اقسام داخل ہیں اور اہم اور غلظان میں  
ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور نریاوتی کے ذمے میں آتی ہو۔ علم دین کی اشاعت میں وقت، مال، دوس و تدبیر اور تحریر  
وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، حسن اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی  
تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک و ملت

کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، موثر ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلا وجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کا روپار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔ **مُنْبَعَاثُ اللّٰہِ**! قرآن پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں، اس کا ہر حکم دل کی گہرائیوں میں اترنے والا، اس کی ہر آیت گمراہوں اور گمراہ گردوں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس کی تعلیمات سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان پر عمل بھی کیا جائے۔ انفس، فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد علی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کو قرآن کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حُذِرَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنَازِيرِ وَمَا أَهْلُ لَيْعٍ رِ اللّٰهِ  
وَالْمُخْرَقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ  
إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ ۖ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِبُوا إِلَّا زُلُمًا ۖ  
ذَلِكُمْ فَسُقُ ۖ الْيَوْمَ يَمِيسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ  
وَاحْشَوْنَ ۖ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي  
وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ  
مُتَجَانِفٍ لِإِيْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم پر حرام ہے مرنے والا اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو کا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مر اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ

کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پائے ڈال کر یا ٹکا کر یا گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے شہر دار اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بھگت اللہ بخشے والا مہربان ہے۔

فوجہ کذا لعلہ: تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نکارا گیا ہو اور وہ جو کھا گھونٹے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرے ہو اور جو کسی جانور کے سینک مارنے سے مرے ہو اور وہ جسے کسی اور ندے نے کھالیا ہو مگر (دندان کا شکار کیا ہو) وہ جانور جنہیں تم نے (زندہ پاکر) ذبح کر لیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (حرام ہے) کہ پائے ڈال کر قسمت معلوم کر دینا گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافر نامید ہو گئے تو ان سے شہر دار اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکا ہے) تو بھگت اللہ بخشے والا مہربان ہے۔

﴿وَخُوشَعَتِ عَيْنُكَ﴾ تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔ کچھ سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر چارے حلال ہیں سوائے ان چاروں کے جو آگے بیان کئے جائیں گے۔ یہاں انہیں کا بیان ہے اور گناہ چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱)..... مردار یعنی جس جانور کے لئے شریعت میں ذبح کا حکم ہو اور وہ بے ذبح مر جائے۔

(۲)..... پیئے والا خون۔

(۳)..... سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء۔

(۴)..... وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ عزوجل کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسا کہ عبد اللہ کی گائے، عقیقے کا بکرا، ولیم کا جانور یا وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو شائب پہنچانا منظور ہو ان کو ذبح کے وقت کے علاوہ اولیاء ذبح اللہ تعالیٰ علیہم کے ناموں کے ساتھ حاضر کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ عزوجل کے نام پر ہو، اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال و طیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے



جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو، جو لوگ ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں اور ان کا قول تمام معتبر تقاسیر اور خود مفسرین قرآن کے خلاف ہے۔

(5)۔ گلگھوٹ کر مارا ہوا جانور۔

(6)۔۔۔ وہ جانور جو لائٹنی پتھر، ڈھیلے، گولی پتھر یعنی بغیر دھار و ارچر سے مارا گیا ہو۔

(7)۔۔۔ جو گر کر مرا ہو خواہ پہاڑ سے پاکنوں میں وغیرہ میں۔

(8)..... وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہوا اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو۔

(9)۔۔۔ وہ جسے کسی درد نے تھوڑا سا دکھایا ہو اور وہ اس کے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو لیکن اگر یہ جانور مردہ گئے ہوں اور ایسے واقعات کے بعد زندہ بن گئے ہوں پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کرنا تو دو حلال ہیں۔

(۱۰)۔ وہ جو کسی بت کے تھان پر بلور و عبادت کے ذریعہ کیا گیا ہو جیسا کہ اہل جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد مین سو ساٹھ پتھر خرب کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لیے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے ان کی تعلیم و تقویٰ کی نیت کرتے تھے۔ اس صورت کا بلور و خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ طریقہ بلور و خاص ان میں رائج تھا۔

(۱۱)۔ کسی کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے چاند اللہ، زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کام پر پیش ہوتے تو وہ تین حیروں سے پائے ڈالتے اور جو "ہاں" یا "نہ" نکلا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکم الہی جانتے۔ ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

﴿اَلَيْسَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم مکمل دین سے متفق یہ آیت مبارکہ سچا الدواع میں عرفہ کے روز، جمعہ کے دن، عصر کے بعد نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیے، اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیان حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَّا هُنَّ حَتَّىٰ يُمِيزَ الْإِلَهُ“ نازل ہوئی جو وعدہ وصیحت پر مشتمل ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ چچا الدواع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ جس میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی، ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یعنی مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ مکمل شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

### دینی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے

اس آیت کے حعلق بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا، اے امیر المؤمنین! زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا ”کون سی آیت؟“ اس یہودی نے یہی آیت ”اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ“ پڑھی۔ آپ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔“

(بخاری، کتاب الايمان، باب زيادة الايمان وتقصاته، ۲۸/۱، الحديث: ۴۵، مسلم، کتاب التفسیر، ص ۹، ۱۶۰، الحديث: ۳۰۱۷)  
آپ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ نیز قرنی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا تو آپ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ اور عرفہ۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الصافات ۳۳/۵، الحديث: ۳۰۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی سب سے عظیم نعمت کی یادگار و شکرگزاری ہے۔

﴿وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾: اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ ﴿مکہ مکرمہ﴾ کی فتح اللہ عزوجل کی عظیم نعمت تھی۔

﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾: اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ ﴿یعنی میں نے تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کر لیا کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں۔﴾

### آیت ”وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے کئی احکام معلوم ہوئے:

پہلا یہ کہ صرف اسلام اللہ عز و جل کو پسند ہے یعنی جو اب دین محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین اب ناقابل قبول ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد قیامت تک اسلام کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔

تیسرا یہ کہ اصول دین میں زیادتی کی نہیں ہو سکتی۔ اجتہاد ہی فروغی مسئلے ہیڈہ نکلنے رہیں گے۔

چوتھا یہ کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نئی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہو چکا سورج نکل آنے پر چراغ کی ضرورت نہیں، لہذا قادیانی جموں نے، بے دین اور خدا غزو غل کے کام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔ پانچواں یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا غزو غل کو پکارا نہیں کیونکہ اسلام بڑا ہے اور اعمال شاخص اور سچے اور جرئت جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بچے کا رہے۔

﴿فَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ مَعْصُوًّا تَوْجُوهُ﴾ کی شدت میں مجبور ہو۔ اے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کر دیا گیا ہے لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز میسر نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر ہن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے جس سے خطرہ جان ہوتا رہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۚ وَمَا عَلَيْنَا مَنَ  
الْجَوَارِمِ مُكَيِّدِينَ تَعْلَمُونَ ۖ هُنَّ مِمَّا أَمْسَكْنَ  
عَلَيْكُمْ ۖ وَادْكُرُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو ظکاری جالور تم نے سدھالیے انہیں ظکار پر دوڑاتے جو ظم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو دھار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

ترجمہ کاغذ المعروف: اسے عجیب اتم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور ان شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھا دیا ہے۔ تم انہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کر کے تمہارے لئے روک دیں اور (شکاری جانور کو چھوڑے وقت) اس پر اللہ کا نام لادو اور اللہ سے ڈرتے رہو چونکہ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿مَآذٍ أَجَلٌ لَّهُمْ أَنْ كَلَّكَ حِلَالٌ هُوَ؟﴾ یہ آیت حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مہملہ زبني اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”زَيْدُ الْخَيْرِ“ لکھا تھا۔ ان دونوں صاحبوں نے عرض کی: ہمارا مولیٰ اللہ اُضلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ہم لوگ کئے اور باز کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں تو کیا ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

آیت میں ”حَلَالٌ“ کو حلال فرمایا گیا ہے اور ”حَلَالٌ“ وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حَلَالٌ وہ چیزیں ہیں جن کو سلیم الطبع لوگ پسند کرتے ہیں اور غبیث وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔

(برہانوی، المائدة، تحت الآية ۲۹۵/۲، ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حرمت پر دلیل نہ ہونا بھی اس کی حلت کے لئے کافی ہے۔

﴿أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ شُكَّارِي جَانُورَ﴾ شکاری جانوروں سے کیا ہوا شکار بھی حلال ہے خواہ وہ شکاری جانور مردوں میں سے ہوں جیسے کتے اور چیچے کے شکار یا شکاری جانور کا قتل پر مردوں سے ہو جیسے شکرے، باز، شاہین وغیرہ کے شکار۔ جب اس طرح سدا کر ان کی تربیت کر دی جائے کہ وہ جو شکار کریں اس میں سے نہ کھائیں اور جب شکاری ان کو چھوڑے تب شکار پر جائیں اور جب بلائے واپس آ جائیں ایسے شکاری جانوروں کو معلوم (یعنی سکھایا ہوا) کہتے ہیں۔

﴿وَمِمَّا أَفْتَسْتُمْ عَنْكُمْ جُودُ شُكَّارِكُمْ﴾ جودہ شکار کر کے تمہارے لئے روک دیں۔ یعنی تمہارے سدا کے ہوئے شکاری کتے یا جانور جب شکار کر کے لائیں اور اس میں سے خود کچھ نہ کھائیں تو اگرچہ جانور مر گیا ہو تب بھی حلال ہے اور اگر کتے نے کچھ کھالیا ہو تو حرام ہے کہ یہ اس نے اپنے لئے شکار کیا تمہارے لئے نہیں۔

آیت کا خلاصہ: آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے سنا یا شکرہ وغیرہ کوئی شکاری

جانور شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار چند شرطوں سے حلال ہے۔

(۱)..... شکاری جانور مسلمان یا کتلی کا ہوا ور سکھایا ہوا ہو۔

(۲)..... اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔

(۳)..... شکاری جانور پسم اللہ اللہ اُکھڑ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔

(۴)..... اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا ہو تو اس کو پسم اللہ اللہ اُکھڑ کہہ کر ذبح کرے اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہوگا۔ مثلاً اگر شکاری جانور مُقْتَل (یعنی سکھایا ہوا) نہ ہو یا اس نے زخم نہ کیا ہو یا شکار پر چھوڑتے وقت جان بوجھ کر پسم اللہ اللہ اُکھڑ نہ پڑھا ہو یا شکار زندہ پہنچا ہو اور اس کو ذبح نہ کیا ہو یا مُقْتَل (یعنی سکھائے ہوئے جانور) کے ساتھ غیر مُقْتَل (یعنی نہ سکھایا جانور) شکار میں شریک ہو گیا ہو یا ایسا شکاری جانور شریک ہو گیا ہو جس کو چھوڑتے وقت پسم اللہ اللہ اُکھڑ نہ پڑھا گیا ہو یا وہ شکاری جانور مجوسی کافر کا بہران سب صورتوں میں وہ شکار حرام ہے۔

### شکار کے دوسرے طرحے کا شرعی حکم

تیسرے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے اگر پسم اللہ اللہ اُکھڑ کہہ کر تیر مارا اور اس سے شکار مجروح (یعنی زخمی) ہو کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر نہ مرا تو دوبارہ اس کو پسم اللہ اللہ اُکھڑ پڑھ کر ذبح کرے اگر اس پر پسم اللہ نہ پڑھی یا تیسرا زخم اس کو نہ لگا یا زندہ پانے کے بعد اس کو ذبح نہ کیا ان سب صورتوں میں حرام ہے۔  
نوٹ: شکار کے مسائل کی مزید تفصیل کیلئے بہار شریعت حصہ ۱۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

اَلْيَوْمَ اَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۚ وَطَعَامُ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَّكُمْ  
وَطَعَامُكُمْ حَلَلٌ لَهُمْ ۚ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ  
الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اتَّيَسَّرُوْنَ اُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ  
غَيْرِ مُسَفِّحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيْ اَحْدَانٍ ۚ وَهَنْ يَّكْفُرُ بِالْاِيْمَانِ  
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

توجہ دیکھو! آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتا بیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر و قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالنے اور نہ آشایا تے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں نیاں کار ہے۔

توجہ دیکھو! آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کر دی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر و نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشایا تے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل بر باد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

﴿آلِہُمْ مَا جَاءَ لَکُم مِّنَ الْکُفْلِ﴾: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں۔ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی مسلمانوں کیلئے حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا عیسائی، یونہی مرد و زن کرے یا عورت یا بچہ اور بچہ۔ لیکن یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اُن اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جو واقعی اہل کتاب ہوں، موجودہ زمانے میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد ذہریہ اور خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہذا ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ عورتیں۔

### اہل کتاب سے نکاح کے چھ اہم مسائل

- (۱)۔۔۔۔۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ واقعی اہل کتاب ہوں، ورنہ یہ نہ ہوں جیسے آج کل بہت سے ایسے بھی ہیں۔
- (۲)۔۔۔۔۔ یہ اجازت بھی دائر الاسلام میں رہنے والی ذبیحہ اہل کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہل کتاب ہیں یہ عربی ہیں اور غریبہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
- (۳)۔۔۔۔۔ ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے قطعی حرام ہے۔
- (۴)۔۔۔۔۔ اہل کتاب عورتوں میں سے اچھے کردار والی سے نکاح کیا جائے یہ حکم مستحب ہے۔

(5)۔۔۔ اہل کتاب عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کئے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا یا پوشیدہ یا علانیہ بدکاری کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔

(6)۔۔۔ اہل کتاب عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔

﴿عَذْرٌ مُّسَوِّمَةٌ﴾: نہ کہ مسقی نکالتے ہوئے۔ کہ ناجائز طریقہ پر مسقی نکالنے سے بے دھڑک زنا کرنا اور آشابانے سے پوشیدہ زنا مراد ہے۔

﴿وَمَنْ يَلْتَمِسْهُ فَلَا يَمَانُ﴾: اور جو ایمان سے بھر کر کافر ہو جائے۔ کہ آج مہار کہ کے آخر میں نرید کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں اس کیلئے کوئی اجر و ثواب باقی نہیں رہتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ  
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ  
وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ  
أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا  
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ  
لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ  
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ①

توجہ: تفسیر الانبیاء: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہو نا چاہو تو اپنے منہ و دھڑ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں و دھڑ اور اگر چھین نہانے کی حاجت ہو تو خوب سھرے ہو لو اور اگر تم تیار یا سڑ میں ہو یا تم میں کوئی تھنائے

حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے محبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے جم کر دوتا اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ انہیں چاہتا کہ تم پر کچھ نگہ رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب سہرا کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمہ کائنات جعفران: اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہوئے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کھینچیں تاکہ دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی صیغۃ الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے محبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے جم کر دوتا اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اللہ انہیں چاہتا کہ تم پر کچھ نگہ رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ﴾: جب نماز کی طرف کھڑے ہوئے لگو۔ کچھ آیت مبارکہ میں وضو اور تیمم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے اس کا بیان کیا گیا ہے۔

### وضو کے شرائط

وضو کے چار فرض ہیں: (۱) چہرہ وضو۔ (۲) کہیں سمیت دونوں ہاتھوں کا وضو۔ (۳) چوٹائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں وضو۔

### وضو کے چھ احکام

- (۱)۔۔۔ جتنا دھوئے گا حکم ہے اس سے کچھ زیادہ دھو لینا مستحب ہے کہ جہاں تک اعضائے وضو کو دھویا جائے گا قیامت کے دن وہاں تک اعضا روشن ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الوضوء والغسل المحققون... الخ، ۷۱/۱، الحدیث: ۱۳۶)
- (۲)۔۔۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے جبکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تک وضو ٹوٹ نہ جاتا ہی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے، ایک وضو سے زیادہ نمازیں ادا کرنے کا عمل تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو سے بھی ثابت ہے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۹۵/۱، الحدیث: ۲۱۴-۲۱۵، عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۵۹/۲، نعت الحدیث: ۲۱۴)



(3)۔۔۔ اگرچہ ایک وضو سے بھی بہت سی نمازیں فرائض و فوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت و ثواب کا ذریعہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا (اور جب تک بے وضو کرنے والی کوئی چیز واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض و فوافل سب کا ادا کرنا جائز ہو گیا۔) (مدارک، الحائض، نحت الآية ۶، ص ۲۷۴)

(4)۔۔۔ یاد رہے کہ جہاں وضو نے کھم ہے وہاں وضو ناہی ضروری ہے وہاں مسح نہیں کر سکتے جیسے پاؤں کو وضو ناہی ضروری ہے مسح کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر موزے پہنے ہوں تو اس کی شرائط پائے جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں کہ یہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔

﴿وَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَمِطُوا أَيْدِيكُمْ إِلَى الْمَافِئَةِ﴾ اور اگر تم حالت جنابت میں ہو۔۔۔ جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ مٹی کا خارج ہونا۔

### جنابت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم

جنابت کے کئی اسباب ہیں: (1) جانتے میں شہوت کے ساتھ اچھل کر مٹی کا خارج ہونا۔ (2) سوتے میں احتلام ہو جانا۔ (3) ہم بستری کرنا اگرچہ مٹی خارج نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ غسل کے بغیر نماز پڑھنا و تلاوت قرآن پاک کو چھونا اور مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔ جو کام جنابت کی حالت میں منع ہیں نجس و نفاس کی حالت میں بھی منع ہوں گے لیکن جب تک عورت حائضہ یا نفاس کی حالت میں ہے غسل کرنے سے پاک نہ ہوگی جبکہ غلی غسل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا بھی منع ہے جبکہ جنابت کی حالت میں صحبت کرنا منع نہیں۔ (احکام القرآن، سورة الحائض، باب الغسل من الجنابة، ۴۰۷/۲)

حیض و نفاس سے بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ حیض کا مسئلہ سورہ بقرہ آیت نمبر 222 میں گزر گیا اور نفاس سے غسل لازم ہونا اجماع سے ثابت ہے اور تحکم کا بیان سورہ نساء آیت نمبر 43 میں تفصیل سے گزر چکا۔ مزید تفصیل جاننے کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔<sup>(۱)</sup>

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الّٰلِیْ وَاتَّقُوا اللَّهَ يَٰۤاِذْ قُلْتُمْ

۱۔۔۔ وضو، غسل اور تحکم کے بارے میں شرعی مسائل جاننے کیلئے اہل اہلسنت و جماعت رحمہ اللہ کی تفسیر "مفہم" کے احکام کا مطالعہ کرنا بھی بہت مفید ہے۔

## سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ①

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿وَإِذْ كُنَّا نَعْبُدُ اللَّهَ عَدُوًّا﴾ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔ ﴿اس آیت میں بیعت عقبہ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ (معارف، المائدة، نعت الآية ۷، ص ۲۷۶)

مجموعی طور پر آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اللہ غزوہ خندق کا اپنے اوپر احسان یاد کرو کہ اس نے جنہیں مسلمان بنایا اور تمہارے لئے آسمان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا۔ نیز اس بیعت و معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرتے وقت بیعت عقبہ کی رات اور بیعت رضوان میں کیا۔ اس معاہدے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا تھا کہ ہم تا جہاں رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں سنیں گے اور مانیں گے۔

### آیت ”وَإِذْ كُنَّا نَعْبُدُ اللَّهَ عَدُوًّا“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے:

- (۱)..... انسان ہر شکل رب غزوہ خندق کی توفیق سے کرتا ہے لہذا اس پر فخر نہ کرے بلکہ رب کریم غزوہ خندق کا شکر ادا کرے۔
- (۲)..... بیعت عقبہ اور بیعت رضوان والے سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ غزوہ خندق کے پیارے اور مقبول بندے ہیں جنہیں اللہ غزوہ خندق نے اُس بیعت کا شرف بخشا۔ اُسی بیعت کو یہاں اللہ غزوہ خندق کی نعمت قرار دیا گیا ہے۔
- (۳)..... ان سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان بیعتوں کے سارے وعدے پورے کئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعدے کے سچے تھے کیونکہ اللہ غزوہ خندق نے یہاں ان کے وعدے بغیر تردید ذکر فرمائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کسی قوم کی عداوت اس پر نہ بھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ بھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾: انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ۔ آج مہار کے میں عدل و انصاف کا حکم فرمایا گیا ہے اور واضح فرمادیا کہ کسی قسم کی قرابت یا عداوت کا کوئی اثر تمہیں عدل سے نہ ہٹا سکے۔

### عدل و انصاف کے دو اہل نمونے

یہاں عدل و انصاف کے دو اہل نمونے پیش خدمت ہیں جس سے اسلام کی تعلیمات کا نقشہ سامنے آتا ہے۔

(۱)۔۔۔ ملک عثمان کا پادشاہ جب بن اسلم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا، کچھ دنوں بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حج کے ارادے سے نکلے تو جب بن اسلم بھی اس قافلے میں شریک ہو گیا۔ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ایک دن دوران طواف کسی دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا تو چادر کندھے سے اتر گئی۔ جب بن اسلم نے اس سے پوچھا: تو نے میری چادر پر قدم کیوں رکھا؟ اس نے کہا: میں نے جان بوجھ کر قدم نہیں رکھا، غلطی سے پڑ گیا تھا۔ یہ سن کر جب بن اسلم نے ایک زوردار چیخراں کے چہرے پر رسید کر دیا،

تھپڑ کی وجہ سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے اور ناک بھی زخمی ہو گئی۔ یہ دیہاتی مسلمان حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جلد بن اسہم کے سلوک کی شکایت کی۔ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلد بن اسہم کو طلب فرمایا اور پوچھا: کیا تو اس دیہاتی کو تھپڑ مارا ہے؟ جلد نے کہا: ہاں میں نے تھپڑ مارا ہے، اگر اس حرم کے تقدس کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے جلد! تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے، اب یا تو تو اس دیہاتی سے معافی مانگ یا میں تم سے اس کا قصاص لوں گا۔ جلد نے حیران ہو کر کہا: کیا آپ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس غریب دیہاتی کی وجہ سے مجھ سے قصاص لیں گے حالانکہ میں تو بادشاہ ہوں؟ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اسلام قبول کرنے کے بعد حقوق میں تم دونوں برابر ہو۔ جلد نے عرض کی: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے پھر مجھ سے قصاص لے لیجئے گا۔ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس دیہاتی سے دریافت فرمایا: کیا تم اسے مہلت دیتے ہو؟ دیہاتی نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے مہلت دے دی، مہلت ملنے کے بعد راتوں رات جلد بن اسہم غسانی ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ (تذکرہ شام، ذکر فتح حصص، ص ۱۰۰، الجزء الاول)

(2)..... ایک مرتبہ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت ابی بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہوا، دونوں نے یہ طے کیا کہ ہمارے معاملے کا فیصلہ حضرت زید بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کریں۔ چنانچہ یہ فیصلے کے لئے حضرت زید بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر پہنچے۔ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے معاملے کا فیصلہ کرو۔ حضرت زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بستر کے درمیان سے جگہ خالی کرتے ہوئے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ تمہارا پہلا ظلم ہے جو تم نے فیصلے کے لئے مقرر ہونے کے بعد کیا، میں تو اپنے رفیق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔ یہ فرما کر حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابی بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ حضرت زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی، حضرت ابی بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعویٰ کیا اور حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا انکار کیا (حضرت ابی بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش نہ کر سکے تو ب شرعی اصول کے مطابق حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جرم کا لازم آتا تھا) حضرت زید بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (حضرت عرفا روق ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اور جرح کا لحاظ کرتے ہوئے) حضرت ابی بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: آپ امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اللہ تعالیٰ عنہ سے تم لینے سے درگزر کیجئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً حلف اٹھا لیا اور قسم کھاتے ہوئے فرمایا: زید اس وقت تک مصعب قضاہ (یعنی جج بنے) کا اکل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ایک عام شخص اس کے نزویہ (خود کے معاملے میں) ہر امر نہیں ہو جاتے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسبقہ زید بن ثابت بن العنکبوت... الخ، ۳۱۹/۱۹)

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ① وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ②

توبہ کنان الایمان: ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور وہ جہنم میں نہ کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔

توبہ کنان الہدیان: اللہ نے ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں۔

﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ اور انہوں نے اچھے عمل کئے۔ اچھے اعمال سے مراد وہ عمل ہے جو رضائے الہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض و واجبات، سنتیں، مستحبات، جانی و مالی مبادی، حقوق اللہ، حقوق العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔

### تک افعال کی ترتیب

ترتیب کیلئے ایک حدیث مبارک پیش کی جاتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا، ایک روز چلتے چلتے میں آپ کے قریب ہو گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جو مجھے جنت میں داخل کرے اور جہنم سے دور رکھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھ سے ایک بہت بڑی بات کا سوال کیا البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرمادے اس کے لئے آسان ہے تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیٹ اللہ شریف کا حج کرو۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کے

دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ وصال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بچھا (یعنی مٹا) دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور رات کے درمیانی حصے میں انسان کا نماز پڑھنا (بھی گناہوں کو مٹا دیتا ہے) پھر یہ آیت ”سَجَّافِيْ جُؤُومِهِمْ عَنِ النَّصَاوِحِ“ (ترجمہ: ان کی کرشمیں ہستروں سے الگ رہتی ہیں) سے لے کر ”يَتَمَلَّوْنَ“ تک تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: میں تمہیں ساری چیزوں کا سر، ستون اور کوبان کی بلندی نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ! منلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و ارشاد فرمایا: تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز اور کوبان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب کے اصل کی خبر دے دوں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! منلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تو آپ منلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو کچڑ کر ارشاد فرمایا: ”اسے روکو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عز و جل کے پیارے نبی! منلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، کیا زبانی گفتگو پر بھی ہمارا سوا اخذ ہوگا؟ ارشاد فرمایا ”سیری ماں تجھے روئے لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ان کی زبانوں کی کافی ہوئی تھی (یعنی ٹھٹھکی) گراتی ہے۔“ (۱)

(ترمذی: کتاب الايمان، باب ما جاء في حرمة الصلاة، ۲۸/۴، الحديث: ۲۶۲۰)

ہوَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور جنہوں نے کفر کیا۔ بچہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دائمی جہنمی صرف کافر ہیں جبکہ مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ مُّانٍ  
يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى  
اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ٥١

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف اپنے

..... ایک اعمال میں رخصت اور زبان کی حفاظت کا ہنہ۔ پانے کے لئے ”دعوت اسلامی“ کے ساتھ وابستہ ہو جانا چاہئے۔

ہاتھ دوا کر کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿وَإِذْ هُمْ مُقَرَّرُونَ﴾ جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کھوار ایک درخت پر لٹکا دی۔ ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے کھواری اور کھانچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ“ اس اعرابی نے دویا تین مرتبہ یہ کہا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، ہر بار اسے یہی جواب ملا کہ ”اللہ“ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے کھوار گرا دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑ کر فرمایا: ”اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟“ اس نے عرض کی ”مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔“ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور انہیں (اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے) اس اعرابی کی حرکت کے بارے میں خبر دی، پھر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف فرمادیا۔

(تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ۳۲/۱۱)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ مَوَاهِمَهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

توجہ دکنوالہ: اور جبکہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا جبکہ میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دواور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعلیم کرو اور اللہ

کو فرض حسن و قویٰ جنگ میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

ترجمہ کاٹا ابوہریرہ: اور جبکہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا: جنگ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعلیم کرو اور اللہ کو فرض حسن و قویٰ جنگ میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بہک گیا۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ: وَجِبْتَكَ اللَّهُ نَبِيًّا. اور جبکہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ کھ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کچھ لیٹا مفید ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی قوم کو مقدس سرزمین یعنی شام کا دار ثبائے گاہ جس میں کھائی بجا رہتے تھے۔ فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ نصیحت ہوئی کہ تمہاری قوم کو اسی طرف لے جائیں، میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش بنایا ہے، تو وہاں جاؤ اور جو دشمن وہاں ہیں ان سے جہاد کرو، میں تمہاری مدد فرماؤں گا اور اے موسیٰ! تم اپنی قوم کے ہر ہر گروہ میں سے ایک ایک سردار بناؤ، اس طرح بارہ سردار مقرر کرو جن میں سے ہر ایک اپنی قوم کے حکم ماننے اور عہد پورا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ نصیحت ہوئی کہ بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب آریحہ کے قریب پہنچے تو ان نعیمیوں (سرداروں) کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا، وہاں انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ بہت عظیم الجثہ (عظیم جماعت والے) تھے، انہیں تو قویٰ و توانا اور صاحب ہیبت و شوکت ہیں، یہ ان سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور انہوں نے اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن سب نے عہد شکنی کی سوائے دو آدمیوں کے ایک: کالب بن یوٹا اور دوسرے یوشع بن نون۔ یہ دونوں عہد پر قائم رہے۔ (معارف المائدة تحت الآية: ۱۰۲ ص ۲۷۷)

اس سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ جبکہ اللہ عز و جل نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور تورات کے احکام کی پیروی کریں۔ پھر قوم بکراہین سے جہاد کیلئے ان میں بارہ سردار بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں تمہاری مدد کروں



گا اور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ عز و جل کو قرضِ حسن دلو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تم سے تمہارے گناہ معاف کروں گا اور تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ آیت میں رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ ان کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام و آلہم السلام کی تعظیم اہم ترین فرائض میں سے ہے۔

فَمَا تَنْقُضُهُمْ فِيمَا قَالَهُمْ لَعْنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۚ وَنُوسُوا أَحْطًا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَآيِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو ان کی کسی بدی پر مہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے اللہ کی باتوں کو ان کے گمراہیوں سے بدلنے میں اور تمہارا پیچھے بڑا احصاء ان نصحتوں کا جو انہیں دی گئی اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سو اتھوڑوں کے تو انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو چنگ احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصحتوں کا بڑا احصاء بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو چنگ اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَمَا تَنْقُضُهُمْ﴾: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔ ﴿یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ﴾: بنی اسرائیل نے عہد الہی کو توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و آلہم السلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا اور تواریات کے احکام کی مخالفت کی نیز ان آیات کو بدل دیا جن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت و صفات کا بیان تھا جو تورات میں بیان کی گئیں ہیں نیز انہوں نے اللہ عز و جل کی بہت سی ہدایات کو فراموش کر دیا جو تورات میں دی گئی تھیں کہ

وہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیروی کریں اور ان پر ایمان لائیں تو ان حرکتوں کے نتیجے میں اللہ عز و جل نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے دل سخت کر دیے۔

**گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں**

اس سے معلوم ہوا کہ بد اعمالیوں کی وجہ سے بھی دل سخت ہو جاتے ہیں۔ حضرت محمّد بن معاویہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "آسودلوں کی سختی کی وجہ سے خشک ہوتے ہیں اور دلوں کی سختی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اور عیب زیادہ ہونے کی وجہ سے گناہ کثیر ہوتے ہیں۔"

(شعب الایمان، السابع والاربعون عن شعب الایمان... الخ، فصل فی الطبع علی القلب لو الرین، ۴۴۶/۵، الحدیث: ۷۲۲۱)  
اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سخت دل آدمی اللہ تعالیٰ سے بہت دور رہتا ہے۔" (ترمذی، کتاب الترمذ، ۶۲-۶۳، باب منہ ۱۸۴/۱، الحدیث: ۲۴۱۹)  
اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی سختی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ﴾ اور آپ ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دعا بازی، خیانت، عہد توڑنا اور رسولوں کے ساتھ بد عہدی ان کی اور ان کے آباء و اجداد کی قدیم عادت ہے۔ ہاں ان میں سے جو ایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے یہ خائن نہیں ہیں اور ان لوگوں سے جو کچھ پہلے سرزد ہوا اس پر گرفت نہ کرو۔ (بخاری، المعانی، تحت الآیہ ۱۳، ۳۰۶/۲)  
بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا پھر توڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ (بخاری، المعانی، تحت الآیہ ۱۳، ۴۷۶/۱)

اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ان کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

**وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا لَنَصْرِي أَخَذْنَا مِنْهُمُ اقْتِصَاصًا**

ذُكِّرُوا بِهِ ۖ فَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ  
وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا احسان نصحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک ہر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا تو وہ ان نصحتوں کا بڑا احسان بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَحْمِلُ صَرَارَ اللَّهِ﴾ اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ کچھ یہودیوں کے بعد اب یہودیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دین خدا کے مددگار ہیں ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں علیہم السلام پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصحتوں کا بڑا احسان بھلا بیٹھے اور انہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب نصاریٰ نے کتاب الہی (انجیل) پر عمل کرنے ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فراموشی اور انہیں کئے اور حدود الہی کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی۔

(بخاری، المسند، تحت الآية ۱۷، ۱۷/۱، ۱۷۷/۱)

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے لگے چنانچہ دو عالمی عظیم جنگیں اور ان کی تباہیاں انہی صاحبان کی برکت سے ہوئیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ

مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿۱﴾

توجہ دیکھو! اے کتاب والو! ایک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپاؤالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں، ایک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

توجہ دیکھو! اے اہل کتاب! ایک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپاؤالی تھیں اور بہت سی معاف فرمادیتے ہیں، ایک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ اے اہل کتاب! یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے۔ فرمایا گیا کہ اے اہل کتاب! ایک تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے اللہ عزوجل کی کتاب سے چھپاؤالی تھیں جیسے زخم کی آیات اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جو تم نے چھپا دیے تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمادیے اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ تمہاری چھپائی ہوئی چیزیں بیان کرنے کے ساتھ بہت سی باتیں یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معاف فرمادیتے ہیں اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے اور شان پر مؤاخذہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں منقطع ہو۔ یہ سب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان ہے۔

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ﴾ ایک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا۔ اس آیت مبارکہ میں نور سے کیا مراد ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا روح عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والصفات ہے۔ فیما بوالیث سر قرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”وَهُوَ مُخْتَلَفٌ صُلَّى اللہ علیہ وآلہ وسلم وَالْقُرْآنُ“ یعنی

نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن ہیں۔ (مسرح فندی، المائدۃ تحت الاذی: ۱۰/۶۲۴)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بخاری دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ كُتِبَتْ هِيَ "يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَكَلِمَاتُ السَّلَامِ" یعنی نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے۔

(تفسیر بخاری، المائدة تحت الآية: ۱۵/۱۷۲)

علامہ خازن دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں "يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا سَمَّاهُ اللَّهُ نُورًا لِأَنَّهُ يَهْتَدَى بِهِ كَمَا يَهْتَدَى بِالنُّورِ فِي الظُّلُمِ" یعنی نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور اس لیے فرمایا کہ جس طرح اندھیرے میں نور کے ذریعے ہدایت حاصل ہوتی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بھی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ طبرانی الدین سیوطی دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ لِنُورٍ "نُورٌ" کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں "وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ" نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (معجم، المائدة تحت الآية: ۱۰/۱۷۲) علامہ صاوی دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں "وَسَمَّاهُ نُورًا لِأَنَّهُ يَهْتَدَى بِهِ كَمَا يَهْتَدَى بِالنُّورِ فِي الظُّلُمِ" یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام اس آیت میں نور رکھا گیا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یسیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں رشد و ہدایت فرماتے ہیں اور اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر نور بخشی (دور جسے دیکھا جائے) اور سُخْوِي (جیسے علم و ہدایت) کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی، المائدة تحت الآية: ۱۵/۱۸۶)

امام فخر الدین رازی دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں "النُّورُ وَالْكِتَابُ هُوَ الْقُرْآنُ، وَهَذَا ضَعِيفٌ لِأَنَّ الْعُطْفَ يُوجِبُ الْمُتَابَعَةَ بَيْنَ الْمُعْطُوفِ وَالْمُعْطُوفِ عَلَيْهِ" یعنی یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ حرف عطف معطوف و معطوف علیہ میں مقارنت (یعنی ایک دوسرے کا تکرار ہونا) کو مُشْتَرِكٌ ہے۔

(تفسیر کبیر، المائدة تحت الآية: ۱۵/۳۲۷)

علامہ سید محمود آلوسی رِضَاوِي دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں: "وَهُوَ نُورُ الْأَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ" یعنی اس نور سے مراد تمام نوروں کے نور، نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

(روح المعانی، المائدة تحت الآية: ۱۵/۳۶۷)

علامہ ملاحی قاری دَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں "وَأَيُّ مَا يَبِغِ أَنْ يَجْعَلَ الْمُتَعَانِ لِلرُّسُولِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ نُورٌ عَظِيمٌ لِكُنْهَائِهِ بَيْنَ الْأَنْوَارِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ حَيْثُ أَنَّ جَمَاعَةَ لِيَجْمَعَ الْأَسْرَارَ

وَمُظَاهَرَةُ لِأَخْصَانِ وَأَخْوَائِ وَأَخْبَانِ“ یعنی اور کون سی رکاوٹ ہے اس بات سے کہ دونوں فقہیں یعنی نو اور کتاب میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہوں بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور عظیم ہیں انوار میں ان کے کمال ظہور کی وجہ سے اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتاب میں ہیں اس حیثیت سے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع اسرار کے جامع ہیں اور احکام و احوال و اخبار کے مظہر ہیں۔

(شرح شفاء الغم المجلد الاول، الباب الاول فی شفاء اللہ تعالیٰ علیہ... الخ، الفصل الاول، ۱/۱)

بلکہ خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نور ہونا بیان فرمایا، چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ کے استاذ امام عبد الرزاق بن زعمہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ”قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى؟ فَقَالَ هُوَ نُورٌ نَبِيَّكَ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللَّهُ“ یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ ارشاد فرمایا ”اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔“ (الجزء المنفرد من المعتمد عبد الرزاق، کتاب الايمان، باب فی تعلیق نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۶۳، الحديث: ۱۸)

يَهْدِي بِوَاللَّهِ مَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِي لَهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

توجہ دلائل الايمان: اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

توجہ دلائل الايمان: اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

یہی ہواللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔ یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ عز و جل قرآن کے ذریعے اسے ہدایت عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے اور جو اپنے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفر و شرک اور معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور اعمالِ صالحہ کے نور میں داخل فرما دیتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ”ہہ“ کی ضمیر سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ اس اعتبار سے معنی بنے گا کہ اللہ تعالیٰ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ  
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا  
بَيْنَهُمَا ۗ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٥﴾

توبہ نکلوا ایمان: بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

توبہ نکلوا ایمان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرما دو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نجران کے عیسائیوں نے یہ بات کہی ہے اور نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ دیکھ کر کایکجا مذہب ہے کہ وہ حضرت

عسیٰ علیہ الضلۃ والسلام کو اللہ بتاتے ہیں کیونکہ وہ مخلوق کے قائل ہیں اور ان کا اعتقاد باطل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عسیٰ علیہ الضلۃ والسلام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے منعقد اللہ ثُمَّ مَعَادَ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم کفر دیا اور اس کے بعد ان کے مذہب کا فساد بیان فرمایا۔

### حضرت عسیٰ علیہ الضلۃ والسلام کی الوہیت کی تردید

اس آیت میں حضرت عسیٰ علیہ الضلۃ والسلام کی الوہیت کی کئی طرح تردید ہے۔

- (۱)..... حضرت عسیٰ علیہ الضلۃ والسلام کو موت آسکتی ہے، اور جسے موت آسکتی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔
- (۲)..... آپ علیہ الضلۃ والسلام ماں کے رحم سے پیدا ہوئے، اور جس میں یہ صفات ہوں وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔
- (۳)..... اللہ تعالیٰ تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک ہے اور ہر چیز رب عز و جل کا بندہ ہے، اگر کسی میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہوتا تو وہ اللہ کا بندہ نہ ہوتا حالانکہ حضرت عسیٰ علیہ الضلۃ والسلام خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔
- (۴)..... اللہ تعالیٰ از خود خالق ہے، مگر آپ علیہ الضلۃ والسلام میں الوہیت ہوتی تو آپ علیہ الضلۃ والسلام بھی از خود خالق ہوتے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

توبہ کنزالایمان: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی اور اسی کی طرف پھرتا ہے۔



توجہ دیکھو۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب اتم فرما دو: (اگر ایسا تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ: يَهُودِيٌّ أَوْ مَسِيحِيٌّ أَوْ عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ سَوَاءٌ لَّنَا وَلَا نَحْمِلُ فِيهِمَا خِطَاةً﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اہل کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، المائدہ، تحت الآیۃ: ۱۸، ۱۷۸/۱)

یہودیوں کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم خدا عز و جل کو ایسے پیارے ہیں جیسے مٹا پ کو کیونکہ مٹا کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے، ایسے ہی ہم ہیں۔ یہاں بیٹے سے مراد اولاد نہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کو اس معنی میں خدا کا بیٹا نہ کہتے تھے۔

**خود کو اعمال سے مستثنیٰ جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے**

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو اعمال سے مستثنیٰ جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بعض اہل بیت سے محبت کے دعوے دار حضرات اور بعض جاہل فقہروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ کفر ہے کیونکہ قرآن کریم نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا۔

﴿قَوْلُهُمْ إِنَّا بَرَاءٌ لِّمَعَالِمِ الْكَافِرِينَ﴾ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے یعنی چھڑے کی پوجا کی مدت کے برابر اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم جیٹوں کی طرح اللہ عز و جل کو پیارے ہو تو تمہیں یہ سزا بھی کیوں ملے گی یعنی اس بات کا تمہیں بھی اقرار ہے کہ کتنی کے دن تم جہنم میں رہو گے تو سوچو کوئی باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے! جب ایسا نہیں تو تمہارے دعوے کا جھوٹا اور باطل ہونا تمہارے اقرار سے ثابت ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُلِ  
 أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَ  
 نَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

توجہ دیکھنا! اے کتاب والو! ایک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر  
 فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا دقوں بند رہا تھا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ  
 خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

توجہ دیکھنا! اے کتاب والو! ایک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ رسولوں کی تشریف آوری بند  
 ہو جانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرما رہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈر  
 سنانے والا آیا ہی نہیں تو ایک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لچکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ اے اہل کتاب! ﴿اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلا رہا  
 ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک پانچ سو اچتر (569)  
 برس کی مدت کسی بھی نبی کی تشریف آوری سے خالی رہی، اس کے بعد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف  
 آوری تو ایسی نعت ہے جیسے شدید پیاس میں خوشگوار، ہاں بخش شہنائی یا شدید گرمی، تپش اور غصے میں خوشگوار بارش، تو  
 ایسی انتہائی حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعت بھیجی گئی تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ اب تو تمہارے پاس  
 یہ کہنے کا موقع بھی نہیں رہا کہ ہمارے پاس کوئی نکتہ کرنے والے تشریف نہیں لائے تھے۔

زمانہ فرشتے کی آمد ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیانی زمانے کا نام "زمانہ  
 فرشتے" ہے، اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدہ و توحید کا کافی تھا جیسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وفدین کرتے تھے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ أَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلْنَاكُمْ مِنَ الْآدَمِيِّينَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَأَثْبَرْتُمْ فِي الْأَرْضِ الْحَبْلَ ۚ

توجہ لکڑا لایا: اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے نبی مبعوث کیا اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

توجہ لکڑا بھر دیا: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ أَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلْنَاكُمْ مِنَ الْآدَمِيِّينَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَأَثْبَرْتُمْ فِي الْأَرْضِ الْحَبْلَ ۚ﴾ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اللہ تعالیٰ کا شہرہ کرنے کی تمہیں فرمائی اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا اور بطور خاص تمہیں نعمتیں یہاں بیان فرمائیں:

(1)..... بنی اسرائیل میں انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔  
(2)..... بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت سے نوازا گیا۔ بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور فرعونوں کے ہاتھوں میں قید ہونے کے بعد ان کی غلامی سے نجات پائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ملوک یعنی بادشاہ سے مراد ہے خادموں اور سواروں کا مالک ہونا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ ملوک کہلا یا جاتا ہے۔ (در منثور، الحائکہ، نحت الایہ: ۱۶/۲۰)

(3)..... بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں ملیں جو کسی دوسری قوم کو نہ ملیں جیسے من و سلوئی اور تانہ و دریا کا پھٹ جانا، پانی سے چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔

سبب و سبب کا ثبوت

اس آیت میں بیان کی گئی پہلی نعمت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ نکات و ثمرات کا سبب ہے اس سے تاجدار و رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا میلاد مبارک منانے اور اس کا ذکر کرنے کی واضح طور پر دلیل ملتی ہے کہ جب انبیاء یعنی اسرائیل علیہم السلام کی تشریف آوری نعت ہے اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری تو اس سے بڑھ کر نعت ہے کہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ  
رَسُوْلًا  
(آل عمران: ۱۶۴)  
توحید کَلِّمَ الْعَرَبَ: جبکہ اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب  
ان میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔  
لہذا اسے یاد کرنے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

### ایک اور سُننے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ

اس آیت میں بیان کی گئی دوسری نعت سے معلوم ہوا کہ حکومت و سلطنت اور اقتدار بھی اللہ تعالیٰ کی نعت ہے اور اس کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کے شکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلائی جائے غریبوں کی مدد کی جائے، لوگوں کے حقوق ادا کئے جائیں، ظلم کا خاتمہ کیا جائے اور ملک کے باشندوں کو امن و سکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

### سکرائوں کے لئے نصیحت آموز ۴ احادیث

یہاں سکرائی کرنے والوں کے لیے نصیحت آموز ۴ احادیث ملاحظہ ہوں۔

- (۱)۔۔۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حکمران بنایا ہو اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی حکم رسانی کا فریضہ ادا کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔“ (بخاری: کتاب الاحکام، باب من استرعى رعية فلم ينصحه، ۴۵۶/۲، الحدیث: ۷۱۵۰)
- (۲)۔۔۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”مسلمانوں کو جس دوائی کی رعایا بنایا جائے، پھر وہ دوائی ایسی حالت میں مرے کہ اس نے مسلمانوں کے حقوق غصب کئے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔“ (بخاری: کتاب الاحکام، باب من استرعى رعية فلم ينصحه، ۴۵۶/۲، الحدیث: ۷۱۵۱)
- (۳)۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا ”اے اللہ! اغزو زنی، میری امت کا جو شخص بھی کسی پر دوائی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس

پر سختی کر اور اگر وہ ان پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلتہ الامام العادل و عفوۃ الحائر... الخ، ص ۱۶-۱۷، الحدیث: ۱۹ (۱۸۲۸))

(۴)۔۔۔ حضرت ابومریم ازادی زحی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ”وَسَوَّلَ اللَّهُ لِي الْفَلَاحَ، اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ نے ارشاد فرمایا ”جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنائے اور وہ ان کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں ان سے کنارہ کشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں اسے چھوڑ دے گا۔“

(ابو داؤد، کتاب العراج والفیء والامارۃ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ... الخ، ۱۸۸/۳، الحدیث: ۲۹۴۸)

### اقدار کے پوچھ سے احتیاط

حضرت عمر بن عبدالعزیز زحی اللہ تعالیٰ عنہ کی زہدیت محترمہ فرماتی ہیں ”جب آپ زحی اللہ تعالیٰ عنہ مرحومہ خلافت پر فائز ہوئے تو گمراہ کرمیلے پر چڑھ کر رونے لگے اور اتنا رونے لگے کہ آپ کی داڑھی مبارک آٹسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! اُصْحٰہُ اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کیوں رورہے ہیں؟ آپ زحی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میری گردن پر تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور جب میں نے بھوکے فقیروں، مریضوں، مظلوم قیدیوں، مسافروں، بوجڑوں، بچوں اور عیالداروں، الغرض پوری سلطنت کے مصیبت زدوں کی خبر گیری کے بارے میں غور کیا اور مجھے معلوم ہے کہ میرا بوجھ غلّ قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے ہائے س فرمانے کا تو مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے ان کے بارے میں جواب نہ ملے! (میں اس بھاری بومداری اور اس کے بارے میں ہائے س کی فکر کی وجہ سے) میں رورہا ہوں۔“ (تاریخ الخلفاء، عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۹)

لِقَوْمٍ اَدْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كُتِبَ لِلَّهِ لَكُمْ وَلَا تَزْنُوا فِيهَا

أَدْبَارَكُمْ فَنُتْقَلِبُوهَا خِسْرًا ۝۱۱

توجہ! کثر الاہل: اسے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ چلا کر نقصان پر چلا گئے۔

توجہ! کثر الجوراء: (موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھی دی ہے اور اپنے پیٹ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے چلا گئے۔

﴿يَقُولُوا اے میری قوم!﴾ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد ان کو اپنے دشمنوں پر جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے قوم! مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ۔ اس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسکن (رہائش گاہ) تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شکوہت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے باعث برکت ہوتی ہے۔ کلیسی سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ لبنان پر پڑھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا: دیکھئے جہاں تک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پہنچے وہ جگہ مقدس ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی میراث ہے، یہ سرزمین مہمورا اور اس کے گرد و پیش کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ملک شام اس میں داخل ہے۔ (بخاری، المعادۃ تحت الآیۃ ۱۹/۲۰۲۱)

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنْ فِيْهَا قَوْمٌ مَّا جَبَّارِيْنَ ۚ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى  
يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ اِنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۳۷﴾

توجہ: کنز الایمان: بولے اے موسیٰ! اس میں تو بڑے مذہب دوست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں گے۔

توجہ: کنز الایمان: (قوم نے) کہا: اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے مذہب دوست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے۔

﴿وَإِنْ فِيْهَا قَوْمٌ مَّا جَبَّارِيْنَ﴾: ابھی اس میں تو بڑے مذہب دوست لوگ ہیں۔ ﴿حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا﴾: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو شہر میں داخلے کا حکم دیا تو قوم نے یزیدی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں اس کا بیان ہے۔

قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا دَخَلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ  
فَاِذَا دَخَلْتُمُْوْا فَاِنَّكُمْ عَلَيْهِمْ مُّغْلَبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فِتْنَتُكُمْ ۚ اِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾

توبہ کثرت الایمان: دوسرے کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں تھے اللہ نے انہیں نواز ابروئے کزبردستی دروازے میں ان پر داخل ہوا اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

توبہ کثرت الایمان: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دوسرے جن پر اللہ نے احسان کیا تھا انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً﴾: دو آدمیوں نے کہا: ﴿یٰ بنی اسرائیل نے بزدلی دکھا دی تھی مگر دو حضرات کالب بن یوتقا اور یوشع بن نون زحی اللہ تعالیٰ عنہما نے جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں حضرات ان سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبارین قوم کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق جبارین کا حال صرف حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا تھا اور دوسروں کو نہ بتایا تھا۔ ان دونوں حضرات نے قوم کو جوش دلانے کیلئے فرمایا کہ اے لوگو! شہر کے دروازے سے ان جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ تم جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ہم نے انہیں دیکھا ہے ان کے جسم بڑے ہیں اور دل کمزور ہیں ان دونوں نے جب یہ کہا تو بنی اسرائیل بہت پرہم ہوئے اور بچائے جوش میں آنے کے اٹلا اٹھے کیونکہ خلاف ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ ان پر پتھر برسادیں۔

قَالُوا يٰسُوْلٰى اِنَّا لَنَدْخُلُهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا قَاذِبًا ۚ اَنْتَ وَّرَبُّكَ فَقَاتِلَا ۚ اِنَّا هُمْ اَقْعُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

توبہ کثرت الایمان: بولے اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں بڑو ہم بیٹھے ہیں۔

توحید کذا یعرفنی: (بحر قومن) کہا: اے موی! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَكُونُ أَهْلَهَا أَبَدًا: بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے۔ یعنی اسراہیل نے حضرت موی علیہ الفضلۃ وفضلہم کے ساتھ جہاد میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔

### صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی الفضلیت

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت موی علیہ الفضلۃ وفضلہم کے ساتھ والوں سے کہیں افضل ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی سخت موقع پر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا ترک کیا جو اب نہ دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا جیسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جائیداد کے بارے میں جاننے کے لئے یہ واقعہ اظہر فرماؤں۔ جب بدر کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قہر قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سندھ میں کود جانے کا حکم ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسیرہ، باب غزوہ البیہ، ص ۹۸۱، الحدیث: ۸۳/۱۷۷۹)

انصار کے ایک معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم حضرت موی علیہ الفضلۃ وفضلہم کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا خدا غزوہ خندق جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چمک اٹھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: اذ تستغيثون ربکم... الخ، ۵/۳، الحدیث: ۳۹۵۲)

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ بَيْنَنَا





توجہ نہ کرنا لایمہ: فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھگتے پھر اس زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

توجہ نہ کرنا لایمہ: (اللہ نے) فرمایا: پچاس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھگتے پھر اس کے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نا فرمان قوم پر افسردہ نہ ہو۔

﴿وَأَلْقَاهُمُ عِمَّاظًا﴾ اتر بیٹھیں سسٹا: پچاس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے۔ پچاسی اسرائیل کی بڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ ان پر مقدس سر زمین چالیس سال تک کیلئے حرام کر دی گئی، یعنی بنی اسرائیل اب مقدس سر زمین میں داخل ہو سکیں گے۔ وہ زمین جس میں یہ لوگ بھگتے پھرے تقریباً ساٹھ میل تھی اور قوم کی لاکھ افواہ پر مشتمل تھی۔ وہ سب اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے، جب شام ہوتی تو اپنے گدھوں کو وہاں سے چلتے تھے۔ یہ ان پر سزا تھی سوائے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب علیہم السلام و السلام کے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی مدد فرمائی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و السلام کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی والا بنایا اور اتنی بڑی بناء عجب عظیمہ کا اسے چھوٹے حصہ زمین میں چالیس برس آوارہ و حیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکتا خلاف عادات میں سے ہے۔ جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و السلام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور نکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و السلام کی دعا سے ان کو آسانی عطا فرمائی و سلامتی عطا فرمائی اور کہا اس خود ان کے بدن پر پیدا کیا جو جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اور ایک سلیڈ پر تھکرہ طور کا حمایت کیا کہ جب زخمی سفر اترتے اور کسی وقت ٹھہرتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام و السلام اس پتھر پر عصا مارتے اس سے بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں کے لئے بارہ جوشے جاری ہو جاتے اور سایہ کرنے کیلئے ایک بادل بھیجا اور میدانِ تیرہ میں جیتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مر گئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوشع کے اور جن لوگوں نے ارض مقدس میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکا اور کہا گیا ہے کہ تیرہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہم السلام و السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام و السلام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع علیہ السلام و السلام کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین پر جہاد کا حکم دیا گیا، آپ علیہ السلام باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔

(سازنہ، المائدة تحت الآية: ۴۸۲/۱، ۲۶، بعوی المائدة تحت الآية: ۲۲/۲، ۲۶، ملططام)

وَاشْتَهِىٰ عَلَيْهِمْ نَبَا ابْنِى اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۖ اِذْ قَرَّبَا قُرْبٰنًا فَتَقَبَّلَ مِنْ  
اَحَدِهِمَا وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۚ قَالَ لَا قُتِلَتْكَ ۚ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ  
اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَىٰ يَدِكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسٍ يَّدِيْ  
اِلَيْكَ لَا قُتِلَتْكَ ۚ اِنِّىْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّىْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْا  
بِاٰثِمِيْ وَاَنْتُمْ فَتَكُوْنُوْنَ مِنَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزَاُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

توبہ کنڈا لایا: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی بھی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا تم ہے میں تجھے قتل کروں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔ چٹک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی چلے پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی بھی سزا ہے۔

توبہ کنڈا لایا: اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی بھی خبر پڑھ کر سناؤ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کر لی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو (دوسرا) بولا: میں ضرور تجھے قتل کروں گا۔ (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔ چٹک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی بھی سزا ہے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا اٰیَّتِیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ﴾ اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کی کچی خبر پڑھ کر سناؤ۔ کچھ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے ان دو بیٹوں کا نام ہاتل اور قاتل تھا۔ اس واقعہ کو سنانے سے متقدم یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

### ہاتل اور قاتل کا واقعہ

تاریخ کے علماء کا بیان ہے کہ حضرت نوح اذین اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور چونکہ انسان صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں متحصّر تھے تو آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے ”قاتل“ کا نکاح ”لیوہ“ سے جو ”ہاتل“ کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہاتل کا اقلیماسے جو قاتل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قاتل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیماسے زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ”کیونکہ وہ حیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہذا وہ حیرتی بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قاتل کہنے لگا: ”یو تو آپ علیہ السلام کی رائے ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو تم دونوں قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیماس کا حقدار ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ قاتل نے ایک ایلبرگندم اور ہاتل نے ایک بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ آسانی آگ نے ہاتل کی قربانی کو لے لیا اور قاتل کی گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قاتل کے دل میں بہت بغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قاتل نے ہاتل سے کہا کہ ”میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہاتل نے کہا: کیوں؟ قاتل نے کہا: اس لئے کہ حیرتی قربانی مقبول ہوئی اور میری قبول نہ ہوئی اور تو اقلیماس کا مستحق شہرہ اس میں میری ذلت ہے۔ ہاتل نے جواب دیا کہ ”اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ ہاتل کے اس مقولہ کا یہ مطلب ہے کہ ”قربانی کو قبول کرنا اللہ عز و جل کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو حیرتی قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ حیرتی طرف نہیں

بڑھاؤں گا، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے قوی ہوتا ہوں یہ صرف اس لئے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا یعنی میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے کیا کہ وہاں کی نافرمانی کی، حسد کیا اور غدا کی فیصلہ کو نہ مانا یہ دونوں قسم کے گناہ تیرے لو پر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٥٠﴾  
 اللَّهُ عَزَّابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْصَادِ لِيُريَهُ كَيْفَ يُؤَامِرُ سَوْعَةً أَخِيهِ ط  
 قَالَ يُؤَيِّلَتِي أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْعَرَابِ فَأُوَامِرُ  
 سَوْعَةً أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٥١﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو وہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کو بھیجا زمین کریدنا کہ اسے دکھائے کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چمپائے بولا ہائے خرابی میں اس کو بھیا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چمپاتا تو چہتا تارہ گیا۔

ترجمہ کنزالایمان: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کو بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چمپائے۔ (کوئے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کو بھیا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چمپا لیتا تو وہ بچھٹانے والوں میں سے ہو گیا۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ ط تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا۔ پھر قاتل تمام گفتگو کے بعد بھی ہاتھ قتل کرنے کے ارادے پر ڈھار ہا اور اس کے نفس نے اسے اس ارادے پر راضی کر لیا، چنانچہ قاتل نے ہاتھ کسی طرح سے قتل کر دیا لیکن پھر حرام ہوا کہ اس لاش کو کھیا کرے! کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مراد ہی نہ تھا۔ مدت

تک لاش کو پشت پر لادے پھر تار ہا۔ پھر جب اسے لاش چھپانے کا کوئی طریقہ سمجھ نہ آیا تو اللہ عز و جل نے ایک گواہ بجا جو زمین کو کرید رہا تھا، چنانچہ یوں ہوا کہ دو کھے انیس میں بڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، پھر زندہ کو نے اپنی ہڈیاں یعنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا، اس میں سرے ہوئے کو کے کڑا ل کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قاتل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

(حلیان، المائدة تحت الآية: ۳۰، ص ۹۸، مدارك، المائدة تحت الآية: ۳۰، ص ۲۸۲، منقطع)

### ہاتل اور قاتل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے اسباق

یہ واقعہ بہت سی عبرتوں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک یہ کہ انسان نے جو سب سے پہلے جرائم کئے ان میں ایک قتل تھا، اور دوسری یہ ہے کہ حسد بڑی بری چیز ہے، حسد ہی نے شیطان کو بر باد کیا اور حسد ہی نے دنیا میں قاتل کو تباہ کیا۔

### حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت

اس واقعے سے تین چیزوں کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱)..... حسد۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ہر کار و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سراپت کر گئی، حسد اور بغض۔ یہ موٹے دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ ہال موٹے ہی ہے لیکن یہ دین کو موٹے دیتی ہے۔“

(ترمذی، کتاب صفۃ النبیاء، ۵۶، باب ۴، ۲۲۸/۴، الحدیث: ۲۵۱۸)

(۲)..... قتل۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ”لاحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے اُن امور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔“

(بخاری، کتاب الذہبات، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن یقتل مؤمناً... إلح، ۳۰۶/۴، الحدیث: ۶۸۱۳)

(۳)..... حسن پرستی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ”تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا اطمین کے زہر میں بچے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔“

(تواہر الاصول، الاصل الرابع والتلاوۃ، ۱۴۷/۱، الحدیث: ۲۱۳)

مَنْ أَجَلَ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا  
فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ  
كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٢٦﴾

توجہ دلائل الایمان: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو چلایا یا اس نے گویا سب لوگوں کو چلایا، اور چنگ ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر چنگ ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

توجہ دلائل الایمان: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور چنگ ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر چنگ ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

﴿مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ يَرْسُوهُ رَبُّكَ﴾: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بنی اسرائیل کو یہ فرمایا گیا اور یہی فرمان ہمارے لئے بھی ہے کیونکہ گزشتہ امتوں کے جو احکام بغیر تردید کے ہم تک پہنچے ہیں وہ ہمارے لئے بھی ہیں۔ بہر حال بنی اسرائیل پر لکھ دیا گیا کہ جس نے بلا اجازت شرعی کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حق، بندوں کے حق اور حدود و شریعت سب کو پامال کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بچالی جیسے کسی کو قتل ہونے یا ڈوبنے یا جلتے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اسباب ہلاکت سے بچالیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔

قلناحق کی 2 حدیثیں

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”کسی مومن کو قتل کرنے میں اگر زمین و آسمان والے شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں دھکیل دے۔“

(ترمذی و کتاب الذیات، باب الحکم دی الدعاء، ۳/۱۰۰، الحدیث: ۱۴۰۳)

(2)..... حضرت ہرمان بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے ظلماً قتل سے زیادہ اہل ہے۔“

(ابن ماجہ و کتاب الذیات، باب التلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۲۶۶/۳، الحدیث: ۲۶۶۹)

### اسلام و سلامتی کا مذہب

یہ آیت مبارکہ اسلام کی اصل تعلیمات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام کس قدر امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اسلام کی اصل تعلیمات کو پس پشت ڈال کر دین اسلام پر قتل و غارت گری کے حامی ہونے کا بدنام و بھانگاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کو لاکر بے قصور لوگوں کو بدمعاشوں اور خودکش حملوں کے ذریعے موت کی نیند سلا کر یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے دی۔

### قتل کی جائز صورتیں

قتل کی شدید ممانعت کے ساتھ چند صورتوں کو اس سے جدا رکھا ہے اور آیت مبارکہ میں بیان کر دیا ہے کہ وہ صورتیں یہ ہیں:

(1)..... قاتل کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے۔

(2)..... زمین میں فساد پھیلانے والے کو قتل کرنا جائز ہے اس کی تفصیل اگلی آیت میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ مزید چند صورتوں میں شریعت نے قتل کی اجازت دی ہے۔

(1) شادی شدہ مرد یا عورت کو زنا کرنے پر بطور حد رجم کرنا، (2) مرتد کو قتل کرنا، (3) باغی کو قتل کرنا۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ  
فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ  
وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ



## فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۷﴾

توبہ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔

توبہ کنزالایمان: جبکہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا (ملک کی سرزمین سے) جلا وطن کر کے دور کر دیے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿اَلَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ رُسُوْلًا﴾: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔ پھر اس سے پہلے آیات میں قتل کی ایک نوعیت یعنی ناجائز قتلوں کا ذکر کیا گیا اب دوسری نوعیت یعنی جائز قتلوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ شان نزول: غزوہ تبوک کے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: صدقہ کی ادائیگیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیہ شاپ بچو، انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہو گئے۔ پھر وہ مرتد ہو گئے، چراگاہوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور افسانے کر بھاگ گئے۔ تا جہاں رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجا جو انہیں گرفتار کر کے لے آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کو اڑیے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھردائیں پھر انہیں تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب فصة عکلی و عربہ، ۷/۸۲۳، الحلیہ: ۴۱۹۲ء،

## ڈاکو کی سزا کی شرائط

اس آیت کے تحت میں رہزن یعنی ڈاکو کی سزا کا بیان ہے۔ رہزن جس کے لئے شریعت کی جانب سے سزا مقرر ہے اس میں چند شرطیں ہیں:

- (۱)۔۔۔ ان میں باقی طاقت ہو کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کر سکیں اب چاہے ہتھیار کے ساتھ ڈاکو ڈالیا لاٹھی لے کر یا ہتھوڑ وغیرہ سے۔
- (۲)۔۔۔ بیرون شہر رہزنی کی ہو یا شہر میں رات کے وقت ہتھیار سے ڈاکو ڈالا۔
- (۳)۔۔۔ دائرہ اسلام میں ہو۔
- (۴)۔۔۔ چوری کی سب شرائط پائی جائیں۔
- (۵)۔۔۔ توبہ کرنے اور مال واپس کر لے سے پہلے بادشاہ اسلام نے ان کو گرفتار کر لیا ہو۔

(عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی فطاع الطریق، ۱۸۶/۲)

## ڈاکو کی ۴ سزائیں

جن میں یہ سب شرطیں پائی جائیں ان کے لئے قرآن پاک میں چار سزائیں بیان کی گئی ہیں

- (۱)۔۔۔ انہیں قتل کر دیا جائے۔
- (۲)۔۔۔ سولی چڑھا دیا جائے۔
- (۳)۔۔۔ دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیا جائے۔
- (۴)۔۔۔ جلاوطن کر دیا جائے، ہمارے ہاں اس سے مراد قید کر لیتا ہے۔

اس سزا کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ڈاکوؤں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا اور مال نہ لیا تو انہیں قتل کیا جائے۔ اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو بادشاہ اسلام کو اختیار ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کر ڈالے یا سولی دیدے یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرے پھر اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دے یا صرف قتل کر دے یا قتل کر کے سولی پر چڑھا دے یا فقط سولی دیدے۔ اگر قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر نہ مال لوٹا نہ قتل کیا صرف ڈرایا دھمکایا تو اس صورت میں انہیں قید کر لیا جائے یہاں تک کہ صبح توبہ کر لے۔ (عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی فطاع الطریق، ۱۸۶/۲، در مختار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ۱۸۱/۶-۱۸۲، ملخصاً)

## اسلامی سزاؤں کی حکمت

اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی اس کی حیثیت کے مطابق سخت سزا نافذ کی ہے تاکہ زمین میں امن قائم ہو اور لوگ بے خوف ہو کر سکون اور چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔ ایک اس ڈاکہ زنی کی سزا اسی کو لے لیجئے کہ جب تک اس پر عمل رہا تو تجارتی قافلے اپنے قیمتی ساز و سامان کے ساتھ بے خوف و خطر سفر کرتے تھے جس کی وجہ سے تجارت کو بے حد فروغ ملا اور لوگ معاشی اعتبار سے بہت مضبوط ہو گئے اور جب سے اس سزا پر عمل نہیں ہو رہا تب سے تجارتی سرگرمیاں سب کے سامنے ہیں۔ جس ملک میں تجارتی ساز و سامان کی نقل و حمل کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہیں وہاں کی برآمدات اور درآمدات انتہائی کم ہیں جس کی وجہ سے ان کی معیشت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ سب تو حالات اسے ناکہ ہو چکے ہیں کہ چونک سے کوئی پیسے لے کر لٹکا تو راستے میں لٹ جاتا ہے، کوئی پیدل جا رہا ہے تو اس کی نقدی اور موپائل چھین جاتا ہے، کوئی بس کا مسافر ہے تو ہاں بھی محفوظ نہیں، کوئی اپنی سواری پر ہے تو وہ خود کو زیادہ خطرے میں محسوس کرتا ہے، سرکاری اور غیر سرکاری املاک ڈاکوؤں کی دست برد سے محفوظ نہیں۔ اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا داغ چند دنوں میں مٹکانے پر آ جائے گا اور ہر انسان پر اس ماحول میں زندگی بسر کرنا شروع کر دے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأُ عَلَيْهِمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا﴾: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی۔ پھر گرفتاری سے پہلے اگر ڈاکو توبہ اور اس کے تقاضے پورے کر لے تو ڈاکہ زنی کی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے گا لیکن اونے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق چونکہ بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ سب اس کے اولیاء چاہیں تو معاف کر دیں، چاہیں تو اس کا تقاضا کر لیں۔

(تفسیرات احمدیہ، المائدہ، نحت الآیۃ: ۳۴، ص ۳۵۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ صوفیہ و اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ قلاح پاؤ۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ صوفیہ و اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم قلاح پاؤ۔

﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ اور اس کی طرف وسیلہ صوفیہ کے آیت میں وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت چاہے فرض ہوں یا نفل، ان کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ اور اگر تقویٰ سے مراد فرض و عبادت کی ادائیگی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا مراد لیا جائے اور وسیلہ تلاش کرنے سے قطعاً ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا سبب بنے مراد لی جائے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء و خلائفہ الفضلہ و السلام اور اولیاء ذمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے محبت، صدقات کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زیارت، دعا کی کثرت، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور بکثرت ذکر اللہ غزوہ خیبر میں مشغول رہنا وغیرہ بھی اسی معنی میں شامل ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب کرے اسے لازم پکڑ لو اور جو بارگاہ الہی سے دور کرے اسے چھوڑ دو۔  
(صنای، المائدۃ نعت الآیۃ ۳۵، ۴۹۷/۲)

نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے

یاد رکھئے! رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے توسل سے بارگاہ رب قدیر غزوہ خیبر میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے التجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق یہاں 3 روایات ملاحظہ ہوں:

(۱)..... صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر

بن خطاب رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے "اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا تَقْوٰى سَلِّ الْيَك بِنِيْمًا قَسَمِيْنَا وَ اِنَّا تَقْوٰى سَلِّ الْيَك بِنِيْمًا قَسَمِيْنَا" ۱۳۔ اللہ اعز و علٰی ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ بنا کر کرتے تھے تو ہم پر بارش برساتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان بنی مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔ (بحاری، کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء لا يقطعوا ۳۴۶/۱، الحديث: ۱۰۱۰)

(2)۔۔۔ حضرت اوس بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عاکشہ صدیقہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی طرف غور کرو اس کے اوپر (سمت میں) ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو جس کی قبر انور اور آسمان کے درمیان سمت سر ہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ چارہ آگ گیا اور بوٹ موٹے ہو گئے جس کی کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام غام الفتح یعنی بچن کا سال رکھا گیا۔

(صنن دارمی، باب ما احرم اللہ تعالیٰ فیہ... الخ ۵۶/۱، الحديث: ۶۲)

(3)۔۔۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی تعلیم ایک صحابی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کو دی، چنانچہ حضرت عثمان بن عفیف رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو ان کو یہ دعا ارشاد فرمائی "اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَ اَتَوَجُّهُ الْيَك بِمُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فَبِنِيْمًا قَسَمِيْنَا" اے اللہ اعز و علٰی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری رحمت نبی رحمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اپنے رب عز و جل کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ اعز و علٰی! میرے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیہا باب ما جاء فی صلاة الحاجۃ ۱۰۶/۲، الحديث: ۱۳۸۵)

نوٹ: جو شخص اس حدیث پاک میں مذکور دعا پڑھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس دعا میں ان الفاظ "یا مُحَمَّدُ" کی جگہ "یا نَبِیُّ اللّٰہ" یا "یا رَسُوْلُ اللّٰہ" پڑھے۔ اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ  
لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
أَلِيمٌ ﴿٦٧﴾ يُرِيدُونَ أَن يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخُرُجِينَ مِنْهَا  
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: چونکہ وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کی برابر اور اگر ان کی ملک ہو کر اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دیکھ کا عذاب ہے۔ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کو وہی سزا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: چونکہ اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اتنی اور اس کے ساتھ (ما کر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

﴿يُرِيدُونَ أَن يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ﴾ یعنی اگر کافر دنیا کا مالک ہو اور اس کے ساتھ اس کے برابر دوسری دنیا کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اپنی جان کو قیامت کے دن کے عذاب سے چھڑانے کے لئے فدیہ کر دے تو اس کا یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن کافروں کو عذاب ضرور ہوگا، اس دن ان کے پاس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

(حازن، السائدہ، تحت الآية: ۳۶، ۱/۲۹۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن جب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ اس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنے بدلے میں دینے کو تیار ہو جاتا؟ وہ اثبات میں جواب دے گا تو اس سے کہا جائے گا: تم سے

اس کی نسبت بہت ہی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا (یعنی ایمان کا)۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب من نطق الحساب عذاب، ۲۰۷/۴، الحدیث: ۶۰۳۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے کم عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری چیزیں ہوں تو کیا تو انہیں اپنے بدلے میں دے دیتا۔ وہ جواب دے گا: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ”میں نے اس سے بھی آسان چیز تجھ سے چاہی تھی جب کہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا تو تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شریک کرتا رہا۔“ (بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الحنة والبار، ۲۶۱/۴، الحدیث: ۶۰۰۷)

### ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بہت ضروری ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ہوگا تو ہی قیامت کے دن اعمال کا اجر ملے گا، جسکی شفاعت کا قائل ہوگا، جسکی رحمت اٹھی متوجہ ہوگی اور جسکی جہنم سے چھٹکارا ملے گا، اس لئے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین نیک اعمال کی کثرت کے باوجود ہمیشہ برے خاتمے سے ڈرتے رہتے تھے، چنانچہ:

جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ سببِ حدیث سے قراوراد مغفطرب ہوئے اور زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے عرض کی: حضور الہی گریہ و زاری نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی بخشش اور مغفرت آپ کے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ میرا خاتمہ بالآخر ہوگا، اگر یہ پتا چل جائے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو مجھے پہاڑوں کے برابر گناہوں کی بھی پروا نہ ہوگی۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”جس شخص کی شکی درمیان جا کر ٹوٹ جائے، اس کے تجھے نکھر جائیں اور شخص ہچکولے کھاتے تختوں پر نظر آئے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ عرض کی گئی: بے حد پریشان مگن۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میرا بھی یہی حال ہے۔“

ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ کئی سال تک ہنسی نہ آئی۔ لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے دیکھتے جیسے کوئی قید تھا کی میں ہے اور اسے سزائے موت سنائی جانے والی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ اس غم و حزن کا سبب دریافت کیا گیا کہ آپ اتنی عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے باوجود فکر مند کیوں رہتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ

نہاں نے فرمایا ”مجھے ہر وقت یہ غم شلاں رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اور وہ فرما دے کہ ”تم جو چاہے کرو مگر میری رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوگی۔ بس اسی وجہ سے میں اپنی جان یکساں رہا ہوں۔“<sup>(۱)</sup>

(کیمیاء سعادت، رکن چہارم: صحاح، اصل مسم در خوف ورجاء، ۸۲/۲-۸۳۲)

ایمان پہ موت بھڑاوس تیری ٹاپک زندگی سے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا  
مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۸﴾

توجہ دکن الامین: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

توجہ دکن الامین: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾: تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ اس آیت میں چور کی سزائیں کی گئی ہے کہ شرعی اعتبار سے جب چوری ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں

چوری گناہ کبیرہ ہے اور چور کے لئے شریعت میں سخت وعیدیں ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔“

(مسلم، کتاب الامان، باب بیان نقصان الامان بالمعاصی... الخ، ص ۴۸، الحدیث: ۱۰۰ (۵۷))

انہی سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر اس نے ایسا کیا (یعنی چوری

۱۔ ایمان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے ایچ ایسٹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصنیف ”تفہیمات کے بارے میں سوال جواب“ کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔



کی) تو بے شک اس نے اسلام کا پشاپٹی گروں سے اتار دیا پھر اگر اس نے توبہ کی تو اللہ عز و جل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔  
(نہائی، کتاب قطع السارق، تنظیم السرقہ، ص ۷۸۳، الحدیث: ۴۸۸۲)

### چوری کی تعریف

سرفہ یعنی چوری کا لغوی معنی ہے خفیہ طریقے سے کسی اور کی چیز اٹھا لینا۔ (حدایہ، کتاب السرقہ، ۳۶۲/۱)  
جبکہ شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص کا کسی ایسی محفوظ جگہ سے کہ جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو دس درہم یا اتنی مالیت (یا اس سے زیادہ) کی کوئی ایسی چیز جو جلدی خراب ہونے والی نہ ہو چھپ کر کسی شہہ و تاویل کے بغیر اٹھا لینا۔  
(فتح القدیر، کتاب السرقہ، ۱۶۰/۵)

### چوری سے متعلق ۲ شرعی مسائل

- (۱)..... چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں (۱) چور خود اقرار کر لے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (۲) دو مرد گواہی دیں، اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
- (۲)..... قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے، کس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی کی، اور کس کی چیز چرائی؟ جب گواہان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کی تمام شرائط پائی جائیں تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔  
سحبہ: حدود و تعزیر کے مسائل میں عوام الناس کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ چوری کے مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ ۹ کا مطالعہ کیجئے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُوفٌ رَحِيمٌ ۝

توبہ کنزالایمان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا جب تک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کنزالایمان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ جب تک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَمَنْ تَابَ تَوَجُّوهُ كَرِهَ﴾۔ کہ توبہ نہایت نفیس شے ہے۔ کتنا ہی بڑا گناہ ہو اگر اس سے توبہ کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دیتا ہے اور توبہ کرنے والے کو عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کیلئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہو جائے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخش دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ﴾: جسے چاہے سزا دیتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عذاب کرنا اور رحمت فرمانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ وہ مالک ہے جو چاہے کرے کسی کو اعتراف کرنے کی مجال نہیں۔ اس سے قدر یہ (یعنی تقدیر کے منکر) اور معترف فرنے کا رد ہو گیا جو نیک پر رحمت اور گناہگار پر عذاب کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب کہتے ہیں کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔ (عازن، العائذ، تحت الآية: ۴۰، ۱/۴۹۴)

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَعَّوْنَ لِلْكَذِبِ سَعْوَنَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّقُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ

تَوَكُّوْهُ فَاحْذَرُوْهُ وَمَنْ يُدْرِ اللهُ فِتْنَتَهُ فَكُنْ تَسْلِيْكَ لَهٗ مِنْ اِلٰهِ  
 سَيِّئًا ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُدْرِ اِلٰهُهُ اَنْ يُطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا  
 خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷۱﴾

توجہ لکنا لا یجوز: اے رسول! تمہیں تمکین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے کھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بھجور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بٹانہ نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

توجہ لکنا لا یجوز: اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں تمکین نہ کریں (یہ وہ ہیں) جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں، ان دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔ یہ (آپس میں) کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لیتا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بھجور اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو (اے صاحب!) تو ہرگز اسے اللہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

ولا یغفر ذلک الذین یستامعون فی الغلو: جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں تمکین نہ کریں۔ کچھ یہاں سے منافقین کی حرکتوں کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ“ کے مبارک خطاب سے عزت عطا فرمائی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمکین قلب کا سامان مہیا فرمایا کہ اسے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کا ناموس منین (یعنی مدگار) ہوں۔ منافقین کے کفر میں جلدی کرنے یعنی اُن

کے کفر ظاہر کرنے اور کفار کے ساتھ دوستیاں کر لینے سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ پھر منافقین کی منافقت کا بیان فرمایا کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا سَمِعُونَ الْكَلِمَةَ﴾ اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں۔ کچھ یہاں سے یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا کہ وہ اپنے سرداروں کا جھوٹ خوب سنتے ہیں اور ان کے افتراؤں کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیر کے یہودیوں کی باتوں کو بھی خوب مانتے ہیں جن کے حالات آیت میں آ کے بیان ہو رہے ہیں۔

﴿وَيُحْذَرُونَ الْكَلِمَةَ﴾ یعنی یہودیوں کے عقائد میں یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔ کچھ آیت کا شان نزول یہ ہے کہ خیر کے معزز زٹار کے جانے والے یہودیوں میں سے ایک شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت نے زنا کیا۔

اس کی سزا تو ریت میں سنگسار کرنا تھی، یہ انہیں گوارا نہ تھا اس لئے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کرانیں، چنانچہ ان دونوں مجرموں کو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عدلیٰ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو ان لیٹا اور سنگسار کرنے کا حکم دیں تو نہ

مانتا۔ وہ لوگ بنی خزیمہ اور بنی النضیر کے یہودیوں کے پاس آئے اور سمجھے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم وطن ہیں اور ان کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صلح بھی ہے لہذا ان کی سفارش سے کام بن جائے گا،

چنانچہ یہودی سرداروں میں سے کعب بن اشرف، کعب بن اسد، سعید بن عمرو، مالک بن صیف اور کنانہ بن ابی العقیق وغیرہ انہیں لے کر تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ حضور

پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میرا فیصلہ مانو گے؟“ انہوں نے اقرار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رحم یعنی سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ یہودیوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک تو جو ان میں سے ایک ہے، کیا تم اس کو جانتے ہو؟ کہنے لگے، ہاں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”وہ کیسا آدمی ہے؟“ یہودی کہنے لگے کہ آج روئے زمین پر یہودیوں میں اس کے پائے کا کوئی عالم نہیں، تو ریت کا یکساں ہر ہے۔ ارشاد فرمایا: ”اس کو بلاؤ۔ چنانچہ اسے بلا لیا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو ان میں سے ایک ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا، کیا یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تو یہی ہے؟ اس نے عرض کی: لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے



سَعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثُونَ لِلسَّحْتِ ۖ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ  
أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَصْرِفُوا عَنْ شَيْءٍ ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ  
فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالنِّقِطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۲۶﴾

توجہ دلائل الاحیان: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرما دیا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بیشک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

توجہ دلائل الاحیان: بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور ہیں تو اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿سَعُونَ لِلْكَذِبِ﴾: بہت جھوٹ سننے والے۔ ﴿سَالِقَ آيَاتِ﴾ میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی عوام تھی جو پادریوں اور سرداروں کے جھوٹ سن کر اس پر عمل کرتے تھے اور اس آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی حکمران اور پادری ہیں جو دشمنوں کے حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام کو بدل دیتے تھے۔

### رشوت کا شرعی حکم اور اس کی وحیدیں

رشوت کا یہودی و یانویوں حرام ہیں اور لینے دینے والے دونوں جہنی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، جو پر یا حق و بائنے کے لئے دیا جائے (وہ رشوت ہے یونہی جو اپنا کام بنانے کے لئے حکام کو دیا جائے رشوت ہے لیکن ناجائز ہے دفعِ ظلم یعنی ظلم دور کرنے) کے لئے کچھ دیا جائے (وہ) دینے والے کے حق میں رشوت نہیں، یہ دے سکتا ہے، لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔“

(نوری روضیہ، ۵۹۷/۲۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”رشتہ لینے مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، لینے والا حرام خواہ ہے، مستحق سخت عذاب ناپ ہے، دینا اگر گنہ گری اپنے اوپر سے دفعِ ظلم کو ہو تو حرج نہیں اور اپنا آنا وصول کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے تو سخت تر حرام اور مستحق اشد غضب و انتقام ہے۔ (D وی ریسو، ۳۶۹/۱۸)

آعادت میں رشتہ لینے دینے والے کے لئے شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 احادیث درجِ ذیل ہیں:

(1)۔۔۔ حضرت ابو سعید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نبی سلیم سے زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل مقرر کیا جسے انہیں لقبیہ کہا جاتا تھا۔ جب اس نے آکر حساب دیا تو کہا: یہ آپ کا مال ہے اور یہ میرا حق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اچھا اتم اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہتے اور دیکھتے کہ تمہارے لئے (وہاں سے) کتنے حق آتے ہیں اور تم اپنے بیان میں کہتے سچے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شایان کرنے کے بعد فرمایا ”جب میں تم میں سے کسی کو کسی جگہ کا عامل بناتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے تو وہ میرے پاس آکر کہتا ہے: یہ آپ کا مال ہے اور یہ یہ ہے جو مجھے حصّہ دیا گیا ہے۔ یہ کیوں نہ کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا ہے تاکہ اس کے پاس حق آتے۔ خدا کی قسم اتم میں سے جو کوئی بغیر حق کے کسی چیز کو لئے گا وہ اسے اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ میں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس نے اوشٹ اٹھایا ہوا ہوگا جو بلایا تا ہوگا یا گائے جو ذرا راتی ہوگی یا بکری جو صیاتی ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بلند فرمایا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور کہنے لگے: اے اللہ اغزوخل، کیا میں نے (تیرا گم) پہنچا دیا؟

(بخاری، کتاب الحیل، باب احتیال العامل لہدی، ۳۹۸/۴، الحدیث: ۶۹۷۹)

(2)۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”رشتہ لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ (معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۱/۵۵، الحدیث: ۲۰۶۶)

(3)۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو گوشت سخت سے پلاؤ حاتو آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ عرض کی گئی: سخت سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: فیصلہ کرنے میں رشتہ لینے۔

(جمع البواع، قسم الاقوال، حرف الکاف، ۳۹۱/۵، الحدیث: ۱۵۹۰۴)

### رشوت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم

جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا ہو تو اس پر فرض ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا انہیں واپس کر دے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو وہ مال دیدے، اگر وہ اپنے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پانہ چلے تو وہ مال فقیروں پر صدقہ کر دے۔ خرید و فروخت وغیرہ میں اس مال کو لگانا حرام قطعی ہے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ مال رشوت کے مال سے سبکدوش ہونے کا نہیں ہے۔

یہاں چونکہ رشوت پر کچھ تفصیلی کلام کیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے کچھ مزید فقہی وضاحت کر دی جائے چونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ رشوت شاید وہی ہے جو سرکاری محکموں میں دی جاتی ہے یا جو غلام کا کرواتے کیلئے دی جاتی ہے یا جو رشوت کا نام لے کر دی جائے حالانکہ مذکورہ بالا صورتیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی صورتیں رشوت میں ہی داخل ہیں خواہ رشوت کا نام لیا جائے یا نہیں۔ ایک آدھ صورت مستثنیٰ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ رشوت کے بارے میں اسی طرح کی غلط فہمیوں کے ازالے کیلئے یہاں فتاویٰ رضویہ سے ایک اہم فتویٰ نقل کیا جاتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جو شخص بذات خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا فخر و تسلط (دور رس پر اختیار) رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ان پر بھروسہ و تعویذ نہ کرے وہ باؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کو تو مال، تھانہ دار، جعدار یا بھائیوں کے لئے زمیندار مقدم پنداری یہاں تک کہ چنانچہ تو قوموں یا خدشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوت خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص ہی کی فرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلاً اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت روا (جائز) نہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ و دعوت میں جس قیمت کی چیز ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت (زیادہ قیمتی)، پر تکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفتور، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زائد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔ سوم



اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انہیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عمارت قدوری پر ہے ورنہ امام مفتاحی نے نہایت پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ و دعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصول منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تھے اب صاحب مال ہو گئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب عدم ہدیہ و دعوت بر بنائے فخر سمجھا جائے گا اور فی الواقع ائمہ من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت و بعد منصب شرواح یا کثرت بر بنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دوی صورتیں مسئلہ رہیں پھر بہر حال جو صورت مسئلہ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کو کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پہلے سے ہدیہ وغیرہ دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تہمت و ائمہ بشریہ عایت پر ہے چھوڑ دو جو رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہو سکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر ملتے ہیں، جب یہ دعوت و ہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر مجرب و مشاہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر کبھی ہوگی، اور یہ حیلہ کہ اس کا ہدیہ و دعوت بر بنائے اخلاق انسانیت ہے نہ بلحاظ منصب، اس کا رد و حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہ فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا انہوں نے اسوائی زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال حدار کئے کہ یہ مجھے ملے ہیں فرمایا اپنی ماں کے گریب نہ کرو دیکھا ہوتا کہ اب کتنے حقے ملتے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر کھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بخوندہ تعالیٰ خلاصہ تنقیح و صلاح تحویل ہے۔

(فقہی رضویہ ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶)

﴿وَإِنْ جَاءَ ذُنُوبُكُمْ أَوْ غَرَاهُمُ فَاسْأَلُوا عَنْهُمْ أَسَمَ﴾۔ یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ اہل کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے فیصلہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔

وَكَيْفَ يُحْكُمْونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَكَّلُونَ مِنْ

## بَعْدَ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾

توجہ لکڑا لایمان: اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے، حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے پائے ہمہ اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔

توجہ لکڑا لایمان: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

﴿وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے زنا کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے اور یہ حکم تورات میں موجود ہے اور یہ لوگ تورات پر ایمان لانے کے دعوے دار بھی ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تورات میں رجم کا حکم ہے اس حکم کو نہ ماننا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت سے فیصلہ چاہنا نہایت تعجب کی بات ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ  
الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا  
اسْتُخْفِظُوا مِنْ كُتُبِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهٖ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ  
وَأَخْشَوْنَ وَلَا تُسْكَرُوا بِأَيْتِي سَمًا قَلِيلًا ۖ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ  
اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۳۷﴾

توجہ لکڑا لایمان: بیشک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیر کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو

اور مجھ سے ڈرو اور میری آفتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

توضیح: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾: جب تک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے مگر ماہر دار نبی اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے خود گواہ تھے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آفتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

﴿وَأَنذَرْتُكَ الْيَهُودَ﴾: جب تک ہم نے تورات نازل فرمائی۔ ﴿اس آیت مبارکہ میں توریت شریف کی عظمت اور اس کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام و الشہداء کا فیصلہ فرمانا اور اسی کے مطابق سچے علماء و فقہاء کا فیصلہ کرنا بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ رہبر سائنس اور اس کے بعد کے یہودیوں کو اصل توریت پر عمل کرتے ہوئے سرکارِ دود عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جب تک ہم نے توریت کو نازل فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و الشہداء اور ان کے بعد کے کثیر انبیاء علیہم السلام و الشہداء اور علماء و فقہاء و توریت کے مطابق ہی فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان سے تورات کے متعلق یہ مہمل کیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ وہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام مناسبت نہ ہوں۔

(ابو سعید السائدی، تحت الآیۃ: ۲۰۴/۲۰۴، حازنہ السائدی، تحت الآیۃ: ۲۰۴/۱۰۴، ۹۸/۱۰۴، ملتقطاً)

تو اسے یہودیوں! اتم تورات میں مذکور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم کی نعت و صفات اور رب کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مراد یہ ہے کہ احکام الہیہ کی تبدیلی بہر صورت ممنوع ہے خواہ لوگوں کے خوف اور ان کی ناراضی کے اندیشہ سے ہو یا مال و جاہ اور رشوت کی لالچ میں ہو۔ اس آیت میں علماء کیلئے بھی ایک حکم موجود ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی حفاظت کریں اور اس کی آیات کے بدلے دنیا کی ذلیل دولت حاصل نہ کریں اور لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

**پہلی شریعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے متعلق اہم مسئلہ**

توریت کے مطابق انبیاء علیہم السلام و الشہداء کا حکم دینا جو اس آیت میں مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے پہلی شریعتوں کے جو احکام اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم نے بیان فرمائے ہوں اور

ان کے ترک کا حکم ہمیں نہ دیا ہوا اور نہ وہ منسوخ کئے گئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوتے ہیں۔

(ابو سعید، المائدة، تحت الآية: ۴۴/۶، ملخصاً)

وَكُتِبَ عَلَيْهِنَّ فِيهَا أَنْ تُنْفِسْنَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ  
وَالْأَذْنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ  
كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِهَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۴۵﴾

توجہ دینا الامکان: اور ہم نے تو ریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جہول کی خوشی سے بدلہ کراوے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

توجہ دینا الجبروت: اور ہم نے تو رات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا پھر جہول کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿وَكُتِبَ عَلَيْهِنَّ﴾ اور ہم نے ان پر لازم کر دیا تھا کہ اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ تو ریت میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے لیکن چونکہ ہمیں ان کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے کیونکہ سابقہ شریعتوں کے جو احکام اللہ تعالیٰ اور رسول کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذابہ و منسوخ کئے بیان سے ہم تک پہنچے اور منسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہوا۔ آیت میں زخموں کے، اعضاء کے اور جان کے قصاص کا حکم بیان فرمایا گیا، اعضاء اور زخموں کے قصاص میں کافی تفصیل ہے جس کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں لی جائے گی خواہ وہ مقتول مرد ہو یا



﴿وَقُلْنَا اِنَّا اَنزَلْنَاهُ بِالْحَقِّ وَهُوَ الْحَقُّ﴾ اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر بھیجا۔ کہ تورات کے احکام بیان کرنے کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور بتایا گیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تورات کی تصدیق فرمانے والے تھے کہ تورات اللہ غزوجل کی نازل کردہ کتاب ہے اور تورات کے منسوخ ہونے سے پہلے اس پر عمل واجب تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شریعت میں تورات کے بعض احکام منسوخ کر دیے گئے۔ اس کے بعد انجیل کی شان بیان فرمائی گئی کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اور ہدایت اور نصیحت تھی۔ پہلی جگہ ہدایت سے مراد ملامت و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا ہے اور دوسری جگہ ہدایت سے سید الانبیاء، مصیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت مراد ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کا سبب ہے۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية ۱۶، ۵۰۰/۱)

وَلْيَعْلَمِ اَهْلُ الْاِنْجِيلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا  
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۰﴾

توجہ دکنز الانجیل: اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے احکام پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

توجہ دکنز انجیل: اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَلْيَعْلَمِ اَهْلُ الْاِنْجِيلِ﴾ اور انجیل والوں کو حکم کرنا چاہیے۔ کہ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ غزوجل نے انجیل میں نازل فرمایا ہے یعنی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہیے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنی چاہیے کیونکہ انجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی تو اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية ۱۷، ۵۰۰/۱، ملخصاً)

## انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کے چند جوابات ہیں:

(۱)..... انجیل میں تاجدار برسات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے جودلائل موجود ہیں اہل انجیل کو چاہئے کہ وہ ان دلائل کے مطابق ایمان لے آئیں۔

(۲)..... اہل انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔

(۳)..... انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں جس طرح یہودیوں نے تورات میں تحریف کر دی تھی۔

(تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ۴۷، ۳۷۱/۱)

لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزول قرآن کے بعد قرآن مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں ہے، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ  
مُهِيمًا عَلَيْهِ فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا  
جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ  
لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَيْتُمُوهَا ۚ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ  
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

توجہ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ  
دگو اور ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اشارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ

کہ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو تم سب کا پھر نا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

توجیہ کذا یعرفون: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف کچی کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر تمہیں ان ہے تو ان (اہل کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اے مشنوالے! اپنے پاس آیا باہق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر (اس نے یہاں نہیں کیا) تاکہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا وہ بات جس میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی۔ ﴿فَتَوَارَاتِ مَا أَخَذَ كَرَهُ كَرَنَ كَرَهُ﴾ اب قرآن مجسم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ہم نے تمہاری طرف کچی کتاب اتاری جو سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر تمہیں ان ہے تو جب اہل کتاب اپنے معذرات میں آپ مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں تو آپ مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن پاک کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ النَّاسَ سَوَاءً﴾ اور تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔ ﴿فَإِذَا دَعَا إِلَى فِتْنَةٍ﴾ تمہاری طرف سے فتنہ مٹا دیا جائے گا۔ ﴿وَيَدْعُ إِلَى الْفِتْنَةِ﴾ اور تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد اور اس طرح کے احکام جدا ہیں لیکن اصل دین سب کا ایک ہے یعنی توحید و رسالت، عقیدہ آخرت، یومئذ بنیادی اخلاقیات سب کی مشترک ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے یہی ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی شہادت اور جو اللہ عز و جل کی طرف سے آیا اس کا قرار کرنا جبکہ شریعت ہر امت کی خاص ہے۔

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ ﴿فَإِذَا دَعَا إِلَى فِتْنَةٍ﴾ تمہاری طرف سے فتنہ مٹا دیا جائے گا۔

(سازن: الحاشیہ، تحت الآية: ۴۸، ۵۰/۱)



تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تاکہ جو شریعتیں اس نے جنمیں دی ہیں ان میں تمہیں آزماے اور امتحان میں ڈالے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ ہر زمانہ کے مناسب جوا حکام دیئے کیا تم ان پر اس یقین و اعتقاد کے ساتھ عمل کرتے ہو کہ ان کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) سے ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں اور دنیاوی اور اخروی فوائد و منافع ہیں اور یا تم حق کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔ (ابو سعید الخدری، تحت الآية: ۴۸، ۵۱/۲)

﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْاَفْهَاتِ﴾: تو ٹیکلیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ۔ پھر قرآن پاک کا حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی دنیا و آخرت کا کوئی قابل قبول فائدہ متعلق نہیں ہے ان میں بحث و مقابلہ کرنے کی بجائے نہیں رضائے الہی اور مصلحتی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی انداز کی ایک جھلک ہے کہ شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے اور پال کی کمال اتارنے کی بجائے ٹیکلیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اس میں ہماری بہت سی چیزوں کی اصلاح ہے۔ آج کل حالت یہ ہے کہ ہر محاذ اور میدان میں فضولیات پر بحث و مباحثہ اور پانی سے مکھن نکالنے کی کوششیں جاری رہتی ہیں اور کرنے کے کاموں کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے۔ خواہ خود کو باریکیاں نکالنے کو مہارت اور قابلیت شمار کیا جاتا ہے اگرچہ عملی طور پر ایسے آدمی کی حالت نہایت گری ہوئی ہو۔ بحث وہاں کی جائے جہاں اس سے کوئی فائدہ نظر آئے، صرف وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ رکھنے، طلبہ شہرت اور قابلیت دکھانے کیلئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا اور عملی دنیا میں تنگ نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے معانی ہے۔ اس صیحت کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو اپنے طریقہ عمل پر نظر کرنے کی حاجت ہے۔ سمجھنے کیلئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان ہی کافی ہے ”مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْفُرْقَةُ مَا لَا يَفْتِنُہُ“ آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی، کتاب الزہد، ۱۱، باب ۱۶/۴، الحدیث: ۲۳۲۴)

وَاِنْ اَحْكَمَ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَہُمْ وَاَحْذَرُہُمْ اَنْ يَّقْتَتِلُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمَ الْكُمٰلُ يَدُ اللّٰهِ اَنْ يُصِیْبَہُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۗ وَاِنْ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۳۹﴾

توجہ کفر الایمان: اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اشارے پر حکم کرا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہو کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی قسم میں جو تیری طرف اترا پھرا گردہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچایا جا رہا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

توجہ کفر الایمان: اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ يَأْتِ السُّؤْلُ بِاللَّهِ﴾: اور یہ کہ اے مسلمان ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں کو فرمایا کہ اہل کتاب کے درمیان اللہ غزوہ حق کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اس بات سے بچتے رہو کہ یہ لوگ تمہیں کسی غلطی کے مژگن جب نہ کروا دیں اور اگر یہ اہل کتاب لوگ قرآن سے اعراض کریں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قل و گرفتاری اور جلا وطنی کے ساتھ ہوگی۔ جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا۔

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمَ الْقَوْمِ يُوَفُّونَ﴾

توجہ کفر الایمان: تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔

توجہ کفر الایمان: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے؟

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بنی تغلبہ اور بنی خزیمہ یہودیوں کے دو قبیلے تھے، ان میں آپس میں قتل و غارتگری جاری رہتی تھی۔ جب نبی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و آلہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا مقدمہ حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور

نبی کریم ﷺ نے کہا کہ ”نبیؐ بغیر ہمارے بھائی ہیں ہم وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے ہیں اور ایک کتاب (توریت کو) ماننے ہیں لیکن اگر نبیؐ بغیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں سے ستر ذوق (ایک ہزارویں) بکھریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی ان کے کسی آدمی کو قتل کرے تو ہم سے اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس ذوق لیتے ہیں، آپ ﷺ کا فیصلہ فرما دیں۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں حکم دیتا ہوں کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر نبیؐ بغیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے دشمن ہیں، ہمیں دلیل کرنا چاہئے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (حاجران، العاقلۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۱۰۱/۱) اور فرمایا گیا کہ کیا جاہلیت کی گمراہی اور ظلم کا حکم چاہتے ہیں۔ جو حکم حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ ﴿۵۱﴾ یہ آیت مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مشہور منافق عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی

جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہودیوں میں میرے بہت بڑی تعداد میں دوست ہیں جو بڑی شوکت و قوت والے ہیں، اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا کہ میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہو سکتا، مجھے آئندہ وحش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے اور مجھے اُن کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ”یہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرتا حیرانی کا کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(حازن، المائدة، تحت الآية: ۵۱، ۵۰/۳)

### کفار سے دوستی و موالات کا شرعی حکم

اس آیت میں یہودیوں و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات یعنی اُن کی مدد کرنا، اُن سے مدد چاہنا اور اُن کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ چنانچہ یہاں یہ حکم بغیر کسی قید کے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، چہارے دوست نہیں کیونکہ کافر کوئی بھی ہوں اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں مسلمانوں کے مقابلے میں وہ سب ایک ہیں ”الْكَفَرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ“ کفر ایک ملت ہے۔ (مدارک، المائدة، تحت الآية: ۵۱، ص ۲۸۹)

لہذا مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ نہایت سخت وعید بیان فرمائی کہ جو ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے، اس بیان میں بہت شدت اور تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہودیوں و نصاریٰ اور وہ بنی اسلام کے ہر مخالف سے طغی کی اور چدار ہٹاؤ جب ہے۔ (مدارک، المائدة، تحت الآية: ۵۱، ص ۲۸۹، حازن، المائدة، تحت الآية: ۵۱، ۵۰/۳، ملفوظ)

اور جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں کفار کو ٹھیکہ دہی یا سامیاں نہ دی جائیں۔ یہ آیت مبارکہ مسلمانوں کی ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی حقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پوری دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو سمجھ آئے گا کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا آغاز بھی سے ہوا جب آپس میں نفرت و دشمنی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر غیر مسلموں کو اپنا خیر خواہ اور بھروسہ سمجھ کر ان سے دوستیاں لگائیں اور انہیں اپنیوں پر ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى  
 أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ  
 فَيُصِيبُوا عَلَى مَا آسَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ لِلَّذِينَ ۝

توجہ کنزالایمان: اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم بھراس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا چھتاتے رہ جائیں۔

توجہ کنزالایمان: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر بچھتا نہیں گے جو اپنے دلوں میں چھپاتے تھے۔

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾ تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے۔ یہ مسلمانوں کو تو فرمادیا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو لیکن منافقین کے بارے میں فرمادیا کہ ان کی یہود و نصاریٰ سے دوستیاں بڑی مضحکہ خیز ہیں کیونکہ یہ دل کے مریض ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے میں دوڑے جاتے ہیں اور ان لوگوں کی نظر میں اُن سے دوستی کرنے کا فائدہ یہ ہے اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر کبھی حالات بدل جائیں، مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہو جائیں تو کفار سے دوستی لگانا انہیں اس وقت فائدہ دے گا۔ لیکن یہ سب منافقت کی وجہ سے تھا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام کے غلبے کی جو باتیں فرماتے تھے انہیں اس پر یقین نہیں تھا اور نہ اگر ان باتوں پر یقین ہوتا تو نہ کراہت اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے اور اپنے رسول، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کامیاب و کامران فرمائے اور ان کے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور مسلمانوں کو ان کے دشمن یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار پر غلبہ دے چنانچہ یہ خبر کج جاہت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے

(حازن، المعالذ، تحت الآیۃ: ۵۲، ۳/۱، ۵۰)

کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔

اس آیت میں پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ فتح لے آئے اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی تھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سرزمین حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا اور وہاں اُن کا نام و نشان باقی نہ رکھنا یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا۔

(حازن، المعالذ، تحت الآیۃ: ۵۲، ۳/۱، ۵۰-۴۰، جلالین، المعالذ، تحت الآیۃ: ۵۲، ص ۱۰۲، ملقط)

تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس وقت منافقین اپنی منافقت پر یا اس خیال پر تادم ہو جائیں گے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفار کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ آيَاتِهِمْ  
إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرَ نَصِيحَةٍ ۝۷۰

ترجمہ کنزالایمان: اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ایمان والے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور ایمان والے کہیں گے۔ ﴿ہے ارشاد فرمایا کہ جب منافقین کا پر دو مکمل جائے گا اور ان کی منافقت آشکار ہو جائے گی تو اس وقت مسلمان قہر کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ عز و جل کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

﴿حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ تو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ ﴿یعنی ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب سے محروم ہونے اور جہنم کا دائمی عذاب پانے کے سبب نقصان اٹھائیں گے۔ (حازن، المعالذ، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳/۱، ۵۰-۴۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ  
بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ  
يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ  
يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٧﴾

توجہ لکھنا ایہا ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو معتریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

توجہ لکھنا ایہا ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو معتریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (انہی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾ تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا۔ کفار کے ساتھ دوستی یاری اور محبت و تعلق چونکہ بعض اوقات بے دینی اور ارتداد کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد مرتدین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے پہلے لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی چنانچہ یہ خبر کج ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔  
﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ﴾ تو معتریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے۔ کفار فرمایا کہ اسے ایمان والو! تم میں سے اگر کچھ لوگ مرتد بھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ صفت بندے پھر بھی موجود ہوں گے اور وہ عظیم صفات کے حامل ہوں گے۔ اس آیت میں ان کی چند صفات بیان فرمائی گئیں:

- (۱)..... واللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔
  - (۲)..... واللہ غفور غنی سے محبت کرتے ہیں۔
  - (۳)..... مسلمانوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا سلوک کرنے والے ہیں۔
  - (۴)..... کافروں سے سختی سے پیش آنے والے ہیں۔
  - (۵)..... راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔
  - (۶)..... حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہیں کرتے بلکہ حق کو اور حق کوئی میں بیباک ہیں۔
- یہ صفات جن حضرات کی ہیں وہ کون ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں۔

- (۱)..... حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا غفرلہ اللہ تعالیٰ ذنوبہ الکونین، امام حسن بھری اور حضرت قتادہ زحبی اللہ تعالیٰ غفرلہما نے کہا کہ یہ حضرات سیدنا ابو بکر صدیق زحبی اللہ تعالیٰ غفرلہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔
- (۲)..... حضرت عیاض بن غنم اشعری زحبی اللہ تعالیٰ غفرلہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری زحبی اللہ تعالیٰ غفرلہ کی نسبت فرمایا کہ یہ ان کی قوم ہے۔
- (۳)..... ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہل یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔
- (۴)..... مفسرِ صدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ بیان کروہب حضرات کا ان صفات کے ساتھ مشہف ہوتا صحیح ہے۔

(عازن، المصنف، نحت الآداب: ۱۰۴، ۱/۱، ۱۰۰-۱۰۰)

### کامل مسلمان کا نمونہ

اس آیت میں مسلمانوں کے سامنے ایک کامل مسلمان کا نمونہ بھی پیش کر دیا گیا کہ کامل مسلمان کیسا ہوتا ہے؟ ہمیں بھی اوپر بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کر لینا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے حوالے سے یہ واقعہ ایک عظیم مثال ہے:

حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط زحبی اللہ تعالیٰ غفرلہ کے پاس ایک آنکھ پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار حجرت میں



ایک کوٹا سکروے جاتا، آپ زُخْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسَ لَے لیتے۔ ایک بار آپ زُخْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسَ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کوٹا سکرو لیا۔ جب حضرت شیخ ابو عبد اللہ خلیلو زُخْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسَ تشریف لائے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو شاگرد سے فرمایا: تو نے کوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کوٹا سکرو عی و دینار ہا ہے اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔

(احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس و تہذیب الاعلاق... الخ، بیان علامات حسن العلق، ۸۷/۳-۸۸)

یہ مسلمانوں پر نرمی ہے۔ اور حدیث مبارک ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لیے بہتر ہوں اور اللہ غزوۂ بخل کے نزدیک بہترین بڑی وہ ہیں جو اپنے بڑی کے لیے اچھے ہوں۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلة باب ما جاء فی حق الحواری، ۳۷۹/۲، الحدیث: ۱۹۵۱)

اور حق گوئی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کے متعلق یہ حکایت ملاحظہ فرمائیں: قاضی ابو خازم زُخْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسَ کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور درست فیصلے فرماتے۔ ایک مرتبہ غلیفہ وقت ”مُعْتَصِدٌ بِاللَّهِ“ نے آپ زُخْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسَ کی طرف پیغام بھیجا: فلاں تاجر نے ہم سے مال خریدا ہے اور نقد رقم انہیں کی۔ وہ میرے علاوہ دوسروں کا بھی مقروض ہے، مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوسرے قرض خواہوں نے آپ کے پاس گواہ پیش کئے تو آپ نے اس تاجر کا مال ان میں تقسیم کر دیا ہے۔ مجھے اس مال سے کچھ بھی نہیں ملا حالانکہ جس طرح وہ دوسروں کا مقروض تھا اسی طرح میرا بھی تھا، لہذا میرا حصہ بھی دیا جائے۔ پیغام پا کر قاضی ابو خازم زُخْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسَ قاصد سے کہا: غلیفہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دلاز فرمائے، وہ وقت یا کرو جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے فیصلوں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی گردن سے اتار کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے۔ اے غلیفہ! اب میں فیصلہ کرنے کا حق ہوں اور میرے لئے جائز نہیں کہ گواہوں کے بغیر کسی مندرجی کے حق میں فیصلہ کروں۔ قاصد نے قاضی صاحب کا پیغام سنایا تو غلیفہ نے کہا: جاؤ! قاضی صاحب سے کہو کہ میرے پاس بہت معتبر اور معزز گواہ موجود ہیں۔ جب قاضی صاحب کو یہ پیغام ملا تو فرمایا: گواہ میرے سامنے آکر گواہی دیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا، شہادت کے تقاضوں پر پورے اترے تو ان کی گواہی قبول کر لوں گا ورنہ وہی فیصلہ قابل عمل رہے گا جو میں کر چکا ہوں۔ جب گواہوں کو قاضی صاحب کا یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے

آپ زحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے خوف کھاتے ہوئے عدالت آنے سے انکار کر دیا۔ لہذا قاضی صاحب نے غلیظہ مغضبہ باللہ کا دعویٰ رد کرتے ہوئے اسے کچھ بھی نہ بچوایا۔ (دعویٰ الحکایات، الحکایۃ السادسة والثمانون بعد العائین، ص ۲۶۱-۲۶۲)

اٰمَنَّاوَلَيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُّقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ  
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ لَا كُفْرُوْنَ ۝ وَمَنْ يَتَكْوَلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ  
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمْ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۶۱﴾

توجیہ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

توجیہ کنزالعرفان: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

﴿اٰمَنَّاوَلَيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ ﴿گزشتہ آیات میں ان لوگوں کا بیان ہوا جن کے ساتھ ولی و دوستیاں لگانا حرام ہے، ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان فرمایا جن کے ساتھ ولایات واجب ہے۔ اس آیت مبارکہ کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھا کریں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے دوست ہیں تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

نبی ہونے پر اور مومنین کے دوست ہونے پر ہم راضی ہیں۔ (قرطبی، المائدة، تحت الآية: ۱۳۱/۳، ۵۵، الجزء السادس)  
 آیت مبارکہ میں بیان کردہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور محب ہیں۔  
 ﴿وَمَنْ لَّا يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ﴾ اور اللہ کے حضور مجھے ہوئے ہیں۔ ﴿مَنْ لَّا يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ﴾ عربی گرامر کے اعتبار سے آیت مبارکہ کے اس جملے کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں:

- (۱)..... پہلا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہونا مومنوں کی ایک مزید مفت ہے۔  
 (جعل، المائدة، تحت الآية: ۲۴۲/۲، ۵۵)
  - (۲)..... دوسرا معنی یہ ہے کہ مومنین نماز کا قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے دونوں کام شروع اور تواضع کے ساتھ کرتے ہیں۔  
 (ابو سعود، المائدة، تحت الآية: ۵۹/۲، ۵۵)
  - (۳)..... تیسرا معنی یہ ہے کہ وہ تواضع اور عاری کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (جعل، المائدة، تحت الآية: ۲۴۲/۲، ۵۵)
  - (۴)..... چوتھا معنی یہ ہے کہ وہ عاصیہ کو کوع میں راہ خدا میں دیتے ہیں۔
- پہلا معنی سب سے قوی اور چوتھا معنی سب سے کمزور ہے بلکہ امام فخر الدین رازی زعنفہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شد و دہ سے رو کیا ہے اور اس کے بظان پر بہت سے دلائل قائم کئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوا وَلَعِبًا  
 مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَافِرَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ  
 إِنَّ كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو اپنی کھیل بنا لیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور کافران میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا لیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

﴿اَلَّذِيْنَ اتَّخَذَ اَوْاٰدِيْكُمْ هٰزُوًا وَّلِعْبًا﴾: وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے۔ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رفاعہ بن زید اور سید بن حارث نامی دو آدمی انکھار اسلام کے بعد منافق ہو گئے۔ بعض مسلمان ان سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ زبان سے اسلام کا انکھار کرنا اور دل میں کفر چھپانے رکھنا دین کو فحش اور کھیل بنانا ہے اور ایسے لوگوں اور ان کے علاوہ مشرکوں کا فروں کو دوست بنانے سے بھی منع کر دیا گیا کیونکہ خدا عز و جل کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان و ارکا کام نہیں۔ اس پر مزید تفصیل اگلی آیت کے تحت موجود ہے۔

وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اَتَّخِذُوْهَا هُزُوًا وَّلِعْبًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ  
قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے فحش کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کا فحش مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔

﴿وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾: اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو۔ ﴿اس آیت کے بارے میں کبھی کا قول ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نوزن نماز کے لئے اذان کہتا اور مسلمان اسے توبہ دہی جنتے اور خوشگرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسر مدی نے بیان کیا کہ مدینہ طیبہ میں جب مؤذن اذان میں اَنُفِھْدُنِیْ لِاِلٰہِ الْاِلٰہِ اللّٰہُ اور اَنُفِھْدُنِیْ مُحَمَّدًا وَّ رُسُوْلَیْہِ اللّٰہُ کہتا تو ایک نصرانی یہ کہا کرتا کہ ”جمل جائے جھوٹا“ ایک رات اس کا خادم آگ لایا وہ اور اس کے گھر کے لوگ سو رہے تھے آگ سے ایک شرارہ اُڑا اور وہ نصرانی اور اس کے گھر کے لوگ اور تمام گھر جل گیا۔

(معازن، الحادثة، تحت الآية: ۵۸، ۵۰۷/۱)

آیت ”وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

- (۱)۔۔۔ نماز پنج گانہ کے لئے اذان ہونی چاہیے، اذان کا ثبوت اس آیت سے بھی ہے۔
- (۲)۔۔۔ دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ ایسے ہی عالم، مہجر، خانہ کعبہ، نماز، روزہ وغیرہ میں سے کسی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔
- (۳)۔۔۔ دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والے محض وہ بے عقل ہیں جو ایسے سٹپیہا ناور جاہلانہ حرکات کرتے ہیں۔

### دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا رد

اس آیت میں دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا کتنا شدید رد ہے۔ افسوس کہ جو کام یہودی اور منافق کیا کرتے تھے وہی کام مسلمان کہلانے والوں میں آتے جا رہے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرضتے، جنت، حوریں، دوزخ، ماس کے عذاب، قرآنی آیات، احادیث نبوی، دینی کتابوں، دینی شعائر، عمامہ، واڑھی، مہجر، مدر سے، وغیرہ راہی، دینی لباس، دینی جملے، مقدس کلمات، الغرض وہ کوئی مذہبی چیز ہے کہ جس کا اس زمانے میں کھلے عام قلموں، ڈراموں، خصوصاً مزاحیہ ڈراموں، عام بول چال، دوستوں کی مجلسوں، دنیاوی تقریروں، غسی مذاق کی نشستوں اور باہمی گپ شپ میں مذاق نہیں اڑایا جاتا۔ افسوس کہ مسلمان کہلانے والے اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں کو راہی، عمامہ، مذہبی غلیے سے نفرت ہے۔ مسلمان کہلانے والے کو اذان سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث کی باتیں اسے پرانی باتیں لگتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ دینی شعائر کا مذاق اڑانا کفر ہے اور دین کا مذاق اڑانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ  
اُولٰٓئِكَ لَنُنَزِّلْ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۹﴾ (الحاحیہ: ۹)

ترجمہ کنز العرفان: اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے تو اسے مذاق بناتا ہے ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَلَيُنَزِّلَنَّ سَآءًا لَّيْسَ لَكَ لِيُقُوْلَنَ اِنَّمَا كُنَّا نَحْوُكُمْ  
وَلَكُنْ بٌ قُلْ اِيَّانِي وَاٰلِيْمٌ وَّرَسُوْلِيْمٌ كُنْتُمْ  
تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ لَا تَعْتَدُوْا وَاَقْدَ غَفَرْتُمْ بَعْدَ  
اِيْنَانِيْمٌ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

ترجمہ کنز العرفان: اور اسے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یہی ہی کیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہٹتے ہو۔ بھانے نہ بناؤ تم کا کفر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

اور فرماتا ہے:

وَقَدْ بَرَأَ الْبَشَرَةَ اَتَعْبُدُوْنَ اِلٰهًا وَّيَعْبُدُوْنَ اِلٰهًا وَّلَهُوَ  
وَعَسَىٰ اَنْتُمْ اَلْحَيُّوْنَ اَلْاَشْيَاءُ (انعام: ۷۰)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مقلید عطا فرمائے اور ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کرنے اور اپنی اس روش کو تبدیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَشْقُونَ مِمَّا آتَاكُمْ اَللّٰهُ وَمَا اُنْزِلَ  
اِلَيْكُمْ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنْ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۶۱

توجیہ کننا ایہا ان: تم فرماؤ اے کتاب پڑھنے والے کہ تم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔

توجیہ کننا ایہا ان: تم فرماؤ: اے اہل کتاب! تمہیں ہماری طرف سے سبکی برا لگا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾: تم فرماؤ: اے اہل کتاب! کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ انبیاء علیہم السلام میں سے کس کس کو مانتے ہیں؟ اس سوال سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانیں تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو اُس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت احق اور حضرت یحییٰ علیہم السلام و انہم اور ان کی اولاد پر نازل فرمایا اور جو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام و انہم کو دیا گیا یعنی توریت و انجیل اور جو انبیاء علیہم السلام و انہم کو ان کے رب غزّو خذ کی طرف سے دیا گیا سب

کو مانتا ہوں۔ ہم انبیاء علیہم السلام و الفضلہ و السلام میں فرق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ جب یہودیوں کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بھی مانتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و الفضلہ و السلام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، المائدہ، فتح الباری: ۳۹/۲۰۰۹)

اور فرمایا گیا کہ اے کتاب پورا اہم تمہارے تمام پیغمبروں علیہم السلام و الفضلہ و السلام اور تمہاری تمام کتابوں کو حق مانتے ہیں تو کیا تمہیں یہی برا لگ رہا ہے۔ اس چیز کی وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے نہ کہ ہمارے خلاف۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَ  
غَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ  
أُولَٰئِكَ سَرْمَكَنَا وَأَصْلٌ عَنِ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر وجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ ٹھیکے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے محبوب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر وجہ کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا اور انہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ ٹھیکے ہوئے ہیں۔

حُذْرُ: اے محبوب! تم فرماؤ: یہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو اور ذرا اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کر لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری سُخ ہوئیں،

سورہ بقرہ نمائے گئے، پھر اے قوم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضب الہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بد نصیب اور بدتر تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

وَإِذَا جَاءَ وَكْمَ قَالُوا اٰمَنَّا وَقَدْ دَخَلْنَا بِاِنْكَفَرُوْهُمْ قَدْ خَرَجُوْا مِنْهُ ۚ  
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۱﴾

توجہ لکڑالیمان: اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔

توجہ لکڑالعراق: اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔

﴿وَإِذَا جَاءَ وَكْمَ قَالُوا اٰمَنَّا﴾ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔ ﴿یٰۤاٰیۤتِ یٰہودیُّوْنَ﴾ ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان و اخلاص کا اظہار کیا اور کفر و گمراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی۔ (بخاری، المعانی، تحت الآیۃ ۶۱، ۵۰/۸۱)

منافق بد اعتقادی کے ساتھ آتے تھے تو جیسے آتے ویسے ہی جاتے اور صحابہ زوجہ اللہ تعالیٰ عنہم عقیدت و محبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بد اعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْثَرُھُمْ  
السُّخْتٰۤی لَیْسَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾



توجیہ کنزالایمان: اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بیشک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

توجیہ کنزالایمان: اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

﴿وَسَيُرَىٰ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ﴾ اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے۔ یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم ان یہودیوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں گناہ سے مراد توریت کی وہ آیات چھپانا ہے جن میں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان تھا اور زیادتی سے مراد توریت میں اپنی طرف سے بڑھادینا ہے اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جو یہ لے کر توریت کے احکام بدل دیتے تھے۔

(بخاری، المائدة تحت الآیة: ۶۶، ۵۰/۸۶)

### یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالتِ زار

ویسے ”یہ قسم“ ہر گناہ اور نافرمانی کو شامل ہے اور یہاں یہودیوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ ظاہری لفظی معنی کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ کر جانان کی صفت بیان کی گئی ہے لیکن اب ہمارے ہاں کہتے ایسے لوگ ہیں کہ شکی کے کام میں تو تاخیر بلکہ ترک کریں گے لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے۔ کسی کی مدد کرنے اور اسے ظلم سے بچانے میں گئی کٹھار گزر جائیں گے لیکن ظلم و زیادتی میں اپنی قوم یا علاقے یا تحریک کے جھنڈے نیچے منسوب کے ساتھ موجود ہوں گے۔ حلال تو ان کے گلے میں اُٹکے گا لیکن جہاں حرام کی توقع ہوگی، رشوت ملے گی، سود ملے گا، خوب ناجائز تجارت کا فائدہ نظر آنے کا وہاں بھاگ کر جائیں گے۔

دُشمن میں تم ہو نصاریٰ تو تختہ دار میں ہنود  
یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود  
اور اپنی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرو کہ

کون ہے تارکِ آئین رسولِ حق؟  
کس کی آنکھوں میں سلاہ ہے شعارِ اغیار؟  
منقطع وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟  
ہوگی کس کی جگہ طرزِ سلف سے بیزار؟

اور اب تمہارا حال یہ ہے کہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں کچھ بھی پیغامِ محمد کا نہیں پاس نہیں

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّ بَيْنُوتَ وَالْأَحْبَابِ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِسْمُ وَالْأَكْلُهُمُ  
السُّحْتُ ۖ لَكَيْتُمْ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پاوری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، چٹک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ چٹک یہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّ بَيْنُوتَ وَالْأَحْبَابِ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِسْمُ وَالْأَكْلُهُمُ السُّحْتُ ۖ لَكَيْتُمْ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ انہیں کیوں نہ روکا پاوریوں نے؟ ﴿حضرت حسن بصری زعنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں ”الرَّبُّ بَيْنُوتَ“ سے عیسائیوں کے علماء مراد ہیں اور ”الْأَحْبَابِ“ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ یہودیوں کے بارے میں ہیں کیونکہ یہ آیات یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔  
(تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ۳۷/۴، ۶۳)

اور ایک لفظ سے یہودیوں کے درویش مراد ہیں اور دوسرے لفظ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں۔

علماء پر یہائی سے منع کرنا ضروری ہے

یہاں یہودی درویشوں اور علماء کے متعلق فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہ روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم دین کی اس بات پر بھی پکڑ ہوگی کہ وہ گناہ ہوتے ہوئے دیکھیں اور قدرت کے باوجود منع نہ کریں کیونکہ ایسا عالم گناہ کرنے والے کی طرح ہے۔ امام فخر الدین رازی زعنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”گناہ روحانی مرض ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی، اس کی صفات کی اور اس کے احکام کی معرفت ہے اور یہ علم حاصل ہونے

کے باوجود گناہ ختم نہ ہوں تو یہ اس مرض کی طرح ہے جو کسی شخص کو ہو اور دوائی کمانے کے باوجود وہ مرض ختم نہ ہو اور عالم کا گناہ مگر اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا یہ لگی مرض انتہائی شدید ہے۔ (تفسیر کبیر، المائدہ، تحت الآية: ۶۳، ۳۹۳/۴)  
عالم پر واجب ہے کہ خود بھی سنبھلے اور دوسروں کو بھی سنبھالے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: قرآن پاک میں (علاء کے لئے) اس آیت سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ والی کوئی آیت نہیں۔

(عائزہ، المائدہ، تحت الآية: ۶۳، ۵۰۹/۱)

اور فرماتے ہیں: قرآن پاک میں یہ آیت (علاء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع کرنا چھوڑ دینے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدارک، المائدہ، تحت الآية: ۶۳، ص ۲۹۲-۲۹۳)  
امام ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ خوف دلانے والی قرآن پاک میں کوئی آیت نہیں، افسوس کہ ہم برائیوں سے نہیں روکتے۔ (تفسیر طبری، المائدہ، تحت الآية: ۶۳، ۶۳/۴)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يُدْرِ اللَّهُ مَعْلُوكٌ ۖ عَلَتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعُنُوا آبَاءَهُمْ قَالُوا  
بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَتَانِ يُثَبِّتُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ  
مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ  
وَالْبُغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ  
وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

توجہ دکنز الاحیاء: اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشاوا ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے اور اسے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اتر اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور ہرج و مرج

دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بجڑ کا تے ہیں اللہ اسے بجا دیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، اور اللہ فساد یوں کو نہیں چاہتا۔

توجیہ کذا یعرفان: اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اسے حبیب ایہ توحیدی طرف تھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی لڑائی کی آگ بجڑ کا تے ہیں تو اللہ اسے بجا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَمَا آتَاكَ اللَّهُ مِنْ فَضْلٍ فَخُذْ: اور یہودیوں نے کہا۔ اے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہودی بہت خوش حال اور نہایت دولت مند تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب و مخالفت کی تو ان کی روزی کم ہو گئی۔ اس وقت فحاش یہودی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہے یعنی معاذ اللہ وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں غفل کرتا ہے۔ اس کے اس قول پر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ راضی رہے، اسی لئے یہ سب کا منقول قرار دیا گیا اور یہ آیت اُن کے بارے میں نازل ہوئی

(بخاری، المائلۃ، تحت الآية: ۶۴، ۵۰۹/۱، مدارك المائلۃ، تحت الآية: ۶۴، ص ۲۹۳)

اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو بخواد و کریم ہے، ہاں ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں۔ اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ یہودی دنیا میں سب سے زیادہ بخیل ہو گئے یا اس جملے کا یہ معنی ہے کہ ان کی اس بے ہودہ گوئی اور گستاخی کی سزا میں اُن کے ہاتھ جہنم میں باندھے جائیں اور اس طرح انہیں آتش و وزخ میں ڈالا جائے گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے کہ دوستوں کو بھی نوازے اور دشمنوں کو بھی محروم نہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھنسنے سے پاک ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جیسے اودھوس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ وہ کسی کو امیر اور کسی کو غریب کرتا ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی یا کرم میں کچھ نقصان ہے بلکہ بندوں کے حالات کا تقاضا یہ ہے اور اس میں ہزار ہا مصلحتیں ہیں۔

﴿وَلِكَيْ يَذَنَّ كَثِيرًا أَقْنَهُمْ﴾: اور ضرورتاً ان میں سے بہت سے لوگوں (کی سرکشی اور کسر) میں اضافہ کرے گا۔ کہ ارشاد فرمایا کہ جتنا قرآن پاک اُترتا جائے گا اتنا ہی یہودیوں کا حسد و عناد بڑھتا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے جیسے منجّی غذا کُتر و معدے والے کو پتھر کر دیتی ہے، اس میں غذا کا قصور نہیں بلکہ مریض کے معدے کا قصور ہے یا جیسے سورج کی روشنی چکاوڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ چکاوڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔

### آیت "وَلِكَيْ يَذَنَّ كَثِيرًا أَقْنَهُمْ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

(۱)۔۔۔ جس کے دل میں سرور کائنات منی اللہ تعالیٰ علیہ السلام و سلم کی عظمت نہ ہو اس کے لئے قرآن وحدیث کفر کی زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل بہت سے بے دینیوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ یا درہے کہ دین کی عظمت، دین لانے والے محبوب منی اللہ تعالیٰ علیہ السلام و سلم کی عظمت سے ہے۔

(۲)۔۔۔ کفر میں زیادتی کسی ہوتی ہے یعنی کوئی کم شدید کافر ہوتا ہے اور کوئی زیادہ شدید۔ کسی زیادتی کسی مقدار کے اعتبار سے نہیں ہوتی، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایمان میں کسی زیادتی ہوتی ہے یعنی کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔

﴿وَالْقِيَمَاتِ يَتَّبِعُهُمُ الْعَذَابُ وَكَانَ الْبَعْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾: اور ہم نے قیامت تک ان میں وحشی اور بغض ڈال دیا۔ کہ یعنی وہ ہمیشہ با ہم مختلف رہیں گے اور ان کے دل بھی نہیں گے اگر چہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ ﴿وَلَكَلَّمَا آوَفَكُنَّ وَإِنَّمَا اللَّهُ حَزَبٌ﴾: جب بھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ کہ جب بھی یہودیوں نے فساد و شر انگیزی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی تو اللہ عز و جل نے کسی ایسے شخص کو ان پر مُسَلِّط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کر دیا، پہلے جب انہوں نے فساد شروع کیا اور توہرات کے احکام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان کی طرف بھیج دیا جس نے ان کو جاہر کر کے رکھ دیا، کچھ عرصے بعد پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو طیلوس رومی نے ان کی اینٹ سے اینٹ بھادی، پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انہوں شر انگیزی شروع کی تو فارسی مجوسیوں نے ان کا سحر نشر کر دیا، پھر کچھ عرصے بعد جب فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر مُسَلِّط اور غلبہ عطا فرمادیا۔

(صحفون، المائدة، نحت الآباء: ۱/۱۶۶، ۵۱-۵۱۱)

ایک قول یہ ہے کہ جب بھی یہودی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے اسباب تیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنا دے گا۔ (ابوسعبد، المعانی، تحت الآية: ۶۴، ۶۵/۲)

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا عَنْهُمْ سَبَاتٍ  
وَلَا دَخْلُهُمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۝۱۵

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں جہنم کے باغوں میں لے جاتے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا﴾ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے۔ اہل کتاب کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو ان کے گناہ بخش دیئے جاتے اور یہ جنت کے مستحق قرار پاتے۔ اس آیت میں ایمان لانے کی اخروی جزا کا بیان ہے اور اہل آیت میں ایمان لانے کی دنیوی جزا کا بیان کیا گیا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ  
لَأَكْلَوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ مِنْهُمْ أُمَةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ  
وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۱۶

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر قائم رکھتے تو ریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترا تو انہیں رزق

ملاوے سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

توضیح کائنات الوفاق: اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے قائم کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ آتَاكُمْ أَلْفًا مِّنَ التَّوْبَةِ لَغَفِئْتُ لَهُمُ الْإِثْمَ﴾ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کر لیتے۔ کہ ارشاد فرمایا کہ اور اگر وہ تورات اور انجیل اور دیگر کتابوں پر عمل کرتے اس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے کیونکہ توحید و انجیل میں وہی کا حکم دیا گیا ہے اور دیگر تمام کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں سب میں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے تو اگر وہ اس حکم پر عمل کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا یعنی رزق کی کثرت ہوتی اور ہر طرف سے انہیں رزق پہنچتا۔

**دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و سخت رزق کا ذریعہ ہے**

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابواسحاق ہرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جیسے عمر میں اضافہ ہونا اور رزق میں زیادتی ہونا پسند ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور شہ و داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔“ (شعب الایمان، السادس والعشرون من شعب الایمان... الخ، ۲۱۹/۶، الحديث: ۷۹۴۷)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اے لوگو! جو چیز تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر سکتی ہے اس کا میں نے تمہیں حکم دے دیا اور جو چیز تمہیں جہنم کے قریب اور جنت سے دور کر سکتی ہے اس سے میں نے تمہیں منع کر دیا۔ بے شک دُفُوعُ الْاٰمِنِینَ عَلَیْہِ الشَّکَمِ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جان اس وقت تک مرے گی نہیں جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے طریقے سے رزق طلب کرو۔ رزق کا بہتر پانا تمہیں اس بات پر نہا ہمارے کہ تم اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کے ذریعے رزق طلب کرنے لگو کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (شرح المسند، کتاب الرقاق، باب التوکل علی اللہ عزوجل، ۳۶۹/۷۰، الحدیث: ۴۰۰۶)

﴿وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ﴾: ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ سارے اہل کتب یکساں نہیں ہیں بلکہ بعض اعتدال پسند ہیں اور وہ حد سے تجاوز نہیں کرتے، یہ یہودیوں میں سے دو لوگ ہیں جو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام و جنی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ جبکہ بقیہ اکثریت نافرمان ہے جو کفر پر جمے ہوئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَدِّعْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۗ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿١٥﴾

توجہ! کنز الایمان: اے رسول پہنچا دو جو کچھ تمہارا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری تمہاری گمراہی کرے گا لوگوں سے بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

توجہ! کنز الایمان: اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرمادیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا کوئی پیام بھی نہ پہنچایا اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ: اے رسول﴾۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رسول کے لقب سے خطاب فرمایا، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے ورنہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام انفسہم و انفسہم کو ان کے اُسماء مبارکہ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچائیں اور کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خطرے کی وجہ سے دورانِ سفرات کے وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت



کیلے پہرہ دیا جاتا تھا، جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة العنقاء، ۳۵/۵، الحدیث: ۳۰۵۷)

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دینے کا شرف جنہیں سب سے پہلے حاصل ہوا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیداً تے وقت ایک رات بے خواب رہے، پھر فرمایا کاش کوئی نیک شخص ہماری حفاظت کرتا۔ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا "یکون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں سعد ہوں۔ ارشاد فرمایا "جنہیں کیا چیز میاں لائی ہے؟ عرض کی: میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خطرہ گزرا تو میں ان کی حفاظت کرنے آیا۔ ان کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۱، الحدیث: ۴۰-۲۴۱۰)

قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابُ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا الشُّرُوعَ وَالْإِنْجِيلَ  
وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَئِنْ يَدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ  
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ کنز الایمان: تم فرما دو اے کتاب بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور چٹک اے محبوب وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی تو تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔

ترجمہ کنز الایمان: تم فرما دو اے کتابیو! جب تک تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کر لیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب ایہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے بیان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافروں پر کچھ غم نہ کھاؤ۔

﴿قُلْ يَا خَلِ الْكِتَابِ﴾ تم فرمادے کہ کتاب کے اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ جب تک تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لے آتے تب تک تم کسی دین و ملت پر نہیں ہو کیونکہ اگر حقیقی طور پر تم تورات و انجیل پر عمل کرو تو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لے آؤ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم تورات و انجیل میں موجود ہے۔

﴿عَمَّا أَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ مَرَاتٍ﴾: اے حبیب! یہ جہماری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ یعنی اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جو قرآن آپ کی طرف آپ کے رب غزو غنی کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، یہ اہل کتاب کے علماء اور سرداروں کی پرانی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا کیونکہ آپ پر جب قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اس طرح یہ اپنے کفر و سرکشی میں اور زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اس لئے اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جو یہودی آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لارہے ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے اس کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

(روح البیان، المائدة، تحت الآية: ۶۸، ۴۱۹/۲، حازن، المائدة، تحت الآية: ۶۸، ۵۱۱/۱، ۵۱۳، ملخصاً)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّيُّونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ و قیامت پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ

اہل کتاب اس وقت تک کسی دین و ملت پر نہیں جب تک وہ ایمان نہیں لاتے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ حکم صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ملت والا اس حکم میں داخل ہے اور کسی کو بھی جب تک کوئی فضیلت اور منقبت حاصل نہیں جب تک وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا اور ایسے نیک اعمال نہیں کرتا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور نیک عمل میں سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا بھی ہے کیونکہ جب تک کوئی تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

(حاشیہ: المائدة، تحت الآية ۶۹، ۱۳/۱)

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مزید معلومات کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 62 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ بَلَّغُوا رُسُلَنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ  
رَسُولٌ بِمَا لَعَنُوا أَنفُسَهُمْ فَرَیْقًا كَذَّبُوهَا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُون ۖ

ترجمہ کنزالایمان: جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کی خواہش تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے (تو) جب بھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کو پسند تھی تو انہوں نے (انہی اے کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔

﴿لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ﴾: جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ ﴿بَلَّغُوا رُسُلَنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا﴾: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے توہین میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکم الہی کے مطابق عمل کریں لیکن انہوں نے یہ کیا کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشات کے برخلاف حکم لے کر آتے تو انہی اے کرام علیہم الفضلۃ والسلام کے کسی گروہ کو تو یہ جھٹلاتے اور کسی کو شہید کر دیتے۔ انہی اے کرام علیہم الفضلۃ والسلام کی تکذیب میں تو یہودیوں و نصاریٰ سب شریک ہیں مگر قتل کرنا یہ خاص یہودیوں کا کام ہے۔ انہوں نے بہت سے انہی اے کرام علیہم الفضلۃ والسلام کو شہید کیا جن میں سے حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ علیہم الفضلۃ والسلام بھی ہیں۔ یہ خیال رہے کہ کوئی نبی علیہ السلام جہاد میں کافروں کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے۔

وَحَسِبُوا اَلَا تَكُوْنُ فِتْنَةً فَعَبُّوْا وَصَوَّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمَّوْا  
وَصَوَّوْا كَثِيْرًا مِنْهُمْ ۝ وَاللّٰهُ بِصِيْرٍ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

توجہ کفار الیہما: اور اس گمان میں رہے کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اُنہ سے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتر رہے اُنہ سے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

توجہ کفار الیہما: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اُنہ سے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں سے بہت سے اُنہ سے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَحَسِبُوا اَلَا تَكُوْنُ فِتْنَةً﴾ اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ (اُنہیں اس پر) کوئی سزا نہ ہوگی۔ کچھ یہود و نصاریٰ اتنے سنجیدہ جرائم کے مرتکب ہوئے کہ دونوں نے انبیاء کرام علیہم السلام و الفضلہ کو جھٹلایا اور بطور خاص یہودیوں نے انبیاء کرام علیہم السلام و الفضلہ کو شہید بھی کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ گمان کیا کہ ایسے شدید جرموں پر بھی انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ اُنہ سے اور بہرے ہو گئے یعنی حق دیکھنے سے اُنہ سے اور حق سننے سے بہرے ہو گئے اور ویسے بھی وہ عقل و شعور سے اُنہ سے بہرے تھے کہ ایسے جرائم کے باوجود بھی خود کو کمر سے محفوظ سمجھتے رہے۔ پھر جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و الفضلہ کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن پھر ان میں سے بہت سے اُنہ سے اور بہرے ہو گئے اور اسی سابقہ روش پر چل پڑے۔ دوم جب اُنہ سے اور بہرے ہونے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(۱)..... یہودی حضرت ذکر کیا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام و الفضلہ کے زمانے میں عقل کے اعتبار سے اُنہ سے اور بہرے ہو گئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام و الفضلہ پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے بہت سے یہودی دل کے اُنہ سے اور بہرے ہو گئے۔

(۲)..... پہلی مرتبہ تب دل کے اُنہ سے اور بہرے ہوئے جب انہوں نے پھڑے کی پوجا کی پھر اس سے انہوں نے توبہ

کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی پھر دوسری مرتبہ ان میں سے بہت سے ائمہ اور سربراہے تب ہوئے جب انہوں نے فرشتوں کے نزول اور روئے باری تعالیٰ کا مطالعہ کیا۔

(3)..... دوسری بصیرت کے ائمہ اور سربراہے ہونے کی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل کی 4 سے لے کر 7 تک وہ آیات ہیں جن میں یہ خبر دی گئی کہ یہودی دوسری تہذیب میں فساد کریں گے۔ (تفسیر کبیرہ المائدہ، تحت الآیۃ: ۷۱، ۷۲/۱۰۷)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ  
يَبْنِي إِسْرَءِيلَ ۖ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ  
حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

توجہ لکڑا لایمکان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

توجہ لکڑا لایمکان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔ عیسائیوں کے بہت سے فرقے ہیں: ان میں سے یسوعیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے الہ یعنی معبود کو جنم دیا اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ الہ یعنی معبود نے یسعی کی ذات میں حلول کر لیا اور وہ ان کے ساتھ متحد ہو گیا تو یسعی الہ (معبود) ہو گئے۔ (حازن، المائدہ، تحت الآیۃ: ۷۲، ۷۱/۱۰۷)

مَعَادُ اللَّهِ ثُمَّ مَعَادُ اللَّهِ۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت یسعی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی توہین کی

کہ وہ تو اپنے کورب عزیز خلی کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں جھٹلا کر انہی کو رب کہنے لگے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ  
وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابُ الْيَمِّ ۖ  
أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ عَفُوفٌ الرَّحِيمُ ۝

توجہ لکھنا ایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر میں گئے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

توجہ لکھنا اعرافان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (مجبوروں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو ان میں کافر ہیں گئے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں تو نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا﴾: یہ ایمانوں میں فرقہ فرقیہ اور تصور یہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الہ تین ہیں، باپ بیٹا روح القدس، اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو روح القدس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ باپ بیٹا روح القدس یہ تینوں ایک الہ ہیں۔ مغضاب اللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ثانی ہے نہ ثالث۔ وہ وحدانیت کے ساتھ توصف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تثلیث (تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور تو حید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ  
وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۚ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ۚ أَنْظُرْ كَيْفَ بُيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ  
ثُمَّ أَنْظُرْ أَتَىٰ يُؤْمِنُونَ ۝

توجیہ کننا ایمان: مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ سے دونوں  
کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

توجیہ کننا ایمان: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں  
صدیقہ (بہت گئی) ہے۔ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کسی صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو  
وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ﴾: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
کے خدا نہ ہونے کی دلیل بیان کی ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک رسول ہے۔ خدا نہیں  
ہے لہذا ان کو خدا ماننا غلط، باطل اور کفر ہے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور وہ رسول بھی معجزات رکھتے  
تھے، یہ معجزات ان کی نبوت کی صداقت کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی  
رسول ہیں ان کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں نہ کہ خدا ہونے کی، لہذا انہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جب دیگر  
انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو ان کو بھی خدا نہ مانو۔

﴿وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ﴾: اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔ یعنی حضرت مریم زوجہ اللہ تعالیٰ غنیہا بہت گئی ہیں جو اپنے رب عز و جل  
کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کرو۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان  
کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے جبکہ معبود کھانے سے پاک ہوتا ہے اور کھانا کھانا بھی معبود نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ معبود

غذا کا محتاج نہیں ہو سکتا تو جو غذا کھائے جسم رکھے اور اس جسم میں تحلیل واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معذور ہو سکتا ہے؟

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۷۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی منتہا جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

مفسرین: تم فرماؤ کہ اس آیت میں شرک کو باطل کرنے کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق عبادت وہی ہو سکتا ہے جو نفع نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت و اختیار رکھتا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ مستحق عبادت نہیں ہو سکتا اور حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نفع و ضرر کے بالذات مالک نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو ان کی نسبت اُلُوہیت کا اعتقاد باطل ہے۔ (ابو سعود، المعالفة، تحت الآیہ ۷۶، ۷۷/۲)

اس لئے حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں مردے غذا نہ کرنے، بیماروں کو شفا یاب کرنے، اندھوں کو دیکھنا کرنے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللہ عزوجل کے اذن یعنی اجازت سے کرتا ہوں۔

قُلْ يَا هَلْدِ الْكَشِبِ لَا تَعْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَصْلُوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿۷۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتاب والو اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ بہک گئے۔



توبہ کنانہ عرفان: تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناسحق غلو (زیادتی) نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہلک چکے ہیں۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ: تم فرماؤ، اے کتاب والو!﴾ یہاں تمام اہل کتاب کو ناسحق زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ یہودیوں کی زیادتی تو یہ تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہی نہیں مانتے تھے اور نصاریٰ کی زیادتی یہ تھی کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان سب سے فرمایا گیا کہ دین میں زیادتی نہ کرو اور گمراہ لوگوں کی پیروی نہ کرو یعنی اپنے بد دین باپ دادا وغیرہ کے پیچھے نہ چلو بلکہ حق کی پیروی کرو۔

**اولیاء کرام اور ان کے محرمات کے حوالے سے غلو**

اولیاء کرام کی تعظیم کرنا اور نفوس و برکات حاصل کرنے کے لئے ان کے محرمات پر حاضری دینا جائز اور پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور ان کے محرمات رحمۃ الہی اترنے کے مقامات ہیں لیکن فی زمانہ اولیاء کرام اور ان کے محرمات کے حوالے سے انتہائی غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ بعض حضرات ان کی جائز تعظیم کو ناجائز و حرام کہتے اور ان کے محرمات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض نادان ان کی تعظیم کرنے میں شرعی حد پار کر جاتے اور ان کے محرمات پر ایسے امور سرانجام دیتے ہیں جو شرعاً ناجائز و حرام ہیں جیسے تعظیم کے طور پر مزار کا طواف کرنا اور صاحب مزار کو سجدہ تعظیم کرنا۔ محرمات پر مزامیر کے ساتھ قوالیاں پڑھنا، غورلوں کا محرمات پر غلو ط حاضر ہونا اور عرس وغیرہ کے موقع پر لہو و لعب کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ تعظیم اولیاء کو ناجائز و حرام کہنے والوں اور محرمات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سمجھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کریں اور شرعاً جائز عمل کو اپنی طرف سے ناجائز و حرام کہہ کر دین میں زیادتی نہ کریں بلکہ حق کی پیروی کریں اور محرمات پر ناجائز و حرام کام کرنے والوں کو چاہئے وہ بھی اپنے ان افعال سے باز آ جائیں تاکہ وہ مسلمان اولیاء ان کی نادانیوں کی وجہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے دور کرنے کی سعی نہ کر سکیں۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۸۱﴾

توجہ لکنا لا یعرفون: لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں واؤوا اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

توجہ لکنا لا یعرفون: بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر واؤوا اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔

﴿لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی۔ ایلہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا، انہوں نے جب اس حکم کی مخالفت کی اور شکار کرنے سے باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے خلاف دعا فرمائی چنانچہ ان سب کو بندروں اور خزیروں کی شکل میں سُبح کر دیا گیا۔ سورہ اعراف میں اس قصہ کی تفصیل مذکور ہے اور اصحابِ ماکہ نے جب نازل شدہ دستِ خوان کی نعمتیں کھانے کے بعد ممانعت کے باوجود انہیں زخمیہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کے خلاف دعا فرمائی تو وہ خنزیر اور بندر بن گئے، اس وقت اُن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ (حاصلہ المائدة تحت الآية ۷۸، ۲/۲۶۱-۲۶۱)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہودی اپنے آباء و اجداد پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں انہیں بتا دیا گیا کہ اُن انبیاء علیہم السلام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ افروزی کی بشارت دی اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور کفر کرنے والوں پر لعنت کی تھی۔

(حازن، المائدة تحت الآية: ۷۸، ۱/۵۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی نقصان کی دعا دنیا و آخرت میں رسوائی اور بربادی کا سبب بن سکتی ہے، لہذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

﴿ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾: یہ (لعنت) ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔ اچھے اس میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ لوگ تو عادی مجرم اور پرانے سرکش ہیں، حتیٰ کہ اس سرکشی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں، اس وقت ان کا امن

میں رہنا صرف اس وجہ سے ہے کہ تم تمام مائین کے لئے رحمت ہو تمہاری موجودگی میں عذاب نہ آئے گا۔

**كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۵﴾**

توبہ کنزالایمان: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

توبہ کنزالایمان: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ﴾: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے۔ یہ یہودیوں کی ایک سرگئی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے پہلے تو انہیں منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی ان سے مل گئے اور کہانے پینے اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے ان کی اسی نافرمانی اور سرگشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت اُتاری۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، ۳۰/۵، الحدیث: ۳۰۵۸)

**گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے**

اس سے معلوم ہوا کہ برائی سے لوگوں کو روکنا واجب ہے اور گناہ سے منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ اس سے ان علماء کو اور بطور خاص ان یہودیوں کو اپنے طریق عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ جو اپنے ماننے والوں میں یا میریدین و معتقدین میں اعلانیہ گناہ ہوتے دیکھ کر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے منع کرنے سے لوگ گناہ سے باز آجائیں گے پھر بھی ”یا شیخ اپنی اپنی دیکھ“ کا نعرہ لگاتے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن عذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے اور وہ غلو کرنے والوں کی تحریکیں،

اہل باطل کے جوئے و دعوؤں اور جاہلوں کی غلط تاویل و تخریج کو دین سے دور کرتے رہیں گے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشہادات، باب الرجل من فعل القفع... الخ، ۲۵۳/۱۰، الحدیث: ۲۰۹۱۱)

مفتی احمد یار خاں نعیمی زعنفہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اس میں بھی بشارت ہے کہ تاقیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو علم دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے۔ خیال رہے کہ گزشتہ صالہین کو سلف اور پچھلوں کو غلط کہا جاتا ہے لہذا ہر جماعت صالہین انگوں کے لحاظ سے غلب اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے۔ حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی فعل میں مموار ہو کر قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں اور مٹھی تحریریں کر دیں گے، وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی۔ اَلْعَهْدُ لِلَّهِ! آج تک ایسا ہوا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوگا، دیکھو علماء دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہو رہی ہے اور خدا صحت دین برابر کر رہی ہے۔“ (مراۃ الناجح، ج ۱، ص ۱۸۱، ۱۸۲، ج ۲، ص ۲۳۰)

تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيَبْسِ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ  
أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خُلْدٌ ۝۷۰

ترجمہ کنزالایمان: ان میں تم بہت کدو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، کیا ہی بری چیز اپنے لیے خود آگے بھیجی  
یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمہ کنزالایمان: تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی جانوں نے  
ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

﴿يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ پچھلی آیات میں گزشتہ زمانے کے یہودیوں کی مذموم صفات اور ان کے غیوب و نکاح کس کا بیان تھا اب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ شان نزول: کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ

نَعَالِي عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بغض و عناد کی وجہ سے مشرکین مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں تاجدارِ رسالت مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے پر ابھارا، لیکن یہ لوگ اپنی اس کوشش میں ناکام و نامراد ہوئے، اس واقعے سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منافقین میں سے بہت سول کو دیکھیں گے کہ وہ یہودیوں سے دوستی کرتے ہیں۔ (عازن، العالدة، تحت الآيات ۸۰، ۵۱۷/۱) کفار سے دوستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا اور آخرت میں دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے تازیانہِ مہرت

معلوم ہوا کہ کفار سے دوستی اور موالاتِ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ یہ آیت مبارکہ ان مسلمانوں کے لئے تازیانہِ مہرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی اپنی روشن آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود، صرف اپنے منصب کی بھاک کی خاطر ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے، ان کی ہاں میں ہاں ملائے اور ان کی ناراضی سے خوف کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا هُمْ  
أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسْقُونَ ﴿٥١﴾

توجیہ کذا الاحیان: اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے  
حکمران میں تو بہترے فاسق ہیں۔

توجیہ کذا الاحیان: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر ایمان لاتے۔ کفار و مشرکین سے دوستی اور محبت کا رشتہ  
اُسُو اکر کرنے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی نازل کردہ کتاب قرآن

پاک پر صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت بھی ان کے ساتھ دوتی کا سلسلہ قائم نہ کرتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔ ان آیات کے ہم منظر پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا اصل مقصود ریاست کی عسکرانی اور منصب کا حصول تھا اور اس کے لئے انہیں کوئی بھی طریقہ اپنانا پڑا، کسی بھی ذریعے کو اختیار کرنا پڑا وہ کر گزرے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال فی زمانہ ہم مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے۔ اپنی کری کو بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے جھینٹتے اور ایڑیاں گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا  
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي  
ذَلِكَ بَأْنٍ مِنْهُمْ فَتَيَسِّسِينَ وَرَاهِبَانَا وَأَنْهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

ترجمہ کنزالایمان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے۔

﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾: اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے۔  
اس آیت کریمہ میں اُن عیسائیوں کی تعریف بیان کی گئی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم رہے اور تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد تک مشیت معلوم ہونے کے بعد

سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ شان نزول: ابتداً اسلام میں جب کفار قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذا نہیں دیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے سرکارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ تمام حضرات اعلانِ نبوت کے پانچویں سال در جب کے مہینے میں بحری سفر کر کے حبشہ پہنچے۔ اس ہجرت کو ہجرتِ اولیٰ کہتے ہیں۔ اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے پھر اور مسلمان روانہ ہوتے رہے یہاں تک کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ مہاجرین کی تعداد بیاسی (82) فردوں تک پہنچ گئی، جب قریش کو اس ہجرت کا علم ہوا تو انہوں نے چند افراد کو تحفہ تحائف دے کر نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے وہ بارشاهی میں باریابی حاصل کر کے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا ہے، ہم آپ کو خبر دینے کے لئے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے، نجاشی بادشاہ نے کہا: پہلے ہم ان لوگوں سے گفتگو کر لیں باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے مسلمانوں کو طلب کیا اور ان سے دریافت کیا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول، کَلِمَةُ اللہ اور روح اللہ ہیں، اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کواری پاک ہیں۔ یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک گڑی کا کھلا اٹھا کر کہا: اندھ غنّی کی قسم تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ گڑی، (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کلام عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالکل مطابق ہے) یہ دیکھ کر مشرکین مکہ کے چہرے اتر گئے۔ پھر نجاشی نے قرآن شریف سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ مریم تلاوت کی، اس وقت دربار میں نصرانی عالم اور درویش موجود تھے قرآن پاک سن کر بے اختیار روئے گئے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں مشرکین مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس چلے گئے اور مسلمان نجاشی کے پاس بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجاشی کو دوسرا ایمان کا شرف حاصل ہوا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(بحارۃ العائدۃ تحت الآیۃ: ۱۸۲، ۱۸۱)





|    |                     |   |                                  |
|----|---------------------|---|----------------------------------|
| 15 | تفسیر الدرر         | امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ          | دارالکتب اعلیٰ، بیروت ۱۴۰۶ھ      |
| 16 | تفسیر ابو سعید      | علامہ ابو سعید محمد بن مسطقی عمادی، متوفی ۹۸۲ھ        | دارالکفر، بیروت                  |
| 17 | تفسیرات احمدیہ      | شیخ احمد بن ابی سعید مدنی، متوفی ۱۱۳۰ھ                | پشاور                            |
| 18 | روح البیان          | شیخ اسماعیل حقیری، متوفی ۱۱۳۷ھ                        | دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ    |
| 19 | تفسیر جمل           | علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۳ھ                     | باب المدینہ کراچی                |
| 20 | تفسیر عزیزی (مترجم) | شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، متوفی ۱۲۳۹ھ                  | انجاء امام سعید کتب، کراچی       |
| 21 | تفسیر صاوی          | امام محمد صاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ                           | دارالکفر، بیروت ۱۴۲۱ھ            |
| 22 | روح المعانی         | امام الفضل شہاب الدین سید محمود آدوی، متوفی ۱۲۷۰ھ     | دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ    |
| 23 | عزائم العرفان       | صدرالکرام فضل مطلق نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ | مکتبہ المدینہ، باب المدینہ کراچی |

### کتاب الحدیث و متعلقاته

|    |                   |  |                               |
|----|-------------------|--|-------------------------------|
| 1  | مصنف عبد الرزاق   | ابو بکر محمد عبد الرزاق بن ہمام بن نايف صنفی، متوفی ۲۱۱ھ | دارالکتب اعلیٰ، بیروت ۱۴۲۱ھ   |
| 2  | مصنف ابن ابی شیبہ | حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی، متوفی ۲۴۵ھ        | دارالکفر، بیروت ۱۴۱۴ھ         |
| 3  | مسند امام احمد    | امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ                    | دارالکفر، بیروت ۱۴۱۴ھ         |
| 4  | دارمی             | امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ         | دارالکتب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ  |
| 5  | بخاری             | امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ       | دارالکتب اعلیٰ، بیروت ۱۴۱۹ھ   |
| 6  | مسلم              | امام ابو مسلم بن الحجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ                | دارالکفر، بیروت ۱۴۱۹ھ         |
| 7  | ابن ماجہ          | امام ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ      | دارالکفر، بیروت ۱۴۲۰ھ         |
| 8  | ابوداؤد           | امام ابو داؤد سلیمان بن شعیب سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ         | دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ |
| 9  | ترمذی             | امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ           | دارالکفر، بیروت ۱۴۱۴ھ         |
| 10 | متن نسائی         | امام ابو عبدالرحمن احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ              | دارالکتب اعلیٰ، بیروت ۱۴۲۱ھ   |
| 11 | مسند ابو یعلیٰ    | ابو یعلیٰ احمد بن علی بن یحییٰ موصلی، متوفی ۳۰۷ھ         | دارالکتب اعلیٰ، بیروت ۱۴۱۸ھ   |

|    |                              |  |                                      |
|----|------------------------------|--|--------------------------------------|
| 12 | تہذیب الکامار                | امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۲۰ھ                  | مطبعہ المدنی، قاہرہ                  |
| 13 | نوافذ الاصول                 | ابو عبد اللہ محمد بن علی النکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ            | مکتبہ الامام بخاری، قاہرہ            |
| 14 | معجم الکبیر                  | امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ            | دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۲۲ھ |
| 15 | معجم الاوسط                  | امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ            | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۰ھ       |
| 16 | معجم الصغیر                  | امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ            | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۰ھ       |
| 17 | دار قطنی                     | علی بن مراد قطنی، متوفی ۳۸۵ھ                                 | مکتبۃ الاسلامیہ، لبنان               |
| 18 | مستدرک                       | امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ | دار المعرفہ، بیروت ۱۳۱۸ھ             |
| 18 | حلیۃ الاولیاء                | حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صوفی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ        | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۸ھ       |
| 20 | شعب الایمان                  | امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی تلمیذی، متوفی ۴۵۸ھ          | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۱ھ       |
| 21 | سنن الکبری                   | امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی تلمیذی، متوفی ۴۵۸ھ          | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۲ھ       |
| 22 | فردوس الاخبار                | ابو شامہ شریف بن شہر دار بن شہر ریہی، متوفی ۵۰۹ھ             | دار الفکر، بیروت ۱۳۱۸ھ               |
| 23 | مجمع الزوائد                 | حافظ ذوالرئین علی بن ابو بکر عینی، متوفی ۸۰۷ھ                | دار الفکر، بیروت ۱۳۲۰ھ               |
| 24 | الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان | علامہ امیر علاء الدین علی بن حبان قاری، متوفی ۷۳۹ھ           | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۷ھ       |
| 25 | مشكاة المصابيح               | علامہ ابوالحسن محمد بن زکی، متوفی ۷۴۲ھ                       | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۲ھ       |
| 26 | جمع الحواميع                 | امام ہلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ                 | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۱ھ       |
| 27 | کنز العمال                   | علی مقفی بن حسان الدین بن علی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ         | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۹ھ       |

## کتاب شروح الحدیث

|   |            |  |                                |
|---|------------|--|--------------------------------|
| 1 | شرح المسند | امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۲ھ |
|---|------------|--|--------------------------------|

|   |               |   |                                |
|---|---------------|---|--------------------------------|
| 2 | عمدة القاری   | امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد یحییٰ، متوفی ۸۵۵ھ | دار الفکر، بیروت ۱۳۱۸ھ         |
| 3 | فیض القدیر    | علامہ محمد عبدالرزاق بن عیسیٰ، متوفی ۱۰۳۱ھ              | دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۲ھ |
| 4 | مراۃ المناجیح | حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ         | مکتبہ اسلامیہ، لاہور           |

### کتاب العقائد

|   |                  |   |                    |
|---|------------------|---|--------------------|
| 1 | شرح عقائد لسانیہ | علامہ مسعود بن عمر سعد الدین بک کتازی، متوفی ۷۹۳ھ | باب المدینہ، کراچی |
| 2 | شرح عقد اکبر     | علی بن سلطان محمد بروہی قاری، متوفی ۱۰۱۲ھ         | باب المدینہ، کراچی |

### کتاب الفقہ

|   |               |  |                                      |
|---|---------------|--|--------------------------------------|
| 1 | بدائع الصنائع | حکیم الامت علامہ جلال الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ   | دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۲۱ھ |
| 2 | ہدایہ         | برہان الدین علی بن ابی بکر ترمذی، متوفی ۵۹۳ھ                     | دار احیاء التراث العربی، بیروت       |
| 3 | فتح القدیر    | کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن حام، متوفی ۶۸۱ھ                 | کوئٹہ                                |
| 4 | در مختار      | علامہ الدین محمد بن علی حنفی، متوفی ۱۰۸۸ھ                        | دار الفکر، بیروت ۱۳۳۰ھ               |
| 5 | عالمگیری      | علامہ امام سولہ شاہ شمس نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جمادیٰ من علامہ لہند | دار الفکر، بیروت ۱۳۰۳ھ               |
| 6 | لآوی رضویہ    | ابلی حضرت امام رضا خان، متوفی ۱۳۳۰ھ                              | رضا فاؤنڈیشن، لاہور                  |
| 7 | بہار شریعت    | مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ                            | مکتبہ المدینہ، باب المدینہ، کراچی    |
| 8 | فتاویٰ نورس   | ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۳۰۳ھ                       | دار العلوم خیر آباد، پشاور ۱۳۳۳ھ     |

### کتاب التصوف

|   |                |  |                                    |
|---|----------------|--|------------------------------------|
| 1 | فوت القلوب     | ابو طالب محمد بن علی، متوفی ۳۸۶ھ                   | مرکز انجمن کلمات، رضا، لاہور ۱۳۳۳ھ |
| 2 | احیاء العلوم   | امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ | دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء              |
| 3 | مکاشفۃ القلوب  | امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ | دار الکتب العلمیہ، بیروت           |
| 4 | کیمیاء سعادت   | امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ | انتشارات تحفہ، تھران               |
| 5 | ملہاج العابدین | امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ | مؤسسہ البیس، وان، بیروت ۱۳۱۶ھ      |
| 6 | الذکرۃ         | ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ | دار السلام، قاہرہ ۱۳۲۹ھ            |



## ضمیمہ نمبر ۱

| صفحہ | عنوان                                       | صفحہ | عنوان  |
|------|---|------|--|
| 213  | حج کے ۲ احکام                               | 119  | اللہ عزوجل کی شان                                  |
| 287  | نماز  | 303  | اللہ تعالیٰ کی شان                                 |
| 289  | نماز قصر کے بارے میں ۴ مسائل                | 420  | اسلام  |
| 292  | آیت میں بیان کیا گیا نماز خوف کا طریقہ      | 452  | اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول                         |
| 335  | سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم   | 41   | اسلامی تعلیمات                                     |
| 338  | نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے      | 227  | کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات        |
| 104  | نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ | 427  | اسلامی تعلیمات کے شاہکار                           |
| 17   | زکوٰۃ                                       | 101  | ایمان کی حفاظت                                     |
| 144  | زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وحید                   | 304  | ایمان کی حفاظت کی نگر کر ثابت ضروری ہے             |
| 148  | حج  | 389  | علم فیہ  |
| 175  | حج فرض ہونے کے لئے زاوراہ کی مقدار          | 388  | علم فیہ سے متعلق ۱۰ احادیث                         |
| 177  | نکاح  | 388  | نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم فیہ |
| 198  | نکاح سے متعلق ۲ شرعی مسائل                  | 213  | سے متعلق چند ضروری باتیں                           |
| 196  | مہر سے متعلق چند مسائل                      |      | طہارت  |
| 197  | مہر کے چند ضروری مسائل                      |      | جنازہ کے اسباب اور ان کا شرعی حکم                  |
|      | عورت سے نکاح اٹھانے کی جائز صورتیں          |      | وضو  |
|      | بانہی سے نکاح کرنے کے متعلق ۲ شرعی مسائل    |      | وضو کے فرائض                                       |
|      | نکاح کا شرعی حکم                            |      | وضو کے چند احکام                                   |
|      | نیک بیوی کے اوصاف اور فدا کیل               |      | حج   |
|      | نکاح کیس عورت سے کرنا چاہئے؟                |      | حج کا طریقہ  |
|      | نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ              |      |  |

| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان  |
|------|--|------|--|
| 281  | جنت میں مجاہدین کے درجات اور مجاہدین کی بخشش               | 198  | ہر ایک جب اپنی ظلمتوں کی صفائی مانگے تو اسے معاف کر دیا جائے |
|      | ﴿ شہداء ﴾  | 386  | اہل کتاب سے یحیٰی کے چھ اہم مسائل                            |
| 91   | شہداء کی شان   |      | ﴿ قتل ﴾  |
| 93   | شہداء کے 6 فضائل   | 276  | مسلمان کو قتل کرنے کی مذمت                                   |
| 250  | حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جذبہ شہادت        | 277  | مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟                                  |
|      | ﴿ ہجرت ﴾   | 418  | حسد قتل اور من پرستی کی مذمت                                 |
| 128  | ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث                              | 419  | قتل و حق کی 2 وعیدیں   |
| 283  | ہجرت کب واجب ہے  | 420  | قتل کی جائز صورتیں   |
| 283  | ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام                              |      | ﴿ چوری و دہکین ﴾   |
| 286  | کن کا مول کے لئے دس چھوڑا ہجرت میں داخل ہے                 | 422  | ڈاکو کی سزا کی شرائط   |
|      | ﴿ تجارت ﴾  | 422  | ڈاکو کی 4 سزائیں   |
| 182  | حرام مال کمانے کی مذمت                                     | 428  | چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں                       |
| 183  | تجارت کے فضائل   | 429  | چوری کی تعریف  |
| 184  | تجارت کے آداب  | 429  | چوری سے متعلق 2 شرعی مسائل                                   |
|      | ﴿ سوز و رشت ﴾  |      | ﴿ خرافات ﴾   |
| 51   | سوز سے متعلق وعیدیں  | 44   | جنگ و جد کا بیان   |
| 355  | سوز و رشت کی مذمت  | 47   | واقعہ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل                           |
| 434  | رشت کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں                           |      | ﴿ جہاد ﴾   |
| 436  | رشت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم                       | 128  | ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث                                |
|      | ﴿ قضا ﴾  | 134  | اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل                         |
| 227  | قاضی شریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہدہ کا عہدہ فیصلہ        | 174  | جنگی قیدیوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات                        |
| 295  | حکام فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں                         | 247  | جنگی قیدیوں سے متعلق ہدایات                                  |
| 408  | اقتدار ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ | 280  | نبوت کی عظمت اور جہاد کا ثواب                                |

| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان   |
|------|--|------|---|
| 385  | شکار کے دوسرے طریقے کا شرعی حکم                            | 408  | عسکرانوں کے لئے طبیعت آموزہ 4 احادیث                    |
| 439  | مکمل شریعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے حقیقی اہم مسئلہ      | 423  | اسلامی سزاؤں کی حکمت                                    |
| 448  | کفار سے دوستی و ملاقات کا شرعی حکم                         | 328  | حق فیصلے کی عظیم ترین مثال                              |
|      | ◀ وسیلہ ▶  | 391  | عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے                           |
| 23   | جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ                            | 409  | اقتدار کے بوجھ سے انگھار                                |
|      | اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا اور حقیقت اللہ تعالیٰ |      | ◀ موت ▶   |
| 46   | کا مدد کرنا ہے   | 109  | موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب              |
|      | بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر      |      | ◀ وراثت ▶   |
| 235  | گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات                          | 150  | وراثت تقسیم کرنے سے پہلے غیر وارثوں کو دینا             |
|      | حزار پر الوار پر حاضر ہو کر عاتش اور مغفرت طلب کرنے        | 157  | وراثت میں وراثت کا مال تقسیم کرنے کی صورتیں             |
| 238  | کے 5 واقعات  | 158  | اس کے علاوہ وہ اہم اصول                                 |
| 424  | نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے                           | 370  | کفار کی وراثت کے احکام                                  |
|      | ◀ واقعات ▶   |      | ◀ متفرق مسائل و احکام ▶                                 |
| 10   | راہِ خدا میں اپنا بیچارا مال خرچ کرنے کے 5 واقعات          | 28   | اتفاق کا حکم اور اختلاف کے سبب پیدا کرنے کی ممانعت      |
| 30   | قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ                             | 32   | اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے                            |
| 56   | علم و علم کے دو عظیم واقعات                                | 212  | نفی کی حالت میں کفر کفر کو لئے کا حکم                   |
| 181  | مکمل کی خوشبو میں بیسے ہوئے بزرگ                           | 261  | ایک اہم مسئلہ   |
| 218  | حضرت عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اسلام     | 264  | اسلام سے متعلق شرعی مسائل                               |
| 218  | حضرت کعبہ اہل زوجین اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اسلام           | 291  | اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل                |
| 219  | حضرت وحشی زوجین اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اسلام               |      | اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلاف شرع تبدیلیاں |
| 227  | قاضی شریح زوجین اللہ تعالیٰ عنہ کا عادلانہ فیصلہ           | 312  | کرنے کا شرعی حکم  |
|      | بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر            | 341  | خاتم کے حکم کو بیان کرنا جائز ہے                        |
| 235  | ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات                    | 345  | کبیرہ گناہ کرنے والا کا فرضیں                           |

| صفحہ | عنوان  | صفحہ  | عنوان   |
|------|--|---|---|
| 412  | صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی انصافیت   | 236   | حزار ہا لوہار پر حاضر ہو کر ماحسین اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات |
| 16   | ﴿نبوت کی برکت﴾   | 328   | حق فیصلہ کی تعلیم پر تین مثال                                     |
| 135  | ﴿سورتوں کا تعارف﴾  | 391   | عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے                                     |
| 371  | سورۃ نساء کا تعارف   | 409   | اقدار کے پیر سے انگہار  |
| 135  | سورۃ مائدہ کا تعارف  | 418   | ہاتھ اور قاتل کا واقعہ  |
| 371  | ﴿سورتوں کے فضائل﴾  | ﴿فضائل و مناقب﴾   |   |
| 135  | سورۃ نساء کے فضائل   | ﴿انبیاء کرام علیہم السلام﴾  |   |
| 371  | سورۃ مائدہ کے فضائل  | انبیاء کرام علیہم السلام کی مسرت فی اللہ تعالیٰ کی مسرت فی ہے           | 108   |
| 36   | ﴿آیات سے معلوم ہونے والے مسائل و احکام﴾  | ﴿حضور رضی اللہ عنہ علیہ السلام﴾   |   |
| 238  | آیت مبارکہ "مُشْرِكُونَ لَا يَتَوَلَّوْا الْكُفْرَ" سے معلوم ہونے والے احکام         | سب سے اعلیٰ نعمت  | 24  |
| 240  | آیت "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَنَنُوا أَنَّهُمْ مُحَرَّرُونَ" سے معلوم ہونے والے احکام | تا جہاں رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی ایک جھلک | 80  |
| 251  | آیت "وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" سے معلوم ہونے والے مسائل     | نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے                 | 229   |
| 270  | آیت "وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ" سے معلوم ہونے والے احکام                         | سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت                    | 262   |
| 309  | آیت "إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ فَوْقَ آيَاتِهِ" سے معلوم ہونے والے مسائل            | اللہ تعالیٰ کے ظلیل و صیب   | 316   |
| 382  | آیت "وَرَوَيْتُمْ شَائِكَةَ الْإِسْلَامِ مِنَّا" سے معلوم ہونے والے احکام            | ظلیل اور صیب کا فرق   | 317   |
| 243  | آیت "وَأَذْكُرُوا النِّعَةَ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْكُمْ" سے معلوم                    | نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا بیان                  | 366   |
|      |  | ﴿صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین﴾                                    |   |
|      |  | صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت                                 | 49  |
|      |  | صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عروج و رفعت                          | 243   |



| صفحہ | عنوان  | صفحہ | عنوان   |
|------|--|------|---|
|      | راہِ خدا میں خرچ کرتے                                | 390  | ہونے والے مسائل   |
| 10   | راہِ خدا میں اپنا بیچارہ مال خرچ کرنے کے 5 واقعات    |      | آیت ”قَالَ رَبِّهِ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ سے معلوم ہونے                            |
| 54   | راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترقیب                       | 413  | والے مسائل  |
|      | ﴿أَمْزٍ بِالْفَرْغِ وَبِالْفَتْحِ﴾                   |      | آیت ”وَمَا كُنَّا لِنُؤْتِيَهُمُ الْإِلَهَ إِلَّا الْغُلُوبَ“ سے معلوم ہونے         |
| 25   | تحلیف دین کا حکم                                     | 456  | ہونے والے مسائل   |
| 25   | تحلیف دین سے متعلق 5 احادیث                          |      | آیت ”وَلَا تُكْفِرُوا بِمَدَنٍ لَكُمْ مِنْهُ“ سے معلوم ہونے                         |
| 33   | نیکی کی دعوت دینے کی ترقیب                           | 465  | والے مسائل  |
| 462  | علماء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے                  |      | ﴿آیات سے حاصل ہونے والا درس﴾  |
|      | نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ     | 67   | آیت ”وَمَا كُنَّا لِنُؤْتِيَهُمُ الْإِلَهَ إِلَّا الْغُلُوبَ“ سے حاصل ہونے والا درس |
| 378  | کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم                      |      | آیت ”لَمْ أَتُكَلِّمْهُمْ عَنْهُمَا لِقَاءِ أُمَّةٍ“ سے                             |
| 393  | نیک اعمال کی ترقیب                                   | 75   | حاصل ہونے والا درس  |
| 479  | گناہ سے دور رکھنا واجب مانع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے |      | ﴿مقدس ایام﴾   |
|      | ﴿نیت﴾  | 362  | دینی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے   |
| 65   | اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے                | 407  | میلادِ منانے کا ثبوت  |
| 280  | نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب                         |      | ﴿حزرات پر حاضری اور اس کی برکات﴾  |
|      | نیکی کا ارادہ کر کے نیکی کرنے سے عاجز ہو جانے والا   |      | بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری                                   |
| 286  | اس نیکی کا ثواب پانے کا                              | 235  | ہو کر گناہوں کی معافی پانے کے 3 واقعات  |
|      | ﴿توکل﴾   |      | مزار پر انوار پر حاضر ہو کر عاتقین اور مغفرت طلب کرنے                               |
| 83   | مشورہ اور توکل کے معنی اور توکل کی ترقیب             | 236  | کے 5 واقعات   |
|      | ﴿حمود و رجز﴾   | 477  | اولیاءِ کرام اور ان کے حضرات کے حوالے سے قلو  |
| 55   | خمسہ پر قہار پانے کے 4 فضائل                         |      | ﴿خوفِ خدا﴾  |
| 56   | حمود و رجز کے فضائل                                  | 210  | اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے   |
| 342  | معاف کرنے کے فضائل                                   | 409  | اقتدار کے پوچھ سے انگبار  |

| صفحہ | عنوان                                     | صفحہ | عنوان   |
|------|---|------|---|
|      | ﴿ علم ﴾                                   |      | ﴿ حقوق ﴾  |
| 116  | علم دین چھپاتا گناہ ہے                    | 142  | قیسوں سے حقائق چند اہم مسائل                          |
| 120  | ساتھی علوم حاصل کرنا تک باعوث ثواب ہے     | 152  | قیسوں کا مال باحق کھانے کی وعیدیں                     |
| 357  | ذابیح فی العلم کی تشریف                   | 153  | یتیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟                     |
|      | ﴿ نکل ﴾                                   | 153  | یتیم کی اچھی پرورش کے فوائد                           |
| 104  | نکل کی تشریف                              | 141  | رشتے داری توڑنے کی مذمت                               |
| 104  | نکل کی مذمت                               | 197  | شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں   |
| 105  | نکل کا طبی اور عملی علاج                  | 200  | بندوں کے باہمی حقوق                                   |
|      | ﴿ خیانت ﴾                                 | 276  | مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟               |
| 85   | خیانت کی مذمت                             |      | عورتوں اور کمزوروں کو ان کے حقوق دلا جائے اللہ تعالیٰ |
| 296  | خیانت کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت     | 320  | کی سنت ہے   |
|      | ﴿ خود پسندی اور حب جاہ ﴾                  |      | ﴿ اچھی اور بری محبت ﴾                                 |
| 118  | خود پسندی اور حب جاہ کی مذمت              | 125  | نیک لوگوں کی محبت اختیار کرنے کی ترتیب                |
| 221  | خود پسندی کی مذمت                         | 333  | بری محبت کی مذمت                                      |
|      | ﴿ غور و فکر ﴾                             |      | ﴿ گناہ ﴾  |
| 123  | کائنات میں فکر کی ضرورت                   | 188  | کبیرہ گناہ کی تشریف اور تعداد                         |
| 258  | قرآن مجید میں غور و فکر کا مہارت ہے لیکن! | 189  | گناہوں سے حقائق و اعادیت                              |
|      | ﴿ مضرقات ﴾                                | 189  | کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث                   |
| 14   | کعبہ معترف کی خصوصیات                     | 190  | چالیس گناہوں کی فہرست                                 |
| 17   | حرم سے کیا مراد ہے؟                       | 219  | مفسرت کی امید پر گناہ کرنا بہت خطرناک ہے              |
| 21   | صلح کلیت کا رد                            |      | گناہ جاریہ کا سبب بننے والے کو گناہ کرنے والے         |
| 22   | ”غُفْلُ اللہ“ کی تفسیر                    | 301  | کے گناہ سے بھی حصہ لے گا                              |
| 22   | جماعت سے کیا مراد ہے؟                     | 398  | گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں                   |

| صفحہ | عنوان   | صفحہ | عنوان  |
|------|---|------|--|
| 322  | دل لالچی کے پسندے میں پھنسے ہوئے ہیں                | 32   | بنی اسرائیل اور صہبائیوں کی بغضیت میں فرق            |
| 324  | عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے مبینہ نہیں          | 99   | لمبی عمر پانا کیسا ہے؟                               |
| 339  | ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت                      | 108  | ایک اہم نکتہ   |
| 340  | مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت           | 122  | حلقہ لوگوں کے اہم کام                                |
| 343  | خلوقی خدا پر شفقت کے فضائل                          | 127  | دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل                         |
| 363  | بیسیائیں کے فرقے اور ان کے عقائد                    | 131  | دنیا کی مانتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟ |
| 404  | حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اولاد کی الوہیت کی تردید  | 139  | انسانوں کی ابتدا کس سے ہوئی؟                         |
| 405  | خود کو اعمال سے مستغنی جاننا بیسیائیوں کا عقیدہ ہے  | 165  | خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں                           |
| 406  | زمانہ نفرت سے کیا مراد ہے؟                          | 192  | دل کے مہر و قرار کا نسخہ                             |
| 418  | ہاتھ اور کانٹیل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے سبق      | 195  | مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات                   |
| 443  | انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب       | 204  | ربا کاری کی مذمت                                     |
| 457  | دیباچہ چور کا مذاق اڑانے والوں کا رد                | 205  | شیطان کے بہکانے کا انداز                             |
| 461  | یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالت و مدار         | 223  | طاغوت کا معنی  |
|      | دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و معیت و رزق | 244  | صدق کے معنی اور اس کے مراتب                          |
| 467  | کا ذکر یہ ہے  | 249  | خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت                      |
|      | کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے      | 260  | زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول                       |
| 461  | تاریخ نبوت  | 265  | امکان کتب کا رد                                      |
|      |   | 295  | تقصیب کا رد  |
|      |   | 300  | شفاعت کا ثبوت  |
|      |   | 302  | بے گناہ پر جہت لگانے کی مذمت                         |
|      |   | 306  | آیت ”لَا تَقْفُوهُ فِي مَقْصُودِهِمْ“ کے چند پہلو    |
|      |   | 308  | مسلمانوں کا اجماع جہت اور دلیل ہے                    |
|      |   | 311  | لمبی امید رکھنے کی مذمت                              |

## قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے والوں کی مثال

قرآن بھی بہت بڑی عبادت و سعادت ہے، لہذا تلاوت قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانی قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال اُن لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے باوشاہ کا خط آیا اور ان کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

(تفسیر قرطبی، باب ما جاء فی فضل تفسیر القرآن وادلہ: ۴/۱، الجزء الاول، ملخصاً)



فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: [www.dawateislami.net](http://www.dawateislami.net) / Email: [ilmia@dawateislami.net](mailto:ilmia@dawateislami.net)